سہ ماہی

پیغامِ نور

شکرگڑھ نارووال

جلد 5۔ شمارہ 2

عقیدۂ ختمِ نبوت نمبر



قیادت

جناب غلام مصطفٰے مجددی نوری

ادارت غلام دستگیر احمد مجددی

نظامت محمد بلال مصطفٰے مجددی

حمد و نعت

کونین میں اللہ کی رحمت کا اجالا ...... وہ گیسوؤں والا
نبیوں سے بھی افضل ہے، رسولوں میں بھی اعلا ...... وہ گیسوؤں والا
مازاغ کے جلوے ہیں نگاہوں میں سمائے ...... ہر آنکھ کو بھائے
والفجر کے چہرے پہ ہے والیل کا ہالا ...... وہ گیسوؤں والا
وہ آیا تو انسان کی تقدیر ہے جاگی ...... تقصیر ہے بھاگی
وہ جس نے کیا پرچم توحید کو بالا ...... وہ گیسوؤں والا
حوریں بھی فدا ہیں تو فرشتے بھی ہیں واری ...... غلماں بھی بھکاری
ملتا ہے یتیموں کو بھی اس در سے نوالا ...... وہ گیسوؤں والا
وہ ہادی برحق ہے وہ سلطان رسل ہے ...... دانائے سبل ہے
وہ جس کے تصور کا ہے ہر رنگ نرالا ...... وہ گیسوؤں والا
محشر میں چمک اٹھیں گی بخشش کی امیدیں ...... ہوجائیں گی عیدیں
جب کھولے گا دروازہ فردوس کا تالا ...... وہ گیسوؤں والا
لہرائے شب کفر میں ایماں کے پھریرے ...... پھیلے ہیں سویرے
وہ جس کی محبت ہے مرے دیں کا حوالا ...... وہ گیسوؤں والا
معراج کی شب وجد میں کیا عرش علا ہے ...... صد شکر خدا ہے
اس راہ سے گزرا ہے مرا سرور والا ...... وہ گیسوؤں والا
مشکل میں غلامؔ آج بھی اک بار پکارے ...... دکھ درد کے مارے
ہر موڑ پہ دیتا ہے کرم جس کا سنبھالا ...... وہ گیسوؤں والا

...... کلام: غلام مصطفےٰ مجددی نوری ......

الفقیر شہزاد احمد المجددی القادری

عقائد اسلامیہ تعلیماتِ سُنیہ اور فیوضاتِ نقشبندیہ کا ترجمان

سہ ماہی

پیغامِ نور شکر گڑھ نارووال

زیرِ سرپرستی

علامہ غلام مصطفےٰ نوری مجددی

خادم آستانہ نقشبندیہ نوریہ شکر گڑھ

مدیر اعلیٰ

مولانا غلام دستگیر احمد مجددی

مینیجنگ ایڈیٹر

چوہدری عبد المجید

مشیر قانون

جناب الحاج حسن نظامی

کمپوزنگ

محمد اکرام مجددی

کمپوزنگ

صاحبزادہ محمد بلال مصطفےٰ مجددی

فیضانِ نظر

قیوم زمانی، شہباز لامکانی، امام ربانی

شیخ احمد فاروقی مجدد الف ثانی سرہندی نقشبندی قدس سرہٗ

قدوۃ السالکین، عمدۃ العارفین، پیر طریقت رہبر شریعت

حضرت مولانا نور الدین سرکار نقشبندی علیہ الرحمہ

پیر طریقت رہبر شریعت

حضرت الحاج بابا جی لعل الدین سرکار نقشبندی علیہ الرحمہ

بزمِ مشاورت

جناب پیر سید شاہد حسین شاہ بخاری

جناب ڈاکٹر پیر محمد سلیم سیفی

جناب مولانا محمد سلیم نقشبندی

جناب پروفیسر محمد محبوب عارف

جناب پروفیسر شجاعت علی مجاہد

جناب ڈاکٹر محمد اعجاز احمد نور

جناب الحاج محمد شوکت علی شوہر

منجانب: ادارہ تعلیمات مجددیہ (ارشد لائبریری) درگاہ نقشبندیہ مجددیہ نوریہ نورانی روڈ شکر گڑھ

رابطہ: 0300-7795144, 0300-7773602, 0300-7762794

Email:hmb.skg157@gmail.com

یا اللہ جل جلالہ

یا رسول اللہ ﷺ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آئینہ

ادارہ تعلیمات مجددیہ (ارشد لائبریری) نورانی روڈ شکر گڑھ

اداریہ

پیغامِ نور

ختم نبوت نمبر

سرپرست اعلیٰ کے قلم سے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رجب ...... شعبان ...... رمضان

سفال ہند سے مینا و جام پیدا کر:

وطن عزیز پاکستان ایک نظریاتی ریاست ہے، اسلام کے نام پر معرض وجود میں آئی ہے، پوری دنیا میں اسلام کی واحد سپر پاور اور جوہری طاقت ہے، گویا اپنی گوناں گوں خوبیوں کی بدولت رب کریم کا احسان عظیم ہے اور تمام اسلامیان عالم کی امیدوں کی پناہ گاہ ہے، یہی وجہ ہے کہ تمام طاغوتی طاقتوں کے نشانے پر ہے، دنیا کے تمام شیطان اسے ختم کرنا چاہتے ہیں، اس کی بقا، سالمیت اور استحکام کے لیے اس کے ہر شہری کو نمایاں کردار ادا کرنا چاہیے، ہر کام میں اور ہر پہلو میں حکومتوں کی طرف دیکھنا اور انہی کو قبلہ حاجات تصور کرنا زندہ دل قوموں کا طریقہ نہیں، اسی لیے اس کے مصور و مفکر نے درس خودی دیتے ہوئے فرمایا تھا

ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارا

کسی بھی ریاست کی اصل مضبوطی صرف فوجوں اور جدید ہتھیاروں سے ہی وابستہ نہیں (اگرچہ یہ بھی اس کے دوام و استمرار کے لیے ضروری ہے) بلکہ اس کی معاشی اور معاشرتی اقدار کی وجہ سے لوگ سیاسی اور عسکری میدانوں میں کامیاب ہو چکے ہیں، ہر ریاست کی معاشی اور معاشرتی ترقی میں حکومتوں کی راہنمائی اور اعلیٰ تربیت کا عنصر ناگزیر تو ہے لیکن ہر فرد ریاست کی بھی ایک بنیادی ذمہ داری ہے جس کی طرف ہم اس پیغام نور میں اشارہ کرنا چاہتے ہیں، اگر ہم غور تو کیا بس سرسری نظر سے دیکھیں تو معلوم ہو جائے گا زندگی کے بے شمار پہلوؤں میں ہم خوانخواہ اپنے اغیار کے محتاج بنے ہوئے ہیں، اتنی محنت و مشقت سے کمایا ہوا سرمایہ غیر ملکی چیزوں پر دھڑا دھڑ خرچ کر رہے ہیں، کیا ہم احساس کمتری کا شکار ہو چکے ہیں، دنیا کے کتنے ممالک کتنی فضول چیزوں پر ہم سے اربوں کھربوں ڈالر بٹور رہے ہیں، اگر ہم ان فضول چیزوں پر انحصار چھوڑ کر خودی، غیرت ملی اور خود انحصاری کی پالیسی پر عمل پیرا ہو جائیں تو ہمارا پیارا ملک دنوں میں بام عروج کو چھو سکتا ہے، کیا ضروری ہے کہ ہم ایسی غیر ملکی کمپنیوں کے مشروبات استعمال کریں، یقین کیجئے ان مشروبات میں جتنی بیماریوں کے اسباب پوشیدہ ہوتے ہیں ان کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے، ان سے ہزار گنا بہتر سادہ پانی، دیسی گھی، گنے کا رس، ستو وغیرہ ہیں، کم خرچ بالانشین، صحت بھی

محفوظ، پیسہ بھی محفوظ اور ملکی معیشت بھی محفوظ، ہماری قوم کے لاکھوں جانباز تو اربوں ڈالر کی چائے اور سگریٹ اور کافی وغیرہ پی جاتے ہیں، ہر فرد اس عادت کو کنٹرول کرلے تو کتنا زرمبادلہ بچایا جاسکتا ہے، ہم بڑے فخر سے اپنا کپڑا اور برتن اور کاسمیٹک کا سامان بیرونی ممالک سے منگواتے ہیں، اگر فیصل آباد کا کپڑا، پسرور اور قصور کے برتن اور لاہور اور کراچی کا کاسمیٹک استعمال کیا جائے تو اربوں ڈالر بچ سکتے ہیں، مارکیٹوں میں سوئی تک بھی چائنہ کی فروخت ہو رہی ہے، سی پیک کی صورت میں چین جیسے دولت مند ملک پر اندھا انحصار اور اعتماد بھی کہیں ایسٹ انڈیا کمپنی کی یاد تازہ نہ کردے، کیا ہمارے انجینئر اور مزدور اس قابل نہیں کہ اچھے روڈ، ٹریک، پل اور ڈیم تعمیر کرسکیں، بیرونی کمپنیاں اربوں ڈالر کما کر جا رہی ہیں، دراصل مسئلہ حکمرانوں کی حریص طبیعت کا ہے جسکی وجہ سے یہ مکروہ مخلوق اپنے کمیشن اور کک بیک حاصل کرتی ہے اور بیرون ملک بے بہا سرمایہ منتقل کرتی ہے بلکہ باہر ہی باہر ڈیل ہوتی ہے اور باہر ہی باہر اربوں ڈالر ان کے خفیہ خزانوں میں جمع ہو جاتے ہیں، انہی ملک دشمن حرکات کی وجہ سے ایک حکمران وقت نے بارہ سال جیل کاٹی اور دوسرا جیل یاترا پر روانہ ہو چکا ہے۔

حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

پاکستان میں نئی حکومت معرض وجود میں آئی تو ہماری استدعا ہے کہ کچھ انقلابی اقدام اٹھا کر قوم کو خود انحصاری اور خود اعتمادی کے راستے پر گامزن کیا جائے، سرکاری سطح پر دیسی غذاؤں، دیسی دواؤں اور دیسی اشیاؤں کی طرف قوم کی طبیعت مائل کی جائے، سادگی اپنائی جائے اور سادگی دکھائی جائے، اس لیے ضروری ہے کہ وزیراعظم اور اس کی کابینہ کے ارکان خود عملی مظاہرہ کریں، اپنے دل میں مغل اعظم بننے کا شوق ختم کردیں ورنہ پہلے مغلیہ بادشاہوں کے انجام سے دوچار ہونے کے لیے تیار ہو جائیں، تاریخ نے یہی سبق دیا ہے کہ جس نے بھی اس نظریاتی ریاست کے ساتھ برا کیا ہے اس کا انجام عبرتناک ہوا ہے۔

پاک فوج ایک مضبوط ادارہ ہے اور اس میں قربانی کا جذبہ بھی بہت زیادہ ہے، اگر ایک لاکھ فوجی اور پانچ لاکھ سول نوجوان میدان عمل میں آئیں، صبح دو گھنٹے عسکری ٹریننگ کریں، بعد ازاں آٹھ گھنٹے ڈیموں، دریاؤں، نہروں، نالوں، کھالوں، تالابوں، ریلوے ٹریکوں اور شاہراہوں پر کام کریں، پورے ملک میں پھیل کر شجرکاری کریں، پورے صوبہ بلوچستان کو جنگلات و باغات میں تبدیل کردیں، کیا صحراؤں اور پہاڑوں میں کوئی پودا نہیں اگتا؟ چھوٹے کھالوں کے ذریعے دور دور تک پانی پہنچائیں، دریاؤں کے کناروں کو پتھروں سے خوبصورت اور محفوظ بنائیں اور کم از کم آدھا کلومیٹر چوڑے اور ہزاروں کلومیٹر لمبے جنگلات اور باغات سے بھر دیں، پشاور سے کراچی تک جی ٹی روڈ، ریلوے ٹریک اور موٹرویز کو جنگلات اور باغات سے بھرا جاسکتا ہے، نہروں کے کنارے پر بڑے تالاب اور جھیلیں تعمیر کی جائیں جن میں سیلاب اور برسات کا پانی سارا سال جمع کیا جاسکتا ہے، ان اقدام

سے موسم میں خوشگوار تبدیلی آئے گی، پھل سستے ہوں گے، روزگار بڑھے گا، بیرونی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے، اشد ضروری اشیاء کے علاوہ کوئی چیز باہر سے نہ آئے، کیا فرض عین ہے کہ بیرونی گاڑیوں میں سفر کرنا ہے، کیا اپنے ملک میں تیار ہونے والی گاڑیاں پسند نہیں، ذرا چین، جاپان، ملائیشیا وغیرہ کے باشندوں کا رہن سہن تو دیکھیں، انہیں اپنے ملکوں سے سچی اور دائمی محبت ہے اور ہم ۲۳ مارچ اور ۱۴ اگست منا کر فارغ ہو جاتے ہیں، افسوس ہماری قوم کا ہر فرد ایک کنال کے بنگلے میں رہنے کے خواب دیکھتا ہے، اس کی وجہ سے زرخیز زمین شہروں اور قصبوں کی لپیٹ میں آرہی ہے اور کچھ عرصے میں آبادی کا عفریت ہر چیز نگل جانے کو بیقرار ہوگا، ایسے حالات میں انارکی بڑھتی ہے، بدامنی پھیلتی ہے جو پہلے بھی کچھ کم نہیں، خود غرضی پروان چڑھتی ہے، اقدار کا خاتمہ ہوتا ہے، معیشت اور معاشرت برباد ہوتی ہے، کیا ملک کو ان اندھیروں میں دھکیلنے کا پروگرام ہے؟ چند مرلے کے مکانوں میں رہائش رکھنے کی عادت ڈالنی چاہیے، بڑی بڑی حویلیاں اور کوٹھیاں اور فارم ہاؤس کسی کے ساتھ نہیں گئے، پتا نہیں کتنی صدیاں ایک چھوٹی سی قبر میں گزارنی ہیں اور وہ بھی کسی خوش نصیب کو نصیب ہوتی ہے، ہر فرد قوم کو خیال کرنا چاہیے کہ یہ ملک ہمارا ہے، یہ سلامت ہے تو ہم سلامت ہیں، ہم سب اس کی خوشحالی کے ضامن ہیں، ہم کیوں کسی کے محتاج بنیں، بے شرمی کے حلوے اور گوشت سے سرسوں کا ساگ، باجرے کا ڈھوڈا، مکھن اور چاٹی کی لسی ہزار گنا زیادہ مزیدار اور صحت افزا ہوتی ہے، لوگ بیرونی ملکوں کی سیاحت پر اربوں ڈالر خرچ کر رہے ہیں، اپنے شمالی علاقہ جات کی سیر و سیاحت کریں، معیشت ایک دم مضبوط ہو جائے گی، پاکستان کی کتنی وادیاں یورپ کے مرغزاروں کو شرما رہی ہیں لیکن احساس کمتری کی ماری قوم کو نظر نہیں آتیں، حضرت اقبال نے بہت پہلے فرمایا تھا

دیار عشق میں اپنا مقام پیدا کر — نیا زمانہ نئے صبح و شام پیدا کر
اٹھا نہ شیشہ گرانِ فرنگ کے احسان — سفالِ ہند سے مینا و جام پیدا کر
خدا اگر دل فطرت شناس دے تجھ کو — سکوت لالہ و گل سے کلام پیدا کر

مرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

عقیدہ ختم نبوت نمبر:

الحمد للہ جب ۲۰۱۵ء کی پہلی سہ ماہی میں "مجلہ پیغام نور" ادارہ تعلیمات مجددیہ شکر گڑھ (نارووال) کے زیر اہتمام شروع کیا تو یہ ارادہ تھا کہ "عقیدہ ختم نبوت نمبر" خداداد صلاحیت کو سامنے رکھتے ہوئے پوری کوشش و کاوش کے ساتھ منظر عام پر لایا جائے گا، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی نگاہ کرم ہے کہ

ارادے کی تکمیل کا وقت بھی آ گیا اور پچیسویں سالانہ میلاد کانفرنس مورخہ ۲۰ اپریل ۲۰۱۹ء (سلور جوبلی) کے حسین موقع پر اپنے قارئین کرام کی نذر کیا جا رہا ہے، اس سلسلے میں ہمارے ساتھ جن بزرگوں اور دوستوں نے قلمی تعاون فرمایا ہم صمیم قلب سے ان کے ممنون ہیں، بالخصوص جناب پروفیسر شجاعت علی مجاہد صاحب (سیالکوٹ)، جناب صادق علی زاہد صاحب (ننکانہ صاحب)، مولانا غلام دستگیر فاروقی صاحب (لاہور)، مولانا محمد نعیم سلطانی صاحب (آزاد کشمیر)، جناب پروفیسر محمد محبوب عارف صاحب (چونڈہ) کے سپاس گزار ہیں، اللہ پاک ان سب کو اور دیگر ساتھیوں کو مزید ترقی و عروج عطا فرمائے اور ادارہ ہذا اور "مجلہ پیغامِ نور" کو اسی طرح علمی وفکری مشاغل سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

افواج پاکستان زندہ باد:

۲۷ فروری ۲۰۱۹ء کا دن پاکستانی قوم کے لیے ناقابل فراموش بن گیا ہے، جب ہمارے ازلی دشمن ہندوستان نے پلوامہ خودکش حملے کو جواز بنا کر ارض پاک پر فضائی حملہ کیا اور بڑے بلند بانگ دعوے کیے، پاکستان کی غیور اور جسور افواج نے بھرپور کارروائی کرتے ہوئے دشمن کے دانت کھٹے کر دیئے اور اس کو اسکی اوقات یاد کروا دی، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مہینے میں انہی کی نسل سے ایک جوان سال سکواڈرن لیڈر جناب محمد حسن صدیقی نے دو منٹ میں ان دو دندناتے طیاروں کو واصل جہنم کر کے بتا دیا کہ اس ملک میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد موجود ہے، تحفظ عقیدہ ختم نبوت کا مرحلہ آیا تو خاندان صدیقی کے چشم و چراغ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ ایسے سرگرم عمل ہوئے کہ دشمنان ختم نبوت کو ہمیشہ کے لیے پسپا اور رسوا کر دیا، اب اسی خاندان صدیقی کے ایک اور چشم و چراغ کو اللہ تعالیٰ نے یہ ہمت اور توفیق بخشی کہ اس نے مادر وطن کے تحفظ کا حق ادا کر دیا

ابھی زندہ ہیں پروانے شبستانِ محمد کے
ہوا سے چھین لیں گے حوصلہ شمعیں بجھانے کا

اس موقع پر ہمارے معاشرے میں کچھ مذہبی اور سیاسی عناصر خوامخواہ افواجِ پاکستان کو تنقید اور توہین کا نشانہ بناتے رہتے ہیں، ہمارے اس ادارے کو اللہ تعالیٰ نے بیشمار صلاحیتوں سے سرفراز فرمایا ہے، اس ادارے نے ہر میدان میں دو قومی نظریے کی پاسبانی کا فریضہ سرانجام دیا ہے اور ملک کی جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں کا تحفظ کیا ہے، جن علاقوں میں سکندر اعظم جیسا فاتح قدم نہیں رکھ سکا، جن علاقوں کو اکبر اعظم جیسے

سور ما زیر نہیں کر سکے، ان علاقوں کو افواج پاکستان نے بڑی حکمت عملی سے ریاست پاکستان کے آئین کے ماتحت کیا اور وہاں اس خداداد مملکت کی رِٹ نافذ کی، آج وہاں امن وامان ہے، تعلیمی اور قانونی ادارے سرگرم ہیں اور عوام خوش ہیں، بلوچستان میں علیحدگی پسندوں کی کمر ٹوٹ چکی ہے، یہ تمام کامیابیاں ہمارا دشمن برداشت نہیں کر سکتا تھا، اس لیے اس نے ہمیشہ کی طرح عیاری سے کام لیتے ہوئے پاک سرحدوں کا تقدس پامال کرنے کی کوشش کی تو افواج پاکستان نے اپنی بیداری کا ثبوت دیا، عوام نے بھی بھرپور طریقے سے خراج عقیدت پیش کیا اور فوجی قافلوں پر اپنی محبت کے پھول نچھاور کیے، شکرگڑھ اور نارووال کے عوام کا جذبہ نہایت دیدنی تھا، اس موقع پر پارلیمنٹ آف پاکستان میں موجود تمام مذہبی اور سیاسی جماعتوں نے بھی تمام تر اختلافات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ایک تاریخی یک جہتی کا مظاہرہ کیا اور حکومت وقت کے ہاتھ مضبوط کیے، وزیر اعظم پاکستان کے بیانات بھی پوری دنیا میں حتیٰ کہ دشمن ملک میں بھی سراہے گئے، ان کے امن پسندی پر مبنی جذبات کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا، بالخصوص بھارتی پائلٹ کو تمام پارلیمنٹ کی مشاورت سے جو آزاد کیا گیا تو اس کی بھی دنیا کے کثیر صحافتی حلقوں میں پذیرائی ہوئی اور پاکستان کی سنجیدہ پالیسی کا تاثر مضبوط ہوا، اس دوران ہمارے کچھ احباب کو تحفظات بھی لاحق ہوئے کہ اتنی جلدی تو ایک جوتی چور کو بھی رہا نہیں کیا جاتا، حکومت پاکستان نے ایک دشمن حملہ آور آفیسر کو کیوں چھوڑ دیا، کچھ طبقے کا خیال ہے کہ ہمیں ہر چیز کو اپنے مذہب اسلام کی روشنی میں دیکھنا اور پرکھنا چاہیے، جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو رحمت دو عالم ﷺ نے اپنے جانی دشمنوں کو فرمایا کہ جاؤ آج کے دن تم سے کوئی باز پرس نہیں، یہ انتقام کا دن نہیں، انعام کا دن ہے، اس عفو عام پر راستے میں کانٹے بچھانے والے دشمن بھی دامن رسالت سے وابستہ ہو گئے، پاکستان کی اعلیٰ ظرفی، بلند نظری اور رحم دلی کو دیکھ کر ہو سکتا ہے اس دشمن آفیسر کو بھی اسلام کی توفیق نصیب ہو جائے، ویسے سوشل میڈیا پر ایسی خبریں سرگرم ہو چکی ہیں کہ ہندوستان میں بہت سے خاندانوں نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا ہے، اگر بابری مسجد کو شہید کرنے والا مسلمان ہو سکتا ہے اور سو مساجد کو تعمیر کر سکتا ہے تو ہمیں بھی اسلامی روایات پر بھروسا ہونا چاہیے اور اپنی جذباتی اور تشدد پسندی پر مبنی طبیعت اور پالیسی پر نظر ثانی کرنی چاہیے، یہ اس دور کی اٹل حقیقت ہے کہ ہر نماز کے بعد جن ملکوں پر ہم لعنت، پھٹکار کے ڈونگرے برساتے ہیں ان ملکوں میں ہمارا اسلام بڑی تیزی کے ساتھ اپنی فتوحات کے جھنڈے گاڑ رہا ہے، خود امریکہ اور برطانیہ اس کی واضح مثال ہیں، ہمارا جینا مرنا، لڑنا اور صلح کرنا، سب کچھ انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے ہونا چاہیے۔

آپ خود اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں:

یہاں ہم حکومت وقت سے یہ اپیل کرتے ہیں کہ جس جذبہ خیر سگالی کے فروغ کے لیے ایک دشمن آفیسر کو آزاد کیا ہے اسی جذبہ خیر سگالی سے ان علما کرام کو بھی آزاد کیا جائے جن کا جرم صرف اتنا ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے نام پر بننے والے ملک میں حضور اکرم ﷺ کی ختم نبوت اور ناموس رسالت کا ذکر کرتے ہیں، اپنے دشمنوں کے ساتھ مذاکرات پر زور اور اپنے دوستوں اور بھائیوں کے ساتھ میل ملاقات پر پابندی، کتنے افسوس کا مقام ہے، اہل اقتدار کا دل بہت بڑا اور حوصلہ بہت زیادہ ہونا چاہیے، اس کے ساتھ فیصل واڈا کا کفریہ بیان بہت افسوسناک ہے، لگتا ہے کہ اس حکومت کو سب سے زیادہ خطرہ اپنے زبان دراز وزراء سے ہے، اللہ تعالیٰ کے بعد عمران خان کو سب سے بڑا آدمی سمجھنا اسلام کے بنیادی عقائد پر خطرناک شب خون مارنے کے مترادف ہے، ہم اس سوچ کی بھرپور مذمت کرتے ہیں، اس قسم کے بیانات سے مذکورہ وزیر کو فی الفور توبہ کرنی چاہیے اور یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد بزرگ ترین ہستی ایک ہی ہے اور اس کا نام گرامی ہے حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ، پھر دیگر انبیاء کرام علیہم السلام، پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، پھر ائمہ اور اولیا کرام رحمہم اللہ، خدارا سیاست کریں، حماقت نہ کریں ۔

آپ خود اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

☆☆☆

فضائل علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ

⚙ ......حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے علی! میرے اور تمہارے سوا کسی کو جائز نہیں کہ اس مسجد سے جنبی ہو کر گزرے، علی بن منذر کہتے ہیں کہ میں نے ضرار بن صرد سے کہا کہ اس حدیث کے معنی کیا ہیں، انہوں نے فرمایا: یہ مطلب ہے کہ میرے اور تمہارے سوا کسی کو حلال نہیں کہ جنابت میں مسجد کو راستہ بنائے، یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ﴿جامع الترمذی، مشکوۃ: ۳/۳۴۸﴾

⚙ ......حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر بھیجا جس میں حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، رسول اللہ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی: ''الٰہی مجھے موت نہ دینا حتیٰ کہ تو مجھے علی کو دکھا دے''۔ ﴿ایضا: ۳/۳۴۸﴾

⚙ ......حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''علی سے منافق محبت نہیں کرتا اور مومن بغض نہیں رکھتا''۔ ﴿مسند احمد، جامع الترمذی﴾ یہ حدیث اسناد سے غریب ہے۔ ﴿جامع الترمذی، مشکوۃ: ۳/۳۴۸﴾ انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے علی کو برا کہا اس نے مجھے برا کہا''۔ ﴿مسند احمد، مشکوۃ: ۳/۳۴۸﴾

پیغام قرآن

صراط مستقیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم .... (غلام مصطفےٰ امجدی نوری)

ارشاد خداوندی ہے:

"اھد نا الصراط المستقیم o صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین o مولا ہم کو سیدھے راستے پر چلا، راستہ ان لوگوں کا جن پر تو نے احسان کیا نہ ان لوگوں کا جن پر غضب ہوا اور نہ بہکے ہوؤں کا"۔ ﴿سورۃ الفاتحہ﴾

......﴿اشارات﴾......

★......یہ سورۃ الفاتحہ کی دو آیات ہیں، سورۃ الفاتحہ کی بہت شان و منزلت ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنی بارگاہ ربوبیت سے مانگنے کا طریقہ بتایا ہے، جب وہ طریقہ بتا رہا ہے تو اسے قبول بھی فرماتا ہے۔

★......حضرت ابو سعید معلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں قرآن پاک کی سب سے عظیم سورۃ سکھاؤں گا، پھر پڑھا: "الحمد للہ رب العالمین" یہی سبع مثانی ہے اور یہی قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا کی گئی ہے۔ ﴿بخاری: ۳/۴۰۴﴾

★......حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے تورات اور انجیل میں "ام القرآن" کی مانند کوئی سورۃ نازل نہیں فرمائی۔ ﴿ترمذی: ۵/۸۷﴾

★......حضرت ابن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سورۃ الفاتحہ ہر بیماری کی شفا ہے۔ ﴿شعب الایمان: ۲/۴۵۰﴾

★......اس سورۃ مبارکہ میں اہل اسلام کے لیے سیدھے راستے کا تعین کیا گیا ہے۔

★......سیدھا راستہ وہی ہے جس پر انعام یافتہ لوگ چلے گویا قرآن حکیم کی وضاحت و صراحت کے مطابق نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور دیگر نیکوکاروں کا راستہ۔

★......ظاہر ہے یہی وہ نورانی گروہ ہے جس کا عقیدہ بھی درست ہے اور عمل بھی درست ہے۔

★......اب آدمی نماز کے دوران تو کہے کہ اے اللہ مجھے اپنے برگزیدہ بندوں کے نقش قدم پر چلا اور اسلام پھیرنے کے بعد کہے کہ: نہیں جی! علی پور شریف اور شرقپور شریف کیا رکھا ہے، چورہ شریف اور گولڑہ شریف کیا رکھا ہے، تم

بغداد، اجمیر اور سر ہند شریف کیوں جاتے ہو، حتیٰ کہ مدینہ منورہ کے متعلق بھی بے باکی کا مظاہرہ کرے تو اسی کا
ہے عقیدے کی منافقت یعنی نماز میں کچھ اور نماز کے بعد کچھ اور۔

★......ہم خوش نصیب ہیں جو سلام پھیرنے سے پہلے (عین حالت نماز میں) بزرگوں کا راستہ مانگتے ہیں اور س
پھیرنے کے بعد ان کے آستانوں پر حاضر ہو کر اپنی دعا اور نماز کی قبولیت کا نظارہ دیکھتے ہیں۔

★......حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیدھے راستے کے بعد انعام یافتہ بندوں کے را
ذکر اس بات کی دلیل ہے کہ اکثر لوگوں پر نقص کا غلبہ ہے، ان کی عقول صحیح اور غلط کا فرق نہیں سمجھ سکتیں، ا
ایسے شخص کامل کا ہونا لازمی ہے جس کی شخص ناقص پیروی کرے اور اس کے نور عقل سے اس کی عقل بھی منو
ہو جائے، اس طرح ناقص بھی کمالات کو حاصل کر سکتا ہے۔ ﴿تفسیر کبیر: ۱/۱۶۴﴾

★......بعد ازاں دو قسم کے لوگوں اور قوموں کا ذکر ہوا، وہ لوگ جو مغضوب ہیں اور وہ لوگ جو گمراہ ہیں، ان
اجتناب اور انحراف کی دعا سکھائی گئی ہے، مشہور تفسیر کے مطابق مغضوب لوگوں سے مراد یہودی ہیں اور ضالین یعنی
گمراہ لوگوں سے مراد عیسائی ہیں۔ ﴿ترمذی: ۴/۳۴۴﴾

★......بعض نے کہا کہ مغضوب سے مراد بد عمل ہیں اور گمراہ سے مراد بد عقیدہ ہیں۔ ﴿تفسیر کبیر: ۱/۲۲۳﴾

★......ہر مسلمان کو چاہیے کہ اپنے آپ کو یہود و نصاریٰ کے طور طریقوں سے محفوظ رکھے اور ہر کام میں سن
مصطفوی کا لحاظ کرے۔

............☆☆☆............

فضائل خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

......حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، اپنے زمانے کی بہترین خاتون مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا ہیں اور اس کی بہترین خاتون خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں۔ ﴿صحیح بخاری، صحیح مسلم، مشکوۃ: ۳/۳۶۷﴾

......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ خدیجہ آرہی ہیں، ان کے پاس برتن ہیں، اس میں سالن اور کھانا ہے، جب وہ قریب آئیں تو انہیں ان کے رب کی طرف سے اور میری طرف سے سلام کہیں اور انہیں جنت کے اس گھر کی بشارت دیں جو موتی کا بنا ہوا ہے، نہ اس میں شور ہے، نہ اس میں تکلیف ہے۔ ﴿صحیح بخاری، صحیح مسلم، مشکوۃ: ۳/۳۶۸﴾

......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی ازواج میں سے کسی پر اتنی غیرت نہ کی جتنی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا پر غیرت کی، حالانکہ میں نے ان کو دیکھا بھی نہیں تھا، رسول اللہ ﷺ ان کا بہت زیادہ ذکر کرتے تھے، بہت مرتبہ بکری ذبح کرتے اور اس کے اعضاء ان کی سہیلیوں کو بھیج دیتے، میں کبھی عرض کرتی گویا خدیجہ کے سوا دنیا میں کوئی عورت ہی نہیں تھی، آپ ﷺ فرماتے: ہاں وہ ایسی تھی، وہ ایسی تھی اور اس سے میری اولاد پیدا ہوئی۔ ﴿صحیح بخاری، صحیح مسلم، مشکوۃ: ۳/۳۶۸﴾

پیغام حدیث

کاروان عظیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم .... (غلام مصطفےٰ امجدی نوری)

ارشاد مصطفوی ہے:

''میں تمہیں تقوے، سننے اور ماننے کی وصیت کرتا ہوں، خواہ تمہارا حاکم حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، تم میں سے جو زندہ رہے گا وہ بہت سا اختلاف دیکھے گا، خبردار نئی باتوں سے بچنا، کیونکہ یہ گمراہی ہے، پس تم سے کوئی شخص وہ زمانہ پائے تو اُس پر میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنا لازمی ہے، تم اسے سختی سے دانتوں کے ساتھ پکڑ لینا''۔ ﴿جامع ترمذی: ۵/۴۴﴾

......﴿اشارات﴾......

★......اس حدیث مبارک کے راوی حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ حسن صحیح ہے، اسے سنن ماجہ، سنن ابی داوٗد، مسند احمد بن حنبل، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم اور معجم طبرانی کبیر وغیرہ میں بھی دیکھا جاسکتا ہے۔

★......یہ حدیث مبارک میں تقویٰ، سمع اور تسلیم کی اہمیت اجاگر کی گئی ہے گویا جو شخص پرہیزگار نہیں، حق سنتا نہیں، حق مانتا نہیں وہ کیسا انسان ہے، مسلمان تو ان اوصاف وکمالات سے مزین ہوتا ہے۔

★......یہ بھی اسلام کا حسن ہے کہ اس میں غلاموں کو حاکمیت کے اعلیٰ منصب پر فائز کیا گیا، ہند کے ''خاندان غلاماں'' کی حکومت اور مصر کے مملوک کا اقتدار اس کی واضح مثالیں ہیں، حضرت زید بن حارثہ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما جیسے افراد اسی حسن مساوات کے عملی شہکار ہیں، گویا اسلام میں ذات پات نہیں قابلیت دیکھی جاتی ہے۔

کوئی قابل ہو تو ہم شانِ کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

★......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور خلفائے راشدین کی سنت پر چلنے سے ایک کاروانِ عظیم تیار ہوتا ہے جو تہتر فرقوں اور گروہوں میں ملت واحدہ، سواد اعظم اور سبیل المومنین کے مبارک ناموں سے یاد کیا جاتا ہے، اسی کو ''اہل السنۃ والجماعۃ'' بھی کہا گیا ہے، یہ صحابہ کرام، تابعینِ عظام اور صالحینِ فخام کی عظیم اور حسین جماعت ہے جس کے چہرے قیامت کے روز بھی چمکدار ہوں گے۔

★......یہ کاروانِ عظیم خارجیت سے بھی کنارہ کش ہے اور رافضیت سے بھی بیزار ہے، یہ کسی اللہ والے کا انکار نہیں

کرتا، سب کا اقرار کرتا ہے، اس میں اعتدال ہے، اس کا راستہ افراط وتفریط سے پاک ہے، اس کا عقیدہ اخلاص اور محبت سے آراستہ ہے، یہی سب سے بڑا گروہ نجات کا حقدار ہے کیونکہ اس کی اجتماعیت کو ہر قسم کی گمراہی سے محفوظ کیا گیا ہے، فرمایا: ”میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی“۔

☆......آج ہر باطل قوت کا حملہ اسی اسلامی اجتماعیت پر ہے تا کہ اس کے عقائد واعمال کو بدعات وخرافات سے آلودہ کر دیا جائے، ہمیں اس سازش سے خود بھی اور اپنی نسلوں کو بھی بچانا چاہیے، آج ہمارے قائدین میں اتفاق و اتحاد کی جو کمزوری نظر آرہی ہے اسے اپنے جذبہ ایثار سے مضبوط کرنا چاہیے، جب عقائد واعمال میں کوئی شرعی اختلاف نہ ہو تو اپنا نفس امارہ قربان کر کے محض امت مسلمہ کی فلاح یابی کے لیے کسی ایک کے پیچھے چلنے سے کوئی رسوا نہیں ہوتا، عزت دارین میں اضافہ ہوتا ہے، سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے، جو عاجزی اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے سربلندی عطا کرتا ہے، خدارا اس کاروانِ عظیم کی حرمت کا خیال کیا جائے ورنہ یہ کاروانِ عظیم تو سرگرم عمل رہے گا، اسے خراب کرنے والے نفس پرستوں کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔

......☆☆☆......

فضائل عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہا

✿......حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! یہ حضرت جبریل علیہ السلام ہیں اور تمہیں سلام کہتے ہیں، انہوں نے جواب دیا: ان پر بھی سلام اور اللہ کی رحمت اور فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ دیکھتے تھے جو میں نہ دیکھتی تھی۔ ﴿صحیح بخاری، صحیح مسلم، مشکوۃ: ۳/۳۶۸﴾

✿......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مجھے تین رات خواب میں دکھائی گئی ہو، تمہیں (یعنی تمہاری تصویر کو) فرشتہ ریشمی ٹکڑے میں لاتا تھا اور مجھ سے کہتا تھا کہ یہ آپ کی بیوی ہے، میں نے تمہارے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو وہ تم ہی تھی، میں نے کہا: اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو وہ اسے پورا فرمادے گا۔ ﴿صحیح بخاری، صحیح مسلم، مشکوۃ: ۳/۳۶۸﴾ انہی سے روایت ہے کہ لوگ اپنے تحفوں اور ہدیوں کے لیے عائشہ کی باری کا دن تلاش کرتے تھے، اس سے وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا حاصل کرنا چاہتے تھے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے دو گروہ تھے، ایک گروہ میں عائشہ، حفصہ، صفیہ اور سودہ رضی اللہ عنہن تھیں اور دوسرے گروہ میں ام سلمیٰ اور باقی بیویاں تھیں، ام سلمیٰ کے گروہ نے گفتگو کی اور ان سے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کرو کہ آپ لوگوں سے فرمادیں کہ جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ بھیجنا چاہے وہ بھیج دیا کرے، حضور جہاں بھی موجود ہوں، انہوں نے عرض کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے عائشہ کے بارے میں تکلیف نہ دو کیونکہ اس کے سوا کوئی بیوی نہیں جس کے بستر میں میں ہوں اور وحی آئے، انہوں نے کہا: میں آپ کی ایذا رسانی پر اللہ سے توبہ کرتی ہوں۔ پھر اس گروہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھیجا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیٹی جس سے میں محبت کرتا ہوں کیا تم اس سے محبت نہیں کرتی؟ کہا: ہاں! فرمایا: پھر عائشہ سے محبت کرو۔ ﴿صحیح بخاری، صحیح مسلم، مشکوۃ: ۳/۳۶۸﴾

پیغامِ مکتوبات

اہلِ نجات کا طریقہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(غلام مصطفےٰ مجددی نوری)

ارشادِ امام ربانی ہے:

''خرمستی کا شکار ہونے والوں نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو محض بشر کہا اور باقی انسانوں جیسا تصور کیا تو نتیجہ یہ ہوا کہ منکر ہو گئے اور خوش قسمت لوگوں نے انہیں رسالت کے رنگ میں دیکھا، رحمت عالمیان جانا اور تمام انسانوں سے ممتاز دیکھا تو ایمان جیسی متاع عزیز سے مشرف ہو گئے اور ان کا شمار نجات پانے والوں میں ہو گیا''۔ ﴿مکتوبات: ۳/۶۴﴾

.......﴿اشارات﴾.......

★......حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کی اس عبارت مبارکہ میں دو گروہوں کا ذکر ہے، ایک حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کو عام بشر سمجھنے والا اور دوسرا ان کو شہکار رسالت اور رحمت ہر عالم ماننے والا۔

★......پہلا گروہ بد عقیدہ اور گمراہ ہے، صراط مستقیم اور کاروان عظیم سے بچھڑا ہوا ہے، جبکہ دوسرا گروہ اہل نجات اور اہل ہدایت ہے، گویا قرآن وحدیث کے پیغامات کی اس پیغام مکتوبات میں پوری طرح وضاحت ہو گئی اور معاملہ نکھر کر سامنے آ گیا کہ گمراہ لوگ اللہ تعالیٰ کے محبوب اعظم کو عام بشر سمجھتے ہیں اور یہ برا عقیدہ ان کی نشانی ہے جبکہ ہدایت یافتہ ان کو محبوب اعظم تصور کرتے ہیں اور یہ حسین عقیدہ ان کی نشانی ہے۔

★......قرآن وحدیث کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ کفار مکہ نے حضور اکرم ﷺ کو عام بشر کہا تھا اور آپ ﷺ کی جملہ صفات وکمالات کا انکار کیا تھا جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انہیں ہر اعتبار سے افضل واعلیٰ جانتے تھے اور آج ان کے نقش قدم پر چلنے والا سواد اعظم بھی انہیں ہر اعتبار سے افضل واعلیٰ جانتا ہے، یہ عقیدہ سب اہل نجات کے ایمان کی جان، دین کی روح اور اسلام کا مغز ہے۔

★......ہمیں بتایا جائے کہ کون اپنے جیسے بشر کا لعاب دہن ہانڈی میں ڈالتا ہے، کون اپنے جیسے بشر کے پسینے کی خوشبو حاصل کرتا ہے، کون اپنے جیسے بشر کے وضو کے پانی کو سنبھال کر رکھتا ہے، کون اپنے جیسے بشر کا بول نوش کرتا ہے، کون اپنے جیسے بشر کے بال ٹوپیوں میں سیتا ہے اور ان کے توسل سے فتح وکامرانی حاصل کرتا ہے، کون اپنے جیسے بشر کا تھوک اپنے چہرے پر ملتا ہے، یہ سب کام تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیا کرتے تھے، گویا ان کا عقیدہ تھا کہ حضور اکرم ﷺ ہمارے جیسے بشر نہیں ہیں بلکہ خدا کی ساری خدائی کے بادشاہ بن کر آئے ہیں۔

تیرے خلق کو حق نے عظیم کہا تیری خلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا تیرے خالق حسن وادا کی قسم

★......شمائل میں کتنی روایات ہیں جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے جذبات واحساسات کا ذکر کر کے آخر میں اسی پر بات ختم کردی کہ ہماری آنکھ نے حضور جیسا نہ پہلے کوئی دیکھا، نہ بعد میں کوئی دیکھا

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری — حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے
لیکن رضاؔ نے ختمِ سخن اس پہ کر دیا — خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

......☆☆☆......

فضائل فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

✿......حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال جناب فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان سے کچھ سرگوشی کی، وہ رونے لگیں، پھر ان سے کچھ بات کی تو وہ ہنسنے لگیں، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو میں نے ان سے رونے اور ہنسنے کے متعلق پوچھا، انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی وفات کی خبر دی تھی تو میں رونے لگی، بعد ازاں یہ خبر دی کہ بے شک میں مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا کے سوا تمام جنتی عورتوں کی سردار ہوں، اس پر میں ہنسنے لگی۔ ﴿جامع الترمذی، مشکوٰۃ:۳/۳۷۰﴾ بعض روایات میں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی مطلق فضیلت بھی مروی ہے۔

✿......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لیے تمام جہانوں کی عورتوں میں سے مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد اور آسیہ زوجہ فرعون بہ اعتبار فضیلت کافی ہیں۔ ﴿ایضاً﴾

✿......حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور فاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم کے متعلق فرمایا کہ جوان سے لڑے میں ان سے لڑنے والا ہوں اور جوان سے صلح کرے میں اس سے صلح کرنے والا ہوں۔ ﴿جامع الترمذی، مشکوٰۃ:۳/۳۶۰﴾

✿......حضرت جمیع بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنی پھوپھو جان کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور پوچھا کہ کون سا شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پیارا تھا؟ انہوں نے فرمایا: فاطمہ، پھر پوچھا کہ مردوں میں؟ فرمایا: ان کا خاوند "یعنی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ"۔ ﴿جامع الترمذی، مشکوٰۃ:۳/۳۶۰﴾

✿......حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ میرا جگر گوشہ ہے جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا، ایک روایت میں ہے کہ جو چیز اسے پریشان کرتی ہے وہ مجھے پریشان کرتی ہے اور جو اسے تکلیف دیتا ہے وہ مجھے تکلیف دیتا ہے۔ ﴿صحیح بخاری، صحیح مسلم، مشکوٰۃ﴾

پیغام فقہ

ماخوز از تفسیر صراط الجنان

رمضان المبارک فضائل و مسائل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرتب: قاری محمد زاہد صدیقی

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے کہ کہیں تمہیں پرہیز گاری ملے“۔﴿سورۃ البقرۃ:۲/۱۸۳﴾

اس آیت میں روزے کی فرضیت کا بیان ہے، شریعت میں روزہ یہ ہے کہ صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک روزے کی نیت سے کھانے پینے اور ہم بستری سے بچا جائے۔﴿خازن:۱/۱۱۹﴾

روزہ بہت قدیم عبادت ہے:

اس آیت میں فرمایا گیا: ”جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض تھے“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ بہت قدیم عبادت ہے، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تمام شریعتوں میں روزے فرض ہوتے چلے آئے ہیں اگرچہ گزشتہ امتوں کے روزوں کے دن اور احکام ہم سے مختلف ہوتے تھے، یاد رہے کہ رمضان المبارک کے روزے ۱۰ شعبان ۲ ہجری میں فرض ہوئے تھے۔

روزے کا مقصد:

آیت کے آخر میں بتایا گیا ہے کہ روزے کا مقصد تقویٰ و پرہیز گاری کا حصول ہے، روزے میں چونکہ نفس پر سختی کی جاتی ہے اور کھانے پینے کی حلال چیزوں سے بھی روک دیا جاتا ہے تو اس سے اپنی خواہشات پر قابو پانے کی مشق ہوتی ہے جس سے ضبط نفس اور حرام سے بچنے پر قوت حاصل ہوتی ہے اور یہی ضبط نفس اور خواہشات پر قابو وہ بنیادی چیز ہے جس کے ذریعے آدمی گناہوں سے رکتا ہے، قرآن پاک میں ہے:

☆......”وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰى ۝ اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا تو بے شک جنت ہی ٹھکانا ہے۔﴿نازعات:۴۰،۴۱﴾

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جوانو! تم میں جو کوئی

نکاح کی استطاعت رکھتا ہے وہ نکاح کرے کہ یہ اجنبی عورت کی طرف نظر کرنے سے نگاہ کو روکنے والا ہے اور شرمگ
کی حفاظت کرنے والا ہے اور جس میں نکاح کی استطاعت نہیں وہ روزے رکھے کہ روزہ قاطع شہوت ہے۔ ﴿
بخاری:۳/۴۲۲ الحدیث:۵۰۶۶﴾ ارشاد خداوندی ہے:

”اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِیْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَهٗ فِدْیَةٌ طَعَامُ مِسْكِیْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ گنتی کے دن ہیں تو تم میں جو کوئی بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں اور جنہیں اس کی طاقت نہ ہو وہ بدلہ دیں ایک مسکین کا کھانا پھر جو اپنی طرف سے نیکی زیادہ کرے تو وہ اس کے لیے بہتر ہے اور روزہ رکھنا تمہارے لیے زیادہ بھلا ہے اگر تم جانو“۔ ﴿سورۃ البقرہ:۲/۱۸۴﴾

﴿اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ: گنتی کے چند دن ہیں﴾ فرض روزے گنتی کے دن ہیں یعنی صرف رمضان کا ایک مہینہ ہے جو انتیس دن کا ہو گا یا تیس دن کا، لہٰذا گھبرانے کی ضرورت نہیں بلکہ یہ ذہن میں رکھو کہ جس رب عز و جل نے تمہیں گیارہ ماہ کھلایا پلایا، وہ اگر ایک ماہ صرف دن کے وقت کھانے پینے سے منع فرما دے اور اس فاقے میں بھی تمہارے جسم وروح، ظاہر و باطن، دنیا و آخرت کا فائدہ ہو تو ضرور اس کی اطاعت کرو۔

﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِیْضًا: تو تم میں جو کوئی بیمار ہو﴾ حیض ونفاس والی عورت کو تو روزہ رکھنے کی اجازت ہی نہیں وہ تو بعد میں قضا کرے گی، اس کے علاوہ بھی چند افراد ہیں جنہیں روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے، آیت میں بطور خاص بیمار اور مسافر کو رخصت دی گئی ہے لیکن یہ یاد رہے کہ سفر سے مراد تین دن کی مسافت یعنی ساڑھے ستاون میل یعنی بانوے کلومیٹر ہے، اس سے کم سفر ہے تو روزہ چھوڑنے کی اجازت نہیں۔ ﴿درمختار کتاب الصوم:۳/۴۶۲﴾

مریض کو بھی رخصت ہے جبکہ اسے روزہ رکھنے سے مرض کی زیادتی یا ہلاک ہونے کا اندیشہ ہو تو یہ روزہ چھوڑ دے اور بعد میں ممنوع ایام کے علاوہ اور دنوں میں روزہ رکھ لے، البتہ یاد رہے کہ مریض کو محض زیادہ بیماری کے یا ہلاکت کے صرف وہم کی بنا پر چھوڑنا جائز نہیں بلکہ ضروری ہے کہ کسی دلیل یا سابقہ تجربہ یا کسی ایسے طبیب کے کہنے سے غالب گمان حاصل ہو جو طبیب ظاہری طور پر فاسق نہ ہو۔ ﴿ردالمحتار کتاب الصوم:۳/۴۶۴﴾

روزے کی رخصت کے چند اہم مسائل:

① ...... جو فی الحال بیمار نہ ہو لیکن مسلمان ماہر طبیب یہ کہے کہ روزے رکھنے سے بیمار ہو جائے گا وہ روزہ چھوڑ سکتا ہے۔

② ...... حاملہ یا دودھ پلانے والی عورت کو اگر روزہ رکھنے سے اپنی یا بچے کی جان کا یا اس کے بیمار ہو جانے کا اندیشہ ہو تو اس کو بھی افطار جائز ہے۔

③......جس مسافر نے طلوع فجر سے قبل سفر شروع کیا اس کو تو روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے لیکن جس نے طلوع فجر کے بعد سفر کیا اس کو اس دن کا روزہ چھوڑنے کی اجازت نہیں۔ ﴿بہار شریعت: ۱/۱۰۰۳﴾

﴿فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ: ایک مسکین کا فدیہ﴾ شیخ فانی وہ بوڑھا جس کی عمر ایسی ہوگئی کہ اب روز بروز کمزور ہی ہوتا جائے گا، جب وہ روزہ رکھنے سے عاجز ہو یعنی نہ اب رکھ سکتا ہے اور نہ آئندہ ہی اس میں اتنی طاقت آنے کی امید ہو کہ روزہ رکھ سکے، اس کے لیے جائز ہے کہ روزہ نہ رکھے اور ہر روزے کے بدلے فدیے کے طور پر نصف صاع یعنی اسی گرام کم دو کلو گندم یا اس کا آٹا دیدے یا اس کی قیمت دیدے اور اگر فدیہ جو سے دینا ہو تو گندم سے دگنا دینا ہوگا۔ ﴿درمختار کتاب الصوم: ۳/۴۷۱﴾ یہ بھی یاد رہے کہ اگر فدیہ دینے کے بعد روزہ رکھنے کی قوت آگئی تو روزہ رکھنا لازم ہو جائے گا۔ ﴿عالمگیری، کتاب الصوم: ۱/۲۰۷﴾ اگر کوئی شیخ فانی غریب و نادار ہو اور فدیہ دینے کی قدرت بھی نہ رکھتا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا رہے۔ ﴿درمختار کتاب الصوم: ۳/۴۷۲﴾

﴿فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ: پھر جو اپنی طرف سے نیکی زیادہ کرے تو وہ اس کے لیے بہتر ہے﴾ فدیہ کی مقدار تو مخصوص ہے لیکن اگر کوئی زیادہ دینا چاہے تو بخوشی دے سکتا ہے، جتنا زیادہ دے گا اتنا ہی ثواب بڑھتا جائے گا جیسے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نماز کے خشوع و خضوع میں فرق پڑنے پر پورا باغ صدقہ کر دیا، یہاں یہ مسئلہ بھی یاد رہے کہ مسافر و مریض کو روزہ نہ رکھنے کی اگرچہ اجازت ہے لیکن زیادہ بہتر و افضل روزہ رکھنا ہی ہے جیسا کہ آیت کے آخر میں فرمایا: ''وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ'' اور تمہارا روزہ رکھنا تمہارے لیے بہتر ہے۔

روزے کے طبی فوائد:

طبی لحاظ سے روزے کے بے شمار فوائد ہیں:

①......روزہ رکھنے سے معدے کی تکالیف اور اس کی بیماریاں ٹھیک ہو جاتی ہیں اور نظام انہضام بہتر ہو جاتا ہے۔

②......روزہ شوگر لیول، کولیسٹرول اور بلڈ پریشر میں اعتدال لاتا ہے اور دل کا دورہ پڑنے کا خطرہ نہیں رہتا۔

③......روزے کے دوران خون کی مقدار میں کمی ہو جاتی ہے اور اس کی وجہ سے دل کو انتہائی آرام پہنچتا ہے۔

④......روزے سے جسمانی کھچاؤ، ذہنی تناؤ، ڈپریشن اور نفسیاتی امراض کا خاتمہ ہوتا ہے۔

⑤......روزہ رکھنے سے موٹاپے میں کمی واقع ہوتی ہے اور اضافی چربی ختم ہو جاتی ہے۔

⑥......روزہ رکھنے سے بے اولاد خواتین کے ہاں اولاد ہونے کے امکانات کئی گنا بڑھ جاتے ہیں۔

''شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۫ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝''

رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اترا لوگوں کے لیے ہدایت اور رہنمائی اور فیصلہ کی روشن باتیں تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے ضرور اس کے روزے رکھے اور جو بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں، اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا اور اس لیے کہ تم گنتی پوری کرو اور اللہ کی بڑائی بولو اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت کی اور کہیں تم حق گزار ہو۔ ﴿سورۃ البقرہ:۲/۱۸۵﴾

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ : رمضان کا مہینہ﴾ اس آیت میں ماہ رمضان کی عظمت وفضیلت کا بیان ہے اور اس کی دو اہم ترین فضیلتیں ہیں، پہلی یہ کہ اس مہینے میں قرآن اترا اور دوسری یہ کہ روزوں کے لیے اس مہینے کا انتخاب ہوا، اس مہینے میں قرآن اترنے کے یہ معانی ہیں:

① ...... رمضان وہ ہے جس کی شان وشرافت کے بارے میں قرآن پاک نازل ہوا۔

② ...... قرآن کریم کے نازل ہونے کی ابتداء رمضان میں ہوئی۔ ﴿تفسیر کبیر:۲/۲۵۳﴾

③ ...... مکمل قرآن کریم رمضان المبارک کی شب قدر میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف اتارا گیا اور بیت العزت میں رہا۔ ﴿خازن:۱/۱۲۱﴾ یہ اسی آسمان پر ایک مقام ہے یہاں سے وقتاً فوقتاً حکمت کے مطابق جتنا جتنا اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا جبریل امین علیہ السلام لاتے رہے اور یہ نزول تیئس سال کے عرصہ میں پورا ہوا۔

عظمت والی چیز سے نسبت کی برکت:

رمضان وہ واحد مہینہ ہے جس کا نام قرآن پاک میں آیا اور قرآن مجید سے نسبت کی وجہ سے رمضان کو عظمت وشرافت ملی، اس سے معلوم ہوا کہ جس وقت کو کسی شرف وعظمت والی چیز سے نسبت ہو جائے وہ قیامت تک شرف والا ہے، اسی لیے جس دن اور گھڑی کو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور معراج سے نسبت ہے، وہ عظمت و شرافت والے ہو گئے، جیسے حضرت آدم علیہ السلام کی روز جمعہ پیدائش پر جمعہ کا دن عظمت والا ہو گیا۔ ﴿مسلم، کتاب الجمعہ، باب فضل یوم الجمعہ:۴۲۰﴾ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش، وصال اور زندہ اٹھائے جانے کے دن پر قرآن میں سلام فرمایا گیا۔ ﴿مریم:۱۵﴾ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنی پیدائش، وصال اور زندہ اٹھائے جانے کے دن پر سلام فرمانا قرآن میں مذکور ہے۔ ﴿مریم:۳۳﴾

﴿وَالْفُرْقَانِ: اور حق وباطل میں فرق کرنے والا﴾ زیر تفسیر آیت میں قرآن مجید کی تین شاخیں بیان ہوئیں: ① قرآن ہدایت ہے ② روشن نشانیوں پر مشتمل ہے ③ حق وباطل میں فرق کرنے والا ہے، قرآن شریف کے ۲۳ نام ہیں اور یہاں قرآن مجید کا دوسرا نام فرقان ذکر کیا گیا ہے۔

﴿يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ : اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت ہم پر فرض فرمائی لیکن رحمت سے ہم پر تنگی نہیں کی بلکہ آسانی فرماتے ہوئے متبادل بھی عطا فرما دیے، روزہ فرض کیا لیکن رکھنے کی طاقت نہ

ہو تو بعد میں رکھنے کی اجازت دیدی، بعض صورتوں میں فدیہ کی اجازت دیدی، کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر ورنہ لیٹ کر اشارے سے پڑھنے کی اجازت دیدی، ایک مہینہ روزہ کا حکم فرمایا تو گیارہ مہینے دن میں کھانے کی اجازت دیدی اور رمضان میں بھی راتوں کو کھانے کی اجازت دی بلکہ سحری وافطاری کے کھانے پر ثواب کا وعدہ فرمایا، گنتی کے چند جانوروں کا گوشت حرام قرار دیا تو ہزاروں جانوروں، پرندوں کا گوشت حلال فرمادیا، کاروبار کے چند ایک طریقوں سے منع کیا تو ہزاروں طریقوں کی اجازت بھی عطا فرمادی، مردکو ریشمی کپڑے سے منع کیا تو بیسیوں قسم کے کپڑے پہننے کی اجازت دیدی الغرض یوں غور کریں تو آیت کا معنیٰ روز روشن کی طرح ظاہر ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم پر آسانی چاہتا ہے اور وہ ہم پر تنگی نہیں چاہتا۔

﴿ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ: اور تا کہ تم گنتی پوری کرو ﴾ گنتی پوری کرنے سے مراد رمضان کے انتیس یا تیس دن پورے کرنا ہے اور تکبیر کہنے سے مراد یہ ہے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے دین کے طریقے سکھائے تو تم اس پر اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو اور ان چیزوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

..........☆☆☆..........

فضائل اصحاب بدر رضی اللہ عنہم

✿ ...... حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا: آپ اپنے لوگوں میں بدر والوں کو کیسا شمار کرتے ہیں، فرمایا: تمام مسلمانوں میں بہترین مسلمان، یا اس طرح کی اور بات کہی، انہوں نے کہا: فرشتوں میں وہ فرشتے بھی ایسے ہی ہیں جو میدان بدر میں حاضر ہوئے تھے۔ ﴿ صحیح بخاری، مشکوٰۃ: ۳/۳۸۰ ﴾ ✿ ...... حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں امید کرتا ہوں کہ جو شخص بدر یا حدیبیہ میں حاضر ہوا ان شاء اللہ وہ دوزخ میں نہیں جائے گا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا رب تعالیٰ نے یہ نہ فرمایا کہ تم میں کوئی نہیں مگر دوزخ پر ضرور وارد ہوگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے نہیں سنا؟ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ثم ننجی الذین اتقوا" پھر ہم پرہیزگاروں کو نجات دیں گے۔ ﴿ صحیح مسلم، مشکوٰۃ: ۳/۳۸۰ ﴾

زمین بدر تک جب آگیا سیل سیہ کاری
مدینے سے اٹھا نور خدا بہر ضیا باری

صفیں باندھے کھڑے تھے سامنے ایمان والے بھی
خدا والے محمد والے ہی قرآن والے بھی

نمائش تھی نہ شوکت تھی نہ گھوڑے تھے نہ جوڑے تھے
نہ کلغی تھی نہ طرہ تھا کمندیں تھیں نہ کوڑے تھے

تھے ان کے پاس دو گھوڑے چھ زرہیں آٹھ شمشیریں
بدلنے آئے تھے یہ لوگ دنیا بھر کی تقدیریں

نہ تیغ و تیر پر تکیہ نہ خنجر پر نہ بھالے پر
بھروسا تھا تو اک سادہ سی کالی کملی والے پر

انہی کی منتظر تھی غالباً شان الٰہی بھی
کہ پیاسے تھے محمد بھی محمد کے سپاہی بھی

﴿ لسان العصر حفیظ جالندھری رحمہ اللہ ﴾

فضیلت درود و سلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(خواجہ عبدالسلام صدیقی گلشن عظیم جہلم)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:''ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی، یایھا الذین امنوا صلو علیہ وسلموا تسلیماo'' بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے آپ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی آپ ﷺ پر درود پڑھو اور خوب سلام بھیجو۔ ﴿سورۃ الاحزاب﴾

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مقصود اس آیت مبارکہ سے یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی قدر و منزلت اور عزت و مرتبت لوگوں میں بچ جائے اور وہ جان لیں کہ خود اللہ تعالیٰ آپ کا ثنا خوان ہے اور اس کے فرشتے آپ پر درود بھیجتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ملاء اعلیٰ کی یہ خبر دے کر زمین والوں کو حکم دیتا ہے کہ تم بھی آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجو تا کہ عالم علوی اور عالم سفلی کے لوگوں کا اس پر اجماع ہو جائے، امام ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس آیت مبارکہ کے ذریعے مبارک دینے لگے، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو خبر بھی آپ ﷺ پر نازل ہوتی اس میں شریک ہوتے تو پھر ہمارے لیے یہ برکت نازل ہوئی'' وبشر المومنین '' ﴿تفسیر درمنثور سورۃ الاحزاب:۵۶﴾ صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں درود شریف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم ﷺ کی تکریم ہے۔ ﴿خزائن العرفان، الاحزاب:۵۶﴾ درود پاک ہمارے آقا و مولا حضور سرور کائنات ﷺ کی امت کے لیے ایسی بے بہا نعمت ہے کہ جس کی عظمتوں کا اندازہ ہماری کوتاہ اندیش عقل کے لیے ممکن نہیں، علمائے اعلام اور صوفیائے عظام کی کثیر تعداد نے اپنی اپنی تصانیف مبارکہ میں درود پاک کے ورد کے فوائد گنوائے ہیں، سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ کا قرب اور ان کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے جو ساری نعمتوں سے برتر ہے۔ ﴿نور خانقاہ ہدایت:۱۰۳﴾

آیت مبارکہ کی علمی تحقیق:

آیت مبارکہ میں مضارع کا صیغہ استعمال کیا گیا جو دوام اور استمرار پر دلالت کرتا ہے تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اور تمام ملائکہ نبی مکرم ﷺ پر ہمیشہ درود بھیجتے رہتے ہیں، علامہ فاکہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ آیت بطور احسان ذکر کی گئی ہے جملہ کی دو جہتیں ہیں، اپنی خبر کے اعتبار سے تجدد و حدوث پر دلالت کرتا ہے، اسی طرح مبتدا کی حیثیت سے استقرار و دوام پر دلالت کرتا ہے۔ ﴿القول البدیع:۳۶﴾ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر کبیر

میں فرماتے ہیں کہ اگر یہ سوال کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجتے ہیں ہم آپ پر اس لیے درود نہیں بھیجتے کہ نہ تو آپ کو ہمارے درود کی ضرورت ہے اور نہ فرشتوں کی، کیونکہ اللہ تعالیٰ خود آپ پر درود وسلام بھیجتا ہے، ہم محض آپ کی تعظیم وعظمت کے اظہار کی خاطر درود وسلام پڑھنے پر مامور ہیں، جیسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنا ذکر ہم پر واجب کر دیا ہے، حالانکہ کہ ہمارے ذکر کی اس کو کوئی ضرورت نہیں، وہ تو محض اظہار عظمت کے لیے ہم پر واجب ہے اور یہ بھی اس کی شفقت ومہربانی ہے تاکہ ہم اس کا ذکر کریں اور ثواب پائیں، اسی لیے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں فرمائے گا۔

درود پاک کی فضیلت میں احادیث مبارکہ:

- ......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو آدمی مجھ پر ایک مرتبہ درود پاک بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ ﴿صحیح مسلم رقم:۴۰۸، ترمذی شریف:۴۸۵﴾
- ......حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ پر درود پاک پڑھنا آگ کو پانی کے ساتھ بجھانے سے بھی زیادہ خطاؤں کو مٹاتا ہے اور نبی کریم ﷺ پر سلام پڑھنا گردنیں آزاد کرنے سے افضل ہے اور حضور اکرم ﷺ کی محبت نفسوں کی روح سے افضل ہے۔ ﴿القول البدیع:۱۲۵﴾
- ......حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: بخیل وہ آدمی ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا۔ ﴿سنن الکبریٰ النسائی رقم:۹۸۸۵، الترمذی جلد ۵ رقم ۳۵۴۶﴾
- ......حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو مجھ پر درود نہیں پڑھتا اس کا دین نہیں، حضرت محمد ہمدان المروزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ﴿طبرانی کبیر رقم:۸۹۴۱﴾
- ......حضرت سیدنا امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے سامنے میرا ذکر ہوا اور اس نے مجھ پر درود پاک میں خطا کی (یعنی درود پاک نہیں پڑھا) وہ جنت کی راہ بھول گیا۔ ﴿طبرانی کبیر:۳/۲۸۸۷﴾
- ......حضرت سیدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے قرآن مجید پڑھا اور اپنے رب کی حمد کی اور مجھ پر درود پڑھا تو اس نے خیر کو اپنی جگہ سے تلاش کر لیا۔ ﴿القول البدیع:۱۳۵﴾

قیوم زماں خواجہ عالم قاضی محمد صادق نقشبندی مجددی قدس سرہ کے والد ماجد مرشد برحق حضرت قبلہ عالم خواجہ محمد سلطان عالم قدس سرہ نے آپ کو بہت کم عمر میں دلائل الخیرات پڑھنے کی اجازت دے دی تھی، آپ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے صوفی عبد الکریم مظفر آبادی کو طریقت کے اسباق تلقین فرمائے تو ان کے ساتھ بندہ کو بھی سورۃ یٰسین شریف، سورۃ مزمل شریف اور دلائل الخیرات کی اجازت دے دی، اس وقت آپ کی عمر مبارک بمشکل دس سال تھی، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے عطا فرمودہ اوراد و وظائف مع دلائل الخیرات

پر عمر بھر مداومت رکھی، عید میلاد النبی ﷺ کے روز آپ کے ارشاد کے مطابق آپ کے زیر اہتمام تمام مدارس میں سنگی جمع ہو کر باوضو سوالاکھ بار درود پاک پڑھا کرتے تھے جو اب بھی جاری ہے نیز فرمایا اس دن کثرت کے ساتھ درود شریف پڑھنا چاہیے، جو احباب اس دن یہاں (خانقاہ فتحیہ یعنی کوٹلی گلہار شریف آزاد کشمیر) حاضری کے لیے آئے ہیں وہ کم از کم ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھنے والے سنگی اس دن پوری دلائل الخیرات پڑھیں، اگر ہو سکے تو روزہ بھی رکھیں اور دعا کریں، اللہ تعالیٰ سنت مبارکہ پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔﴿البلاغ المبین: ۱/۴۷﴾ ایک مرتبہ عید میلاد النبی ﷺ کا دن تھا، گلہار شریف کوٹلی میں استاذ العلما مفتی علیم الدین مجددی رحمۃ اللہ علیہ بھی حاضر خدمت تھے، آپ کے ارشاد گرامی کے مطابق نماز فجر اور ختم خواجگان شریف کے درمیان آپ کے چند فرمودات حاضرین کو سنائے، جن میں ایک یہ بھی تھا کہ اس روز عید میلاد النبی ﷺ میں حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے ارشاد کے مطابق سنگی جمع ہو کر باوضو اور باادب بیٹھ کر سوالاکھ مرتبہ درود شریف پڑھتے، دربار عالیہ میں اہتمام سے کھانا تیار کیا جاتا اور تقسیم کیا جاتا، بعض احباب طریقت آپ کے ارشاد کے مطابق پوری دلائل الخیرات اس روز پڑھا کرتے، صلوٰۃ التسبیح ادا کرتے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے، اس روز آپ کثرت سے ذکر و فکر کرنے کی تلقین فرماتے، دنیا کی فضول باتوں سے منع فرماتے، اظہار شکر کے لیے کئی احباب کو روزہ رکھنے کی تلقین فرماتے، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آج یہاں حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے طریقہ شریفہ کے مطابق عید میلاد النبی شریف کی تقریب ہوتی ہے مدارس میں درود شریف پڑھا جاتا ہے، قرآن خوانی ہوتی ہے اور اہتمام کے ساتھ کھانا تقسیم ہوتا ہے۔

............☆☆☆............

فضائلِ قرآنِ حکیم

✿......اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک یہ کرم والا قرآن ہے، چھپی ہوئی کتاب میں، اسے نہ چھوئیں مگر وضو کے ساتھ۔﴿القرآن﴾ ✿......حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں بہترین شخص ہے جو قرآن کو سیکھے اور سکھائے۔﴿سنن ابی داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ: ۱۸۳﴾ ✿......حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رب تعالیٰ فرماتا ہے، جس شخص کو قرآن پاک میں مشغول رہنے کی وجہ سے دعا کی فرصت نہیں میں اسے سب دعائیں مانگنے والوں سے زیادہ عطا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کا کلام سب کلاموں پر اس طرح افضل ہے جیسے خود اللہ تعالیٰ تمام مخلوق پر افضل ہے۔﴿ترمذی، الترغیب: ۲/۳۴۵﴾ ✿......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے، قیامت کے دن وہ اس کے لیے نور ہوگا۔﴿الترغیب: ۲/۳۴۵﴾ اور فرمایا: بے شک قرآن پاک قیامت کے دن اپنے قاریوں کی شفاعت کرے گا۔﴿الترغیب: ۲/۳۴۹﴾

معجزات تاجدار ختم نبوت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مرتب: علامہ غلام دستگیر احمد مجددی

گود میں تیری چاند اُترنے والا ہے:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں بہت بڑے تاجر تھے، ملک شام میں آپ کے ساتھ ایک ایسا واقعہ پیش آیا جو ان کے قبول اسلام کا پیش خیمہ بن گیا، ہوا یوں کہ خواب میں آپ نے دیکھا کہ چاند اور سورج ان کی گود میں اتر آئے ہیں اور وہ انہیں چادر میں لپیٹ کر سینے سے لگا رہے ہیں، بیدار ہوئے تو آپ ایک راہب کے پاس تشریف لے گئے کہ خواب کی تعبیر دریافت کروں، آپ نے پورا خواب بیان کیا تو راہب نے پوچھا: آپ کا نام کیا ہے؟ آپ نے کہا: ابوبکر! اس نے پوچھا: آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ آپ نے کہا: مکہ میں رہتا ہوں، اس نے پوچھا: قبیلہ کیا ہے؟ آپ نے کہا: قبیلہ بنو قریش سے، اس نے پوچھا: کیا کام کرتے ہو؟ آپ نے کہا: میں تجارت کرتا ہوں، یہ سن کر راہب نے کہا: آخری زمانہ میں ایک شخص پیدا ہوگا جس کا اسم گرامی اور لقب امین صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا، وہ نبی آخر الزمان ہیں، ان کا تعلق قبیلہ بنو ہاشم سے ہوگا، اگر وہ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا، وہ سید الاولین والآخرین ہیں، راہب نے بیان جاری رکھتے ہوئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کو مبارک ہو آپ سب سے پہلے ان پر ایمان لا کر ان کے وزیر ہوں گے، جب وہ دنیا سے پردہ فرمائیں گے تو آپ خلیفۃ المسلمین ہوں گے، یہ آپ کے خواب کی تعبیر ہے، آخر میں راہب نے عجیب بات کہی، میں نے تورات، انجیل اور زبور میں ان کی نعتیں پڑھی ہیں اور سنو کہ میں ان پر ایمان بھی لا چکا ہوں لیکن نصارٰی کے خوف سے میں نے اپنے ایمان کو ظاہر نہیں کیا۔

راہب کی باتیں سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر رقت طاری ہوگئی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شوق پیدا ہوگیا، وہ مکہ میں آئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، دعوت اسلام کے باعث لوگ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کنارہ کش ہو چکے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: آپ روزانہ میرے پاس آتے ہیں لیکن اسلام کیوں نہیں قبول کرتے؟ (بلکہ مشہور روایت ہے کہ بعثت کے پہلے دن ہی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور) کہا: اگر آپ اللہ کے نبی ہیں تو کوئی معجزہ دکھایئے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا: آپ نے شام میں جو خواب دیکھا اور راہب نے جو تعبیر بتائی کیا یہی اسلام لانے کے لیے کافی نہیں ہے؟ یہ سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پکار اٹھے، سچ فرمایا ہے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ

نے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد آپ اللہ کے سچے رسول ہیں، یہ کہا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ ﴿جامع المعجزات:۱۳، از الشیخ محمد الواعظ الرھاوی رحمۃ اللہ علیہ﴾

وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے:

ابوجہل کے گھر میں کافر جمع تھے، وہ سب چراغ مصطفوی کو بجھانے کی تدبیریں کر رہے تھے کہ اچانک طارق الصیدانی دوڑتا ہوا آیا اور بولا: آج اگر میری بات مان لو تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنا آسان رہے گا، کافروں نے پوچھا: کس طرح؟ طارق بولا: اس وقت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کعبہ کی دیوار سے پشت لگائے بیٹھے ہیں، ہم میں سے کوئی کعبہ کی چھت پر چڑھ کر ان کے سر پر وزنی پتھر مارے تو وہ موقع پر ہی شہید ہو جائیں گے، معاذ اللہ، یہ سنتے ہی شہاب نامی ایک کافر اٹھا اور بولا کہ مجھے اجازت دی جائے، میں اس وقت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو شہید کر کے آتا ہوں، سب کافروں نے اجازت دے دی، ایک بڑا پتھر لے کر وہ کعبہ کی چھت پر چڑھ گیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر انور کا نشانہ لے کر پتھر نیچے پھینک دیا، اچانک کعبہ کی دیوار سے ایک پتھر نکلا جس نے پہلے پتھر کو ہوا میں روکے رکھا یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام سے اٹھ کھڑے ہوئے تو دیوار کعبہ کا پتھر دیوار میں جا لگا اور شہاب کا پتھر زمین پر گر پڑا، شہاب یہ منظر دیکھ کر چونک اٹھا، چھت سے نیچے اترا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں آ گرا اور پکار اٹھا: ''اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ'' شہاب نے اسلام قبول کیا تو اس کا بیٹا طارق بھی مسلمان ہو گیا۔ ﴿جامع المعجزات:۲۳﴾

گوہ کی گواہی:

روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ حضور تاجدار ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی شریف میں تشریف فرما تھے، ایک اعرابی آیا اور آتے ہی بولا: یا محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ سے نفرت کرتا ہوں، آپ کی قوم سے ڈر نہ ہو تو ابھی آپ کو قتل کر دوں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے طیش میں آ کر تلوار سونت لی اور اعرابی پر حملہ کرنے ہی والے تھے کہ حضور تاجدار ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان حائل ہو گئے اور فرمایا: رک جاؤ عمر! اسے قتل نہ کرنا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی سے فرمایا: تم کس قبیلہ سے ہو؟ اس نے کہا: میں قبیلہ بنی سلیم سے ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے آج تک میرے بارے میں کوئی ناپسندیدہ بات سنی ہے یا میں نے تمھیں کبھی کوئی تکلیف پہنچائی ہے؟ اس نے کہا: نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم ایک ایسے شخص کو قتل کیوں کرنا چاہتے ہو جو تمہارے کہنے کے مطابق نہ تو برا ہے اور نہ ہی کبھی اس نے تمہیں نقصان پہنچایا ہے؟ تم خود ہی فیصلہ کرو کہ تم کہاں تک حق بجانب ہو؟ اگر تم نادم ہو تو ایسا کرو کہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاؤ، اس نے کہا: میں کیوں مسلمان ہو جاؤں؟ آپ تو ساحر، کاہن اور کاذب ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: نہیں ہرگز نہیں، میں ساحر اور کاہن نہیں بلکہ میں تو اللہ کا رسول ہوں، ایک ایسا رسول جو تمام بنی نوع انسان کی طرف مبعوث ہوا ہے، میں کاذب نہیں ہوں بلکہ میں تو روئے زمین پر بسنے والے ہر متنفس سے زیادہ سچا ہوں، اس لیے تم میری بات پر یقین کرو اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاؤ، اس نے کہا: میری ایک شرط ہے کہ میرے پاس ایک چیز ہے اگر وہ آپ پر ایمان لے آئے تو میں بھی مسلمان ہو جاؤں گا، آپ ﷺ نے اس کی شرط مان لی تو اعرابی نے اپنی آستین کو جھٹکا دیا تو اس کی آستین سے ایک گوہ نکلی، حضور اکرم ﷺ نے گوہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے گوہ! تم پر سلام ہو، گوہ زبان حال سے پکار اٹھی: آپ پر لاکھوں سلام اے فخر انسانیت! حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بتاؤ میں کون ہوں؟ تو گوہ کہنے لگی: آپ رسول برحق ہیں، فخر انسانیت ہیں اور خاتم النبیین ہیں، قیامت کے روز حمد کا پرچم آپ کے دست مبارک میں ہوگا، آپ پر ایمان لانے والے کے لیے نجات ہے اور منکر کے لیے خسران ہے، حضور اکرم ﷺ نے پوچھا: تم کس کی عبادت کرتی ہو؟ تو گوہ نے بزبان فصیح کہا: میں اس خدا کی عبادت کرتی ہوں، آسمان پر جس کا عرش ہے، زمین پر جس کی طاقت کا سکہ رواں ہے، خشکی پر جس کے بدائع اور سمندر ہیں، جس کے عجائبات ہیں، قیامت کے روز جس کی حکومت ہوگی، جہنم میں جس کا عذاب اور جنت میں جس کی رحمت ہوگی، اعرابی نے گوہ کی زبان سے یہ گواہی سنی تو مسکرا کر بولا: یارسول اللہ! ﷺ پہلے آپ سے نفرت تھی، اب کائنات کی ہر چیز سے زیادہ آپ سے محبت ہوگئی ہے، یہ کہا اور کلمہ پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوگیا۔ ﴿جامع المعجزات: ۴۳﴾

نور محمدی ﷺ کی برکات:

روایت ہے کہ ابرہہ جب مکہ مکرمہ میں تخریب کاری کے لیے آیا تو حضور اکرم ﷺ کے دادا جان حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ سے باہر نکلے، آپ کی پیشانی سے نور محمدی ﷺ چمکا، نور کی چمک کعبۃ اللہ پر پڑی تو آفتاب کی روشنی ماند پڑ گئی، حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ واپس مکہ مکرمہ آگئے، قوم نے پوچھا کہ آپ واپس کیوں آئے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ نور والا ہالا آخر غالب آجائے گا، ابرہہ نے قاصد بھیج کر حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا، ابرہہ کے لشکر میں "چار ہزار ہاتھی" تھے اور لشکر کا سالار قبیلہ حمیری کا ایک بہادر شخص تھا جسے ایک ہزار گھڑ سواروں کے برابر مانا جاتا تھا، حمیری جب حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے سامنے آیا تو آپ کی پیشانی میں نور محمدی ﷺ کی چمک دیکھ کر گھوڑے سے نیچے اتر آیا اور سجدے میں گر گیا۔

ہاتھیوں میں ایک سفید ہاتھی جو کہ دستے کا سالار تھا، حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ جب ہاتھیوں کے قریب سے گزرے تو تمام ہاتھیوں نے آپ کو سجدہ کیا، ہاتھی کہنے لگے: "نور محمدی ﷺ آپ پر سلام ہو، بشارت ہو اسے جو آپ پر ایمان لائے، آپ رحمۃ للعالمین اور سید المرسلین ہیں" ابرہہ نے جب ہاتھیوں کو سجدہ کرتے دیکھا تو اسے حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ پر بہت غصہ آیا، حمیری نے کہا: بادشاہ ان پر ناراض کیوں ہو رہے ہو، جب وہ آپ کے

سامنے آئیں تو تم بھی تعظیم کے بغیر نہ رہ سکو گے، چنانچہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ جب ابرہہ کے سامنے آئے تو وہ مسند سے نیچے اتر آیا اور آپ کو سجدہ کرنے لگا اور کہنے لگا: آپ کی حاجت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: میرے اونٹ واپس کردو، اس نے کہا: آپ نے مجھ سے اونٹوں کا سوال تو کیا لیکن کعبہ کے بارے میں بات کیوں نہ کی؟ اس پر حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کعبہ والا اپنے گھر کی خود حفاظت کرے گا'' یہ سن کر ابرہہ نے حکم دیا کہ آپ کے تمام مویشی واپس کردیئے جائیں، آپ اپنے اونٹ لے کر مکہ مکرمہ واپس آگئے۔ ﴿جامع المعجزات:۱۰۹﴾

فانوس بن کے جس کی حفاظت خدا کرے:

ابوجہل اور قبیلہ بنو مخزوم کے ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا تو سوچا کہ حضور اکرم ﷺ کا سر انور پتھر سے کچل دیا جائے معاذ اللہ، ابوجہل آیا، اس نے ابھی پتھر اٹھایا ہی تھا کہ اس کا بازو گردن تک مفلوج ہو کر رہ گیا، پتھر ابھی تک اس کے ہاتھ ہی میں تھا اور وہ اسی حال میں اپنے دوستوں کے پاس آیا تو وہ پتھر اس کے ہاتھ سے گر پڑا، اس نے دوستوں کو تمام واقعہ سنایا تو مخزومی نے کہا کہ اس پتھر سے میں ان کو قتل کر کے دکھاتا ہوں چنانچہ مخزومی وہ پتھر لے کر حضور اکرم ﷺ کو مارنے کے ارادے سے گیا، حضور اکرم ﷺ ابھی نماز ادا فرما رہے تھے، اس نے حضور پاک ﷺ کو پتھر مارنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ حضور انور ﷺ اسے نظر نہ آئے، وہ بھی واپس آگیا، دوستوں نے پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے پتھر مارنے کا ارادہ کیا تو مجھے قریب ہی ایک جانور نظر آیا جو ہاتھی سے بڑا تھا اور وہ زمین پر اپنی دم مار رہا تھا، اس نے مجھے گھورنا شروع کردیا، اگر میں قریب جاتا تو وہ یقیناً مجھے کھا جاتا، یہ سن کر کافروں نے اپنا ارادہ ملتوی کردیا۔ ﴿جامع المعجزات:۱۱۷﴾

مٹ گئے، مٹتے ہیں، مٹ جائیں گے اعدا تیرے:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ عامر بن طفیل اور ارید بن ربیعہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضور اکرم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کے ساتھ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے، عامر اور ارید مسجد میں داخل ہو گئے، عامر ایک آنکھ سے کانا تھا لیکن اس کے باوجود حسن و جمال میں اپنی مثال آپ تھا، ایک شخص نے تعارف کرایا کہ آپ کی خدمت میں عامر بن طفیل حاضر ہوا ہے، حضور اکرم ﷺ نے عامر کو قریب بلایا، وہ آپ ﷺ کے پاس کھڑا ہو گیا اور بولا: یا محمد! (ﷺ) اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو کیا آپ اپنے بعد مجھے مسلمانوں کا امیر بنا دیں گے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اس کا دارومدار اللہ پر ہے وہ جسے چاہے گا مسلمانوں کا امیر بنائے گا، اس نے کہا: اگر ایسا ممکن نہیں تو مجھے بستیوں پر عامل مقرر کر کے شہروں میں اعلان کردیں، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ایسا بھی ممکن نہیں ہے، تو اس نے کہا پھر میرے ساتھ ذرا باہر تشریف لایئے میں

آپ سے ایک خاص بات کرنا چاہتا ہوں، حضور اکرم ﷺ اس کے ساتھ باہر تشریف لے آئے، عامر نے اپنے ساتھی ارید سے پہلے ہی ایک سازش بنا رکھی تھی کہ جب میں محمد (ﷺ) سے مصروف گفتگو ہو جاؤں تو تم نظر بچا کر ان کی پیٹھ کی جانب ہو جانا اور پیٹھ پر تلوار کا وار کر کے محمد (ﷺ) کو شہید کر دینا، معاذ اللہ، عامر باتوں باتوں میں حضور اکرم ﷺ سے الجھ پڑا، اس دوران ارید نے حضور اکرم ﷺ کی پیٹھ مبارک پر تلوار سے وار کرنا چاہا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے بازوؤں سے قوت سلب کر لی اور وہ تلوار اٹھانے کے قابل ہی نہ رہا، عامر نے اس کو اشارے سے کہا کہ اپنا کام کرو، اس کے اشارے کو بھانپ کر حضور اکرم ﷺ فوراً پیچھے کی جانب مڑ گئے تو دیکھا کہ ارید کا ہاتھ تلوار کے قبضے میں ہے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مولا! ان کے حق میں اپنا فیصلہ صادر فرما، اللہ تعالیٰ نے اسی لحہ ارید پر آسمانی بجلی گرا کر اسے انجام کو پہنچایا، عامر وہاں سے بھاگ نکلا اور بھاگتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ میں آپ سے ارید بن ربیعہ کے خون کا بدلہ ضرور لوں گا، حضور نے فرمایا: خدا تمہیں اتنی مہلت ہی نہیں دے گا، عامر اوس وخزرج کے قبائل کی جانب گیا، راستے میں رات اس نے ایک سلولی عورت کے ہاں گزاری، صبح اٹھا، ہتھیار بند ہوا اور صحرا میں گھوڑا دوڑانے لگا، وہ یہ کہہ رہا تھا: ''ہمارا لات'' محمد (ﷺ) واصحاب محمد (ﷺ) کے قتل پر ملک الموت کو آمادہ کرلے گا، اللہ تعالیٰ نے اسی وقت اس پر ایک فرشتہ بھیجا، فرشتے نے عامر کو ایک پر مارا تو وہ مٹی پر تڑپنے لگا اور ذلت کی موت مر گیا۔ ﴿جامع المعجزات: ۱۵۴﴾

تمہارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی:

روایت میں ہے کہ ایک روز ابی بن خلف ایک بوسیدہ ہڈی لیے حضور اکرم ﷺ کے پاس آیا اور بعث بعد الموت کے موضوع پر حضور اکرم ﷺ سے تکرار کرنے لگا، اس نے کہا: کیا اس بوسیدہ ہڈی کو بھی خدا زندہ کرے گا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: یقیناً اور سنو موت کے بعد تمہیں بھی اللہ زندہ کر کے جہنم میں ڈالے گا، یہ سنتے ہی ابی بن خلف آگ بگولہ ہو کر بولا: لات کی قسم! میں تمہیں ضرور قتل کر کے رہوں گا، حضور ﷺ نے فرمایا: رب کعبہ کی قسم! تم مجھے کبھی قتل نہیں کر پاؤ گے بلکہ ایک ایسا دن بھی آئے گا تم میرے ہاتھوں قتل ہو کر جہنم واصل ہو جاؤ گے، ابی بن خلف غصہ میں بڑبڑاتا ہوا دفعان ہو گیا، چند دنوں کے بعد حضور اکرم ﷺ نے دیکھا کہ ابی بن خلف گھوڑے کی زین کس رہا تھا، حضور اکرم ﷺ نے پوچھا: گھوڑا تیار کر رہے ہو، کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا: اس پر سوار ہو کر تمہیں قتل کرنے والا ہوں، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم یہ کبھی نہیں کر سکو گے، یاد رکھو کہ جب تم میرے ہاتھوں مارے جاؤ گے تو اسی گھوڑے پر سوار ہو گے، حضور اکرم ﷺ کا جواب سن کر وہ ہزلیات بکنے لگا، زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ غزوہ احد واقعہ ہوا، مسلمانوں اور کافروں کے لشکر آپس میں ٹکرائے، جنگ نے شدت اختیار کی تو دونوں لشکر ایک دوسرے میں گھس گئے، حضور اکرم ﷺ کے سامنے اچانک ابی بن خلف آدھمکا، آپ ﷺ نے بڑی تیزی اور مہارت سے

اس کی گردن پر نیزہ مارا، وار ٹھیک نشانے پر بیٹھا اور اس کی گردن سے خون بہنے لگا، اس نے زبردست چیخ ماری اور میدان میں اِدھر اُدھر بھاگنے لگا، درد کی شدت سے مسلسل چیخ رہا تھا، ابوسفیان اس وقت کافروں کے کمانڈر تھے، انہوں نے بھی ابی بن خلف کو چیختے چلاتے دیکھا تو غصے سے کہا: لات ومنات کی قسم! تجھ میں غیرت وحمیت کا نام تک نہیں ہے، معمولی سا زخم کھا کر بھیڑ بکریوں کی طرح چیخ رہے ہو، بیوقوف تم تو بچوں سے بھی گئے گزرے ہو، اتنا زخم اگر کسی بچے کو لگ جائے تو وہ معمولی سا رو کر دوبارہ کھیلنے لگ جاتا ہے، شرم کرو آخر تمہیں کیا ہوا ہے جو عورتوں کی طرح رو رہے ہو؟ ابوسفیان کی سرزنش پر ابی بن خلف نے جواب دیا: ابوسفیان! میں زخم کے باعث نہیں چیخ رہا بلکہ مجھے تو ایک بات یاد آرہی ہے، ایک دن محمد (ﷺ) نے کہا تھا کہ تم اس گھوڑے پر سوار ہوگے اور میں تمہیں قتل کر ڈالوں گا، میں جانتا ہوں کہ محمد (ﷺ) کی ہر بات پوری ہو کے رہتی ہے، تمہیں تو یہ زخم معمولی دکھائی دے رہا ہے لیکن میں ہی جانتا ہوں کہ میں اس وقت کتنے کرب میں ہوں، یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے گردن کا زخم دل میں اتر رہا ہے، یہ کہتے ہی وہ گھوڑے سے گر پڑا اور سارے درد سمیٹ کر جہنم میں لے گیا۔ ﴿جامع المعجزات:۱۶۵﴾

درخت کی حاضری:

ایک اعرابی حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا: حضور میں تو ایمان لا چکا ہوں لیکن کوئی نشانی دکھایئے تاکہ میرا ایمان مضبوط ہو جائے، حضور اکرم ﷺ نے پوچھا: کیا نشانی چاہتے ہو؟ اس نے عرض کیا: میں چاہتا ہوں کہ آپ سامنے والے درخت کو بلائیں تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائے، اعرابی کی فرمائش پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جاؤ میری طرف سے اس درخت سے کہہ دو کہ تمہیں اللہ کے رسول بلا رہے ہیں، اعرابی نے درخت کے قریب جا کر کہا: تجھے اللہ کے رسول نے یاد فرمایا ہے، یہ سنتے ہی درخت چاروں طرف جھکا، جڑوں کو زمین سے منقطع کیا اور زمین پر رینگتا ہوا حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا، درخت نے حضور کو سلام عرض کیا، اعرابی یہ دیکھ کر بول اٹھا: بس یہ کافی ہے یارسول اللہ ﷺ، حضور اکرم ﷺ نے درخت کو حکم فرمایا تو وہ دوبارہ اپنے مقام پر چلا گیا۔ ﴿جامع المعجزات:۱۹۳﴾

کھجوروں کی گواہی:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بدو نے حضور اکرم ﷺ سے کہا: کیا ثبوت ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں؟ آپ کھجور کے پھل سے کہیے کہ وہ آپ کی رسالت کی گواہی دے، حضور نے پکارا تو کھجور کا پھل درخت سے ٹوٹ کر حضور کے قدموں میں گرنے لگا، کھجوروں سے آواز آئی، ہم گواہی دیتی ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، یہ سنتے ہی بدو پکار اٹھا: "اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً عبده ورسوله"۔ ﴿جامع المعجزات:۲۲۵﴾

بھیڑیے کی گواہی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک ریوڑ پر بھیڑیے نے حملہ کیا اور بکری کو دبوچ لیا، چرواہے نے دوڑ کر بھیڑیے سے بکری آزاد کرالی، بھیڑیا ایک پہاڑی پر چڑھ کر بولا: چرواہے تو نے مجھ سے میرا رزق چھین لیا، چرواہے نے بھیڑیے کو کلام کرتے دیکھا تو حیرت سے کہنے لگا: خدا کی قسم! کتنے تعجب کی بات ہے میں نے آج تک بھیڑیے کو انسان کی طرح بات کرتے نہیں سنا تھا، بھیڑیے نے چرواہے سے کہا: اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات تو تم لوگوں پر ہے کہ نبی آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تمہیں نجات کی طرف بلاتے ہیں اور تم لوگ ہو کہ اس سے فرار کرتے ہو، ان کی بات سننا گوارا نہیں کرتے، چرواہا یہودی تھا وہ فوراً بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا: بھیڑیے کی داستان سنا کر کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ ﴿جامع المعجزات:۲۲۶﴾

............☆☆☆............

فضائل رمضان المبارک

- ......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ماہ رمضان کے لیے جنت شروع سال سے اگلے سال تک سنواری جاتی ہے، جب رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے تو عرش کے نیچے جنت کے پتوں سے خوبصورت آنکھوں والی حوروں پر خوشگوار ہوا چلتی ہے تو وہ عرض کرتی ہیں، اے پروردگار! اپنے بندوں کو ہمارا خاوند بنا، ان سے ہماری آنکھیں اور ہم سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی فرما۔ ﴿شعب الایمان، مشکوٰۃ:۱/۴۳۳﴾
- ......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رمضان المبارک آتا تو رسول اللہ ﷺ ہر قیدی کو چھوڑ دیتے اور ہر منگتے کو عطا فرماتے۔ ﴿شعب الایمان، مشکوٰۃ:۱/۴۳۳﴾
- ......حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صیام اور قرآن بندے کی شفاعت کریں گے، صیام عرض کریں گے، اے پروردگار! میں نے اسے دن میں کھانے اور شہوات سے روکا لہذا اس کے بارے میں میری شفاعت قبول فرما، قرآن کہے گا، میں نے اسے رات میں سونے سے روکا لہذا اس کے متعلق میری شفاعت قبول فرما، پس دونوں کی شفاعت قبول ہوگی۔ ﴿شعب الایمان، مشکوٰۃ:۱/۴۳۳﴾
- ......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رمضان المبارک آیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس وہ مہینہ آگیا جس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے، جو اس رات سے محروم رہا وہ ساری خیر سے محروم رہا اور ساری خیر سے پورا بدنصیب شخص ہی محروم رہتا ہے۔ ﴿سنن ابن ماجہ، مشکوٰۃ:۱/۴۳۳﴾

عقیدہ ختم نبوت حقیقت و حکمت

خواجہ غلام دستگیر فاروقی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عقیدہ ختم نبوت اسلامی تاریخ کا قطعی واساسی اور واضح ترین عقیدہ ہے جس کی طرف فطرت انسانی خود مائل ہے، اگر ایک لحہ کے لیے آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ جن سے حضور ختمی مرتبت ﷺ کا خاتم النبیین ہونا ثابت ہوتا ہے، ایک طرف رکھیں پھر بھی عقل وفہم انسانی کا فطری رجحان یہی ہے کہ نبی رحمت ﷺ کو آخری نبی تسلیم کیا جائے اور یقین کامل رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی نبوت و رسالت آپ ﷺ پر ختم فرمادی ہے، بخلاف اس کے سلسلہ نبوت ورسالت کے جاری ہونے کا عقیدہ رکھنا محتاج دلیل ہے، جب تک اس پر کوئی قطعی ویقینی دلائل شرعیہ ونقلیہ قائم نہ ہوں اس وقت تک اجرائے نبوت .کے امکان یا وقوع کا دعویٰ کرنا ایک صریح مغالطہ ہے جو صرف نقلاً ہی نہیں عقلاً بھی سراسر گمراہی اور ناقابل تسلیم ہے، ختم نبوت کے انکار کا اصل سبب سرکار خاتم الانبیاء ﷺ پر بے اعتمادی، ایمان بالرسالت کی کمزوری، مقام نبوت سے بے خبری، دین میں فلسفیانہ طرز فکر، یہود کی وسوسہ اندازی اور دین حنیف سے جہالت وناواقفیت، یہ وہ اسباب ہیں جن کی وجہ سے منکرین ختم نبوت نے بہت سے مسلمانوں کے دلوں میں اس عقیدہ عظیمہ کے بارے شکوک وشبہات پیدا کردیئے، تاریخ اسلام شاہد و عادل ہے کہ عقیدہ ختم نبوت کسی بھی دور میں مشکوک ومشتبہ نہیں رہا لیکن برصغیر کی سرزمین پر انگریز نے جہاں اور بہت سے فتنوں کو جنم دے کر ان کی آبیاری کی وہاں اپنے مفاد اور اسلام دشمنی کے لیے اس مرکزی عقیدے پر ضرب لگانا بھی ضروری سمجھا تاکہ وحدت امت کو پارہ پارہ کیا جاسکے، اس مکروہ سازش کو پروان چڑھانے کے لیے انگریز کو پنجاب کے ضلع گورداسپور کی تحصیل بٹالہ کے ایک غیر معروف گاؤں قادیان سے ایک شخص ہتھے چڑھا جس کے مقدر میں ان کی اس مکروہ سازش کی تکمیل تھی، مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے آقا یعنی انگریز کی خوشنودی کے لیے متعدد و کثیر دعوؤں کے بعد ۱۹۰۱ء،۱۹۰۰ء میں صاف صاف نبوت کا اعلان کرکے امت محمدیہ سے الگ نئی امت کی بنیاد ڈال دی اپنے کام کو بڑھانے کے لیے ۱۰۰ کے قریب کتب ورسائل لکھے، بلاتعصب اور تنگ نظری کے اس کی شخصیت اور لٹریچر کے مقاصد درج ذیل ہیں۔

① ...... اپنی شخصیت اور دعوؤں پر زور دینا۔

② ...... تحریفات قرآن وحدیث کو اپنی معرفت کی طرف منسوب کرنا۔

③ ...... جہاد کی قرآنی تعلیم کو منسوخ قرار دینا۔

④...... اسلامی لٹریچر میں سب وشتم (گالی گلوچ) کی بنیاد رکھنا۔

⑤...... مسلمانوں میں اپنی نبوت ومسیحیت کا ڈھونگ رچا کر انتشار، تقسیم اور فساد پیدا کرنا۔

⑥...... برٹش حکومت کی نسلاً بعد نسل وفاداری کو مذہبی عقیدہ کی الہامی سند مہیا کرنا۔

⑦...... امت محمدیہ میں اپنی امت بنا کر اپنے نہ ماننے والوں کو کافر جان کر مسلمانانِ عالم کے مصائب سے لاتعلقی کا اظہار کرنا حتیٰ کہ ان کی شکست وریخت پر شادیانے بجانا اور برطانوی فتح ونصرت کو انعامات ایزدی قرار دینا، ترجمان حقیقت، قلندر لاہوری، ڈاکٹر محمد اقبال نے کیا خوب نشاندہی فرمائی ہے

عصرِ من پیغمبر ہم آفرید　　آنکہ در قرآں بغیر از را ندید
گفت دیں را رونق از محکومی است　　زندگانی از خودی محرومی است
دولت اغیار را رحمت شمرد　　رقص ہا گرد کلیسا کرد و مُرد

ترجمہ: ''میرے زمانے میں ایک نبی پیدا ہوا جس کو اپنے سوا قرآن میں کچھ نظر نہ آیا، وہ کہتا ہے کہ غلامی میں ہی دین کی رونق ہے اس کی ساری زندگی خودی سے محروم ہے، وہ غیروں کی دولت کو رحمت سمجھتا ہے اس نے گرجا کے گرد رقص کیا اور مرگیا۔'' ﴿مثنوی پس چہ باید کرد﴾

اس وقت میرا موضوع عقیدہ ختم نبوت کی حکمتیں انتہائی اختصار سے بیان کرنا ہے نہ کہ رد قادیانیت اگرچہ اس سے خود ان کے مذہب باطل کے جڑ کٹ جاتی ہے، اس موضوع کو خاص کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قادیانیوں کی ایک چال ہے کہ وہ امت مسلمہ کے وہ افراد جو دین سے ناواقف ہیں خصوصاً جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو عقلی و فطری دلائل کی بناء پر ختم نبوت سے منحرف اور شکوک وشبہات میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ضرورت اس امر کی ہے کہ علمی وتحقیقی، نقلی وشرعی دلائل کے ساتھ عقلی وفطری نقطہ نگاہ سے نسل نو کو آگاہی دی جائے کہ اس عقیدہ کی اہمیت وحساسیت کیا ہے، اگرچہ نقلی دلائل کا انبار اور دلائل کافی وشافی ہیں۔

بڑی آزمائش سے نجات:

قرآن حکیم میں پہلی امتوں کے حالات کو عبرت ونصیحت کے لیے بیان کیا گیا، قرآن عزیز اس بات پر گواہ ہے کہ بہت سی قومیں اور امتیں عذاب الٰہی میں گرفتار ہو کر صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹادی گئیں، ہم نے کبھی غور کیا کہ ان کی تباہی وبربادی کا راز کیا تھا؟ کیوں ان کا نام ونشان تک مٹا دیا گیا؟ کیا وجہ تھی کہ قیامت تک کے لیے ان کو بطور عبرت اور سبق کے رکھا گیا؟ کیا ان کی تباہی کا راز کفر وشرک تھا؟ نہیں! کفر وشرک کی سزا آخرت ہے علیم وحکیم خالق صدیوں تک اس جرم کی سزا نہیں دیتا آج اس جرم کی کتنی کثرت ہے لیکن مجرم قومیں نیست ونابود اور مکمل استیصال سے محفوظ ہیں، کیا اقوام کی تباہی وبربادی کی وجہ فسق وفجور تھا؟ ہرگز نہیں! آج فاسق وفاجر قومیں

دنیوی عیش وعشرت سے جی رہی ہیں تھوڑا غور کریں تو اللہ تعالیٰ نے جس شخص کو اپنی کتاب لاریب کا ذرا سا ذوق بھی عطا کیا ہو تو وہ اس نتیجے تک پہنچے گا کہ پہلی امتوں پر جو ہلاکت و بربادی نازل ہوئی یقیناً وہ وہی امتیں تھیں جنہوں نے انبیاء ورسل عظام کو دیکھا مگر ان کی دعوت عظیمہ کو ٹھکرایا ان کے اقوال کو جھٹلایا ان کی ارفع واعلیٰ شان میں بے ادبیاں کیں ان کے قلوب ہائے مقدسہ کو پریشان کیا، یہ چیز قرآن حکیم کے حکمت آموز قصوں میں روح مشترک کا درجہ رکھتی ہے اور اس چیز کو واضح کر رہی ہے کہ جہاں انبیاء و مرسلین کی تشریف آوری عالم انسانیت کے لیے ان گنت رحمتوں، برکتوں کا سبب ہے دوسری طرف سخت امتحان اور شدید آزمائش بھی ہے، ان کی تشریف آوری دلوں کی حیات ہے کچھ کے لیے باعث ممات بھی ہے ایک طرف ان کا دیدار قرب الٰہی کا عظیم راستہ ہے تو دوسری طرف منکرین کے لیے عذاب الٰہی کا پیغام بھی۔

عقیدہ ختم نبوت میں کتنی بڑی حکمت ہے کہ اگر ہمارے آقا و مولیٰ محمد رسول اللہ ﷺ پر نبوت رسالت کا اکمال واتمام نہ ہوتا اور پہلی امتوں کی طرح سلسلہ نبوت جاری ہوتا تو امت محمدیہ ہر نبی کی بعثت کے وقت شدید امتحان کے دور سے گزرتی بار بار اس امت میں ایمان وکفر کا سوال پیدا ہوتا کیونکہ ایک سچے نبی کا انکار گویا سب نبیوں کا انکار ہے بہت سے ایسے افراد ہوتے جو اپنی ساری دینی کمائی لحہ بھر میں کھو بیٹھتے اور ساری عمر کی عبادت اور ریاضت کے باوجود اللہ کے عذاب کے ہمیشہ کے لیے مستحق ٹھہرتے، حضور ﷺ کے تاج ختم نبوت کی بدولت حق تعالیٰ نے اپنی رحمت کبریٰ سے اپنے محبوب کی امت کو اس عظیم آزمائش اور پرخطر امتحانوں سے محفوظ کر لیا حق تعالیٰ کا امت محمدیہ پر اس قدر عظیم احسان ہے جس پر زیادہ سے زیادہ شکر ادا کرنا بھی کم سے کم ہے، ترجمان حقیقت حکیم الامت علامہ اقبال نے کیا خوب کہا۔

پس خدا بر ما شریعت ختم کرد   بر رسول ما رسالت ختم کرد

لَا نَبِی بَعْدِیْ زِ احسان خدا است   پردۂ ناموسِ دین مصطفیٰ است

ترجمہ: خدا نے ہم پر شریعت ختم کردی اور ہمارے رسول پر رسالت ختم کردی، ''میرے بعد کوئی نبی نہیں'' (الحدیث) خدا کے احسانات میں سے ایک ہے اور اس سے دین مصطفیٰ کی عزت کا بھرم قائم ہے۔

ناقدر شناس اور سب سے بڑے احسان فراموش ہیں وہ لوگ جو اس عظیم احسان کی قدر کی بجائے سلسلہ نبوت جاری رکھنے کی آرزو رکھتے ہیں اور اس پرخطر امتحان وآزمائش کو اللہ سے مانگتے ہیں جس سے اللہ کریم نے امت محمدیہ کو محفوظ فرمالیا ہے۔

تاجدار ختم نبوت سے وفا:

امت محمدیہ کو اعجاز حاصل ہے کہ امت رنگ ونسل اور وطن کی تمام قیود سے آزاد ہے دنیا کے ہر ملک، خطہ اور رنگ ونسل کا اس سے تعلق ہے یہ اس امت کا ایسا خاصہ ہے جو اس سے پہلے کسی امت کو نصیب نہ ہوا اقبال نے کہا۔

چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا　　مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

مسلم استی دل بہ اقلیمے مبند　　گم مشو اندر جہانِ چون و چند

دل بدست آور کہ در پہنائے دل　　می شود گم ایں سرائے آب و گل

ترجمہ: ''تو مسلمان ہے اس لیے اپنا دل کسی خاص اقلیم سے مت لگا اور اس جہانِ چون وچند میں گم مت ہو جا، دل کی دولت حاصل کر کیونکہ یہ جہانِ آب وگِل دل کی وسعت میں گم ہو جاتا ہے۔

ملت محمدی نہ محدود فی المکان ہے نہ مقید بالزمان مختلف الامزاج اقوام کے اس قافلہ عظیمہ نے کتاب و سنت کو تھام کر چودہ سو برس کے اس سفر میں جس قدر مشکلات برداشت کیں سابقہ امتوں میں مجموعی اعتبار سے اس کی مثال نہیں ملتی، بڑے بڑے ڈاکوؤں، راہزنوں سے واسطہ پڑا لیکن ملت محمدی نے اپنی متاع عزیز کی حفاظت بھی کی اور وجود کو بھی برقرار رکھا مزید برآں کہ اپنے وجود میں کمی کی بجائے برابر اضافہ کرتی رہی، یہ اعجاز اس وقت آسانی سے سمجھ آتا ہے جب ہم سابقہ امتوں کی تاریخ پر گہری نظر دوڑائیں جو اس قسم کی صعوبتوں کے مقابلے میں شکست فاحشہ کھا کر راہ ہدایت ہی نہیں بلکہ اپنے رہنماؤں کو چھوڑ کر راہ فرار اختیار کر گئیں اور بحیثیت امت اپنے وجود کو ہی برقرار نہ رکھ سکیں جیسے یہود و نصاریٰ جو صرف بنی اسرائیل تک محدود تھی آسان تھا کہ اپنا وجود برقرار رکھ سکتیں لیکن آزمائش کے تھپیڑوں کی تاب نہ لاتے ہوئے حضور ﷺ کی بعثت مبارکہ سے کئی صدیاں پہلے ہی اپنے دین کو گم کر کے کتاب وسنت سے ہاتھ دھو کر بحیثیت امت اپنے وجود کو ختم کر چکیں، یہی وجہ ہے کہ آج یہود و نصاریٰ کا نام تو موجود ہے لیکن کوئی فرد بھی نہیں جس کو صحیح معنوں میں یہودی یا نصرانی کہا جا سکے، غور وفکر کریں اور تاریخ اُمم پر نظر دوڑا کر دیکھیں تو روز روشن کی طرح واضح ہوتا ہے کہ امت محمدیہ کی اس معجزانہ استقامت اور بقاء کا راز عقیدۂ ختم نبوت ہے، بڑے بڑے چوروں، راہزنوں، فریب کاروں اور سحر طرازوں نے اسے گمراہی کی دعوت دی مگر ملت و امت محمدیہ نے دعوت قبول کرنا تو کیا کسی کی طرف توجہ بھی نہ دی، یہ امت کسی اور دعوت کی طرف دیکھتی بھی کیوں، رحمت عالم کا لایا ہوا دین مکمل زندگی بخشنے والا جو ہوا، اقبال نے کہا۔

ہست دین مصطفیٰ دین حیات

شرع اُو تفسیر آئین حیات

ترجمہ: ''دین مصطفیٰ دین حیات ہے اور اس کی شریعت، آئین حیات کی تفسیر ہے''۔

خارجی حملوں نے انتہا کر دی، منافقوں نے حضور ختمی مرتبت ﷺ کی رفعت و عظمت گھٹانے اور آپ ﷺ سے امت کی وفاداری کو متزلزل کرنے کی ناپاک کوششیں کیں، حضور ﷺ کے مقابلے میں بہت سے بدحواسوں کو لا کر ختم نبوت کے مبارک عقیدے پر پشت سے وار کرنے کی کوششیں کیں لیکن امت محمدیہ کی وفاداری میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں پڑا، اقبال نے نشاندہی کی ۔

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو

ہاں اتنا ضرور ہوا کہ وہ لوگ جو جسم کے فضلات، خبیث مادے اور بدگوشت کی حیثیت رکھتے تھے یا جن کے دل نفاق کے زہر سے مسموم ہو چکے تھے وہ ان فتنوں کے جال میں مبتلا ہو کر امت سے خارج ہو گئے مگر بحیثیت مجموعی امت کا جسم بدستور سلامت رہا اور اپنے محبوب نبی سے وفاداری جوں کی توں برقرار رہی، وجہ صرف یہ کہ امت محمدیہ قرآن کو خاتم الکتب، محمد رسول اللہ کو آخری نبی سمجھتی تھی دین کو خاتم الادیان سمجھتی تھی اور پہلی امتوں میں چونکہ ختم نبوت کا عقیدہ نہیں تھا نہ ہو سکتا تھا اس لیے اپنی کتاب اور اپنے نبی سے ان کی وابستگی اس قدر مستحکم نہ تھی نہ ہو سکتی تھی، نتیجہ بالکل واضح ہے کہ اس امت کی بقاء کا راز صرف اور صرف عقیدہ ختم نبوت سے وابستہ ہوا اگر عقیدہ ختم نبوت نہ ہوتا تو قسم بخدا یہ امت بھی باقی نہ رہتی، سید ابوالفیض قلندر علی سہروردی اپنی معروفِ زمانہ کتاب ''جمال رسول'' میں رقمطراز ہیں:

محققین نے لکھا ہے کہ ایک پیغمبر کے بعد دوسرا پیغمبر آنے کی صرف تین وجہیں ہو سکتی ہیں، یا تو پہلے نبی کی تعلیم اور ہدایت نابود ہو چکی اور مر گئی ہو اور اس کو پھر زندہ کرنے کی ضرورت ہو، یا پہلے نبی کی تعلیم مکمل نہ ہو اور اس میں ترمیم و اضافے کی ضرورت ہو، یا پہلا نبی کسی خاص قوم یا طبقہ کے لیے آیا ہو اور اب ایک دوسری قوم کے لیے دوسرے نبی کی ضرورت ہو اور یہ تینوں وجوہات بھی اب باقی نہیں ہیں کیونکہ حضور علیہ السلام کی تعلیم و ہدایت زندہ ہے جیسے کہ پہلے ذکر ہو چکا لہٰذا پہلی وجہ دور ہو گئی کیونکہ نبی کی تعلیم و ہدایت کا زندہ ہونا گویا خود نبی کا زندہ ہونا ہوتا ہے اور جب ایک نبی اپنے عہدہ اور منصب پر موجود ہو تو دوسرا نبی کیسے آ سکتا ہے۔

دوسری آنحضرت ﷺ کے واسطہ سے دنیا کو اسلام کی مکمل تعلیم دی جا چکی ہے اب نہ اس میں کسی کمی بیشی کی ضرورت ہے اور نہ ہی کوئی ایسا نقص باقی رہ گیا ہے جس کی تکمیل کے لیے کسی نئے نبی کے آنے کی حاجت ہو۔ لہٰذا دوسری وجہ بھی دور ہو گئی، تیسری سرکار دو عالم ﷺ چونکہ کسی خاص قوم کے لیے نہیں بلکہ ساری کائنات کے لیے رسول مبعوث ہوئے ہیں اور تمام اہل جہان کے لیے آپ کی تعلیم و ہدایت کافی ہے اس لیے اب کسی بھی قوم کے لیے نبی آنے کی ضرورت نہیں اس سے تیسری وجہ بھی جاتی رہی اور اسی بناء پر قرآن کریم حضور ﷺ کو خاتم النبیین فرماتا

ہے، یعنی سلسلہ نبوت کو ختم کردینے والے، اس لیے اب دنیا کو کسی نبی و رسول کی حاجت باقی نہیں، بلکہ صرف ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو آنحضرت ﷺ کے نقش قدم پر خود چلیں اور آپ کی تعلیمات کو سمجھ کر خود عمل کریں اور اہل دنیا سے کرائیں۔

عقل معاد تر کی طرف گامزن:

ایک ڈاکٹر اور حکیم کسی میڈیکل یا طبیہ کالج کی اعلیٰ ڈگری حاصل تو کرلے لیکن اسے مکمل آزادی کے ساتھ پریکٹس کا موقع میسر نہ آئے تو ایسے ڈاکٹر اور حکیم کے بارے میں دو آراء نہیں ہوسکتیں کہ ایسا ڈاکٹر اور حکیم علمی و تحقیقی اعتبار سے جتنے بھی بڑے مقام پر فائز ہو اور مہارت تامہ رکھنے والا ہو لیکن عملی اعتبار سے وہ بالکل ترقی نہیں کر سکتا بلکہ جب وہ مریضوں کے علاج کی ابتداء کرے گا تو اپنے سے سینئر کے مشورے کے بغیر وہ اپنے آپ کو ابتدائی طالب علم سمجھے گا اس کے برعکس ایسا ڈاکٹر اور حکیم جو علمی اعتبار سے کم درجہ پر ہو لیکن تجربے میں بڑھ کر ہو یقیناً اس سے بہتر اور آسانی سے علاج میں کامیاب ہوسکے گا، وہ لوگ جن کا تعلق ایسے علم سے ہو اور وہ عملی پہلو بھی رکھتے ہوں سب کا یہی حال ہوگا جیسے ایڈووکیٹ، انجینئر وغیرہ، اس قسم کے حصولِ کمال میں ذہن کی آزادی اور اس کی بناء پر تفریح کو بہت دخل ہے، تجربہ بہت اہمیت کا حامل ہے کیونکہ انسان کوئی مشین نہیں بلکہ ایک صاحب فکر ہستی ہے، اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے عقیدہ ختم نبوت انسان کی ذہنی و فکری زندگی کے لیے تریاق اور آب حیات نظر آتا ہے اگر اللہ کریم حضور ﷺ پر نبوت کی تکمیل نہ فرماتا اور شریعت محمدی آخری شریعت نہ ٹھہرتی تو انسان کی عقل جامد ہو کر رہ جاتی اور ترقی کے درجات دو چار سیڑھیوں سے زیادہ کبھی طے نہ کرسکتی کیونکہ حضرت انسان نئی نبوت و رسالت اور نئی شریعت کے انتظار میں ہی رہتا اپنی عقل کو ذہنی شعور و فکر کے لیے کبھی استعمال نہ کرتا، اس امت کو اپنے نبی آخر الزمان ﷺ کی موجودگی میں اس ماحول سے باہر دیکھنے کی نوبت ہی نہ آئی جو نبی رحمتؐ ﷺ کا بنایا ہوا تھا۔

حضور ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ کے بعد جن قوموں سے واسطہ پڑا ان کا پورا نظام زندگی دنیا کے محور پر گردش کر رہا تھا، ان کی تہذیب و ثقافت، طرز تمدن، معاملات و اخلاقیات، معاشرت و سیاست گویا کہ زندگی کا ہر پہلو تصور آخرت سے محروم اور دنیا کے رنگ میں رنگا ہوا تھا ان کے افکار صرف معاش کے مرہون منت تھے اور عقل معاد کسمپرسی کے عالم میں تھی، اگر نبوت و رسالت کا دروازہ بند نہ ہوتا تو مسلمان آگے بڑھنے کی بجائے ٹھٹھک کر رہ جاتے اور کسی نئے نبی، رسول اور نئی شریعت کا انتظار کرنے لگتے' یہ عقیدہ ختم نبوت ہی تھا جس نے اجتہاد و استنباط پر آمادہ کیا اور مسلم اُمہ نے شریعت مصطفوی اور دین متین کی بنیادوں پر تمام اشکال و مسائل کو بہت آسانی سے سَر کر لیا، عقیدہ ختم نبوت پر ایمان نہ ہوتا تو سابقہ امتوں کی طرح آہستہ آہستہ زوال شروع ہوجاتا اور ایک وقت یہی زوال امت کو ارتداد تک پہنچا دیتا۔

ڈاکٹر محمد رفیع الدین ''منشور اسلام'' میں اسی ضمن میں سوال قائم کر کے جواب دیتے ہیں آیئے پڑھیے:

سوال: ہمیں نبی آخرالزمان ﷺ ہی کی پیروی کیوں کرنی چاہیے، اور آپ ہی کے بتائے ہوئے طریقۂ عبادات کو کیوں اپنانا چاہیے؟ کیا یہ ممکن نہیں کہ ہم اصولی طور پر تمام انبیاء کی بنیادی تعلیمات کی پیروی تو کریں لیکن نماز اور عبادات کی ظاہری شکل میں کسی کا اتباع نہ کریں؟ کیا یہ ممکن نہیں کہ عبادات کا نظام، ان کی شکل اور اوقات ہم اپنی مرضی، حالات اور سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے مقرر کر لیں؟

جواب: خالق کائنات سے محبت اور ربط و تعلق کو استوار کرنے کے لیے نبی کی تعلیمات پر من حیث الکل عمل اور اس پر ایمان ناگزیر ہے، ہم بحیثیت فرد اور بحیثیت اجتماع اس وقت تک خود شعوری کا ارتقاء حاصل نہیں کر سکتے جب تک ہم وقت کے نبی کا کامل اتباع نہیں کرتے، نبی پر ایمان اور اس کا کامل اتباع گویا ایسا ہی ہے کہ کوئی شخص اسکے توسط سے روحانی بالیدگی کی اعلیٰ ترین سطح حاصل کرے۔ جس طرح ایک گرم شے کو چھونے سے حرارت دوسری شے میں منتقل ہوتی ہے یا ایک چراغ کی حرارت دوسرے چراغ کو روشن کر دیتی ہے، اسی طرح نبی سے تعلق اس کے متبعین میں ایمانی نور و حرارت منتقل کرتا ہے، نبی اپنی روحانی رفعت کا کچھ حصہ اپنے صحابہ اور صحابہ بعد کے آنے والے لوگوں میں درجہ بدرجہ منتقل کرتے ہیں، گویا عشق و محبت کا نور پہلے ایک نقطہ پر مرتکز ہوتا ہے اور پھر پورے ماحول کو بقعہ نور بنا دیتا ہے اور یہ مرکزی نقطہ ہمیشہ کسی نبی کی ذات ہوتی ہے۔

اس حقیقت کی تعبیر یوں بھی کی جا سکتی ہے کہ سلسلۂ نبوت ایک حیاتیاتی ضرورت ہے جو حیاتیاتی سطح پر جوش حیات اپنے انواع کی کثرت، مخالف جنسوں میں کشش اور اختلاف سے حاصل کرتا ہے چنانچہ تمام بنی نوع انسان کے افراد ایک ہی انسانی جوڑے کی اولاد ہیں اور یہی سبب ہے کہ وہ سب جسمانی ساخت اور اعضاء کی بناوٹ میں مماثلت رکھتے ہیں جوش حیات کے پھیلاؤ کا عمل نفسیاتی سطح پر بھی جاری رہتا ہے اور وہ یوں کہ قافلہ انسانیت کے کچھ افراد نبوت سے سرفراز کیے گئے ہیں اور لوگ فطری طور پر ان کے طریقے اپنا کر روحانی بالیدگی حاصل کرتے ہیں، گویا نظریاتی اعتبار سے نبی کی حیثیت اپنے امتیوں کے لیے جد امجد کی ہوتی ہے اور وہ سب اس کا اتباع کر کے دین سے رشتہ استوار کرتے ہیں، معاشرت، قانون اور اخلاق میں ایک جیسے قوانین پر عمل کر کے ان سب میں ایک وحدت کا احساس پیدا ہونا ضروری ہے، جس طرح ایک نامیاتی خلیہ دوسرے نامیاتی خلیے کو جنم دیتا ہے، اسی طرح نظریاتی عالم میں ایک نبی کی دعوت دوسرے نبی کی تعلیم و دعوت کی بنیاد بنی تا آنکہ اس سلسلہ کے اختتام پر نبی آخرالزمان کی دنیا میں آمد ہوئی، جو شخص مکمل طور پر اور غیر مشروط طور پر نبی پر ایمان لا کر اس کا اتباع کرتا ہے وہ گویا ایک طرح سے نئی زندگی کا آغاز کر کے نفسیاتی اور نظریاتی اعتبار سے ترقی و کمال کی شاہراہ پر گامزن ہو جاتا ہے، اس شخص کی مثال اس جنین کی سی ہے جو ایک دور میں مکمل طور پر اپنی ماں پر انحصار کرتا ہے اور پھر اپنی جداگانہ

زندگی کا آغاز کرتا ہے، پھر جس طرح بچہ آغاز میں اپنی ماں کے دودھ سے غذا حاصل کرتا ہے اسی طرح ایک صاحب ایمان ویقین نبی کے کامل واکمل اسوۂ پر عمل کر کے اور اس کے علم وعرفان سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے روحانی سفر کا آغاز کرتا ہے، نبی کے بتائے ہوئے اوامر ونواہی سے وہ مسلسل عمل جاری رکھتا ہے حتیٰ کہ وہ خارج سے ٹھونسے ہوئے احکام نہیں بلکہ خود اپنے دل کی آواز اور فطرت کا تقاضا محسوس ہونے لگتے ہیں اور نبی کا بتایا ہوا خیر وشر کا فرق اسے اپنے باطن سے ابھرتا معلوم ہوتا ہے، اس کیفیت کو حاصل کر لینے کے بعد نبی کی اطاعت اسے چنداں گراں نہیں گزرتی بلکہ اس کے دل میں نبی اکرم ﷺ کے لیے شدید محبت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں، روحانی ارتقاء کے اس مرحلے پر وہ اپنے کردار واعمال اور شب وروز کے معمولات میں نبی اکرم ﷺ سے اسی طرح کی کامل مشابہت اختیار کر لیتا ہے جیسی ایک باپ اور بیٹے کے مابین ہوتی ہے، بالفاظ دیگر نبی کے مخلص اور حقیقی متبعین اس کی نظریاتی اولاد کی مانند ہوتے ہیں۔

قارئین: فقیر عرض گزار تھا کہ اللہ کریم نے اپنے محبوب اعظم واکمل ﷺ اور آپ کی شریعت کو ایسی جامعیت واکملیت عطا فرمائی کہ ملت محمدی کو کسی اور دروازے پر جانے کی ضرورت ہی نہیں ہے، کیا یہ عقیدہ ختم نبوت کی ہی حکمت نہیں ہے کہ امت محمدیہ نے ہر قسم کے زوال کو تو برداشت کیا لیکن دین کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دیا اور مسلمان کبھی کسی دور میں بھی شریعت محمدیہ سے مایوسی کا شکار نہ ہوا بلکہ شریعت کے احکام سے اور ان پر عمل کر کے فائدہ اٹھایا، اگر ختم نبوت ایک حقیقت نہ ہوتی تو قسم بخدا امت اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھتی، جدید رسول، نبی اور شریعت کا انتظار کرتی اور شریعت محمدیہ سے سوال ہی نہ کرتی اور اگر کرتی تو شریعت مصطفوی کو خاموش پاتی اور کسی نئے نبی ورسول کی جانب اشارہ کرتے ہوئے پاتی لیکن حاشا وکلا ایسا نہیں ہے، ہرگز نہیں، شریعت محمدیہ ہمیشہ سے امت کی رہنمائی کرتی چلی آئی ہے اور قیامت تک کرتی رہے گی، جان عزیز! یہ ختم نبوت کا فیضان نہیں تو اور کیا ہے؟

تعلیمات اسلامیہ کی دائمی زندگی کا راز:

بقائے امت کے ساتھ یہ اظہر من الشمس ہے کہ جس طرح ملت اسلامیہ نے کتاب وسنت کی حفاظت کے لیے کوششیں کی ہیں اس کی مثال کسی قوم اور ملت میں نہیں ملتی نتیجتاً کتاب وسنت اس طرح محفوظ ہیں کہ گویا آج ہی حضور خیر الرسل ﷺ نے یہ امانت سپرد فرمائی ہو، کیا سابقہ امتوں کو اپنی کتابیں اور انبیاء عزیز نہیں تھے کہ وہ اپنی کتابوں اور انبیاء کے طریقوں کو محفوظ کیوں نہ کر سکے؟ یہ خاصہ ملت اسلامیہ کا ہی کیوں ہے؟

قسم بخدا! اس کا راز عقیدہ ختم نبوت ہے دوسری امتوں نے اس کا اہتمام اس لیے نہ کیا کہ ان کا اپنے نبی و رسول پر عقیدہ ختم نبوت کا نہیں تھا اور نہ ہی ہو سکتا تھا وہ سمجھتے تھے اگر یہ ہدایت کم پڑ جائے گی تو دوسری ہدایت، یہ نبی نہیں تو اور آجائیں گے، یہ کتاب نہیں تو دوسری اس کی جگہ لے۔۔لے گی، یہی وجہ ہے کہ وہ اس عظیم سرمایہ کی حفاظت

نہ کر سکے، بخلاف امت محمدیہ کے اس امت کو یقین کامل تھا کہ ہماری کتاب آخر الکتب، شریعت خاتم الشرائع، دین خاتم الادیان اور نبی خاتم النبیین ہیں اگر ہم کتاب وسنت کی حفاظت سے لاپرواہ رہے تو کبھی ہدایت نہیں پاسکیں گے اس لیے پوری قوت اور زبردست اہتمام سے اپنے علمی ورثہ وسرمایہ (کتاب وسنت) کی حفاظت کا بندوبست کیا، اگر عقیدہ ختم نبوت پر کامل ایمان نہ ہوتا تو ملت رسول ہاشمی بھی کتاب وسنت کی حفاظت نہ کرسکتی اور پہلی امتوں کی طرح وادیٔ ہلاکت میں برباد ہو کر اپنا عظیم سرمایہ گنوا دیتی لیکن ایسا نہیں ہوا تو پھر کہنا ہوگا کہ اگر حضور ختمی مرتبت ﷺ پر نبوت کا اتمام واکمال نہ ہوتا تو کتاب وسنت بھی محفوظ نہ رہتے۔

تعلیمات اسلامیہ کا نعم البدل نہیں:

اسی بحث کو اگر ہم ایک اور زاویے سے لیں کہ دین اسلام تا قیامت زندہ کیوں ہے؟ اس کا سبب کیا ہے؟ تو ایک وجہ اور راز یہ بھی ہے کہ اسلامی تعلیمات کا ہر حصہ ایسی تعلیمات پر مشتمل ہے جن کا کوئی جانشین اور نعم البدل نہیں ہوسکتا اس لیے کہ اسلام نے اپنی تعلیمات میں انسان کے جزئی اور عارضی اہداف کا حصول نہیں چاہا جو زمان ومکان سے وابستہ ہوتے ہیں، کوئی بھی ایسی تنظیم وتحریک جس کے اہداف جزئی ہوں اور اس کا عمل انہیں عارضی اہداف کے لیے قیام میں آیا ہو اس ہدف کے خاتمے کے بعد وہ تحریک بھی ختم ہو جاتی ہے لیکن دنیا میں اگر کوئی ایسی تحریک وجود میں آئے جس کے اہداف لامحدود ہوں اور انسان جتنا بھی ترقی کر لے اسے اپنا ہدف آگے نظر آئے تو ایسی تحریک اور تعلیم ہمیشہ زندہ رہتی ہے، اپنی بات کو مزید پختہ کرنے کے لیے انتہائی اختصار سے مثال عرض کرتا ہوں تا کہ احقر کا دعویٰ مزید مضبوط ہوسکے آج سے بیس پچیس سال پہلے ایران میں تیل کو قومی ملکیت میں لینے کے عنوان سے ایک زبردست تحریک اٹھی جس نے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اپنے زمانے کی زندہ تحریک تھی، مقصد جزئی تھا، دوام حاصل نہ کرسکی، سال ہا سال کی جدوجہد پر جب کچھ نظر نہ آیا تو مایوسی چھا گئی تحریک خود بخود زوال کا شکار اور دم توڑ گئی، تحریک آزادی واستقلال کشمیر کے نام سے ایک تحریک ہے، لاکھوں افراد جدوجہد کر رہے ہیں، مشکلات جھیلتے ہیں، قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرتے ہیں، چونکہ تحریک زمان ومکان سے محدود تعلق رکھتی ہے، آخر کار نتیجے تک پہنچے گی اور معاملہ اختتام پذیر ہوگا، اسی طرح "تحریک آزادی فلسطین" ہے، یہ سب عارضی وجزئی اہداف ومقاصد کی حامل تحریکیں ہیں جو مخصوص زمان ومکان سے وابستہ ہیں، اگر اسلام بھی اس قسم کی تحریک کا حامل ہوتا، صرف "لات" یا "عزیٰ" جیسے بتوں کے خلاف جنگ کی صورت رکھتا اور ان بتوں کو نیست ونابود کرنے کے لیے ہی صرف نبی آخر الزمان تشریف لاتے تو لامحالہ فتح مکہ کے بعد دین اسلام اور تعلیمات اسلامیہ کی بساط لپیٹ دی جاتی کیونکہ ہدف حاصل ہو چکا لیکن اسلامی تحریک کسی زمانے تک محدود نہ تھی اس کا مقصد صرف بتوں سے جنگ

نہیں تھا بلکہ اس تحریک کی بنیاد ''لا اِلٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' تھی اقبال نے کہا۔

یہ نغمہ فصل گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لا اِلٰہ الا اللہ

قرآن حکیم نے اپنا ہدف کچھ اس طرح بیان فرمایا: ''قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم'' عرب میں ہبل، لات اور عزیٰ تھے لیکن عرب سے باہر تو نہیں تھے، یہودی و نصرانی، مجوسی تھے وہ تو ان کی پوجا نہیں کرتے تھے قرآن عزیز ان سے مخاطب ہوا کہ آؤ ہم سب ایک کلام اور ایک حقیقت کی جانب چلتے ہیں جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں حیثیت رکھتی ہے نہ ہم سے خاص نہ تم سے وہ حقیقت ہے ''اَلَّا نَعْبُدَ اِلا اللّٰہ'' کہ ہم اللہ کے سوا کسی چیز کی پرستش نہ کریں ''وَلَا نُشْرِكَ بِه شَیْئاً'' کسی چیز کو اللہ تعالیٰ قرار نہ دیں ''وَلَا یتخذ بعضنا اربابا من دون اللہ'' ہم سب بشر ہیں اس لیے بعض افراد دوسرے افراد کو اپنا رب اور اپنے اوپر صاحب اختیار قرار نہ دیں صرف اس کی پوجا کریں جو سب کا خالق و مالک ہے۔

قارئین! دین مقدس کی کسی تعلیم پر بھی بحث کر لیجیے وہ آپ کو آفاقی ہی نظر آئے گی، دنیا بھر کی کوئی تعلیم اور قانون اسلامی تعلیمات و قوانین کی جگہ نہیں لے سکتا، جب تعلیمات زندہ اور ابدی ہیں تو یقیناً دین اسلام قیامت تک کے لیے زندہ ہے، جب اسلامی تعلیمات کا نعم البدل ہی نہیں وہ تا قیام قیامت زندہ و روشن ہیں جس پیغمبر پر نازل ہوئیں نبیوں کے سردار اور خاتم ہیں تو پھر کسی اور نبی اور تعلیم کی ضرورت آخر کیوں؟ یہی ختم نبوت ہے، ان لافانی اور ابدی کتاب و سنت کے چشموں کے ہوتے ہوئے کسی نئے نبی کے وجود کی پیاس جھوٹی ہے جو خالصتاً دل و دماغ کی بیماری اور عقل و فہم کی خطرناک علالت کی علامت کے سوا کچھ نہیں۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

مفکر ملت، محسن اہلسنت علامہ محمد ارشد القادری رسالت محمدی کے عقلی ثبوت پیش کرتے ہوئے جہاں رسول اللہ ﷺ کے معجزات قاہرہ و باہرہ کی مختصر فہرست پیش کرتے ہیں، ان روایات کی جھلک پیش کرنے کے بعد رقمطراز ہیں:

رسول عربی کے اوصاف و کمالات کی یہ نا تمام فہرست جو ہم نے پیش کی ہے ان کے متعلق زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ روایات ہیں اور روایات کا واقعہ کے مطابق ہونا کوئی ضروری نہیں ہے، اس سلسلہ میں ہم صرف اتنا کہیں گے کہ عقل انسانی کے پاس اگر کوئی کسوٹی ہے جس پر وہ روایات کو پرکھتی ہے اور پورا اترنے کے بعد صحت کا حکم لگاتی ہے تو ہم یہ مرحلے طے کرنے کے لیے بھی نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ تیار ہیں، عقل پرکھے اور حکم لگائے، ہمیں فخر ہے کہ وسائل اور ذرائع سے ہم تک یہ روایات پہنچی ہیں ان سے زیادہ قابل اعتماد اور ثقہ ذرائع آج

تک دنیا کی کسی روایت یا کسی واقعہ کو میسر نہیں آئے، لیکن یہ دعویٰ بہر حال اپنی جگہ پر نا قابل تردید ہے کہ ان واقعات وروایات کو صحیح مان لینے کے بعد عقل یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوگی اس ''نشان کا آدمی'' سوائے رسول کے کوئی عام انسان ہرگز نہیں ہوسکتا۔

قومی سالمیت، ملی وحدت اور اتحاد امت کا راز:

فرد نے خاندان، خاندان نے قبیلہ اور قبائل نے قوم وسلطنت کی تعمیر کی، نوع انسانی میں گزشتہ دور سے ترقی کا رجحان انفرادیت سے اجتماعیت کی طرف بڑھتا رہا ہے، رحمت عالم ﷺ کی بعثت مبارکہ کے وقت بھی انسانیت اس راہ پر تیزی سے گامزن تھی، رفتار بڑھتی گئی، یہاں تک کہ آج کا انسان اجتماعیت کے ایسے مقام پر ہے جہاں فرد واحد علیحدگی کا تصور بھی بمشکل کرسکتا ہے، کوئی قوم دوسری قوم سے علیحدگی کا سوچ بھی نہیں سکتی، حمل ونقل کی بڑھتی ہوئی سہولتوں کی وجہ سے زمین سکڑسی گئی ہے، پورا کرۂ ارض ایک ہی ملک کی حیثیت اختیار کرچکا ہے، یہی حکمت کار فرما ہے کہ حضور کی بعثت ایسے وقت میں ہوئی جب یہ رجحان قوی تر ہوچکا ہے، اس اجتماعیت کا نتیجہ یہ ہے کہ دنیا کی مختلف قومیں ایک دوسرے پر اپنے اخلاق، عادات، تہذیب وثقافت کا اثر ڈالیں اور اس تاثر سے نوع انسانی ایک خاص مزاج کی حامل ٹھہر سکے، یہ مزاج غلط بھی ہوسکتا ہے اور صحیح بھی، اس مزاج کی اصلاح کے لیے ایسے ہی نبی محتشم ﷺ کی تعلیمات واتباع سے استفادہ کیا جاسکتا تھا اور ہے جو خاتم النبیین ﷺ ہونے کی وجہ سے بین الاقوامی مزاج سے مناسبت رکھتا ہو، اگر سلسلہ نبوت ورسالت جاری رہتا تو ہر نیا نبی اس مزاج پر اثر انداز ہوتا اور وحدت ختم ہوکر رہ جاتی کیونکہ حضور ﷺ کے بعد (العیاذ باللہ) کوئی دوسرا نبی مبعوث ہوتا بعض لوگ ایمان لاتے اور بعض ایمان نہ لاتے، اس کشمکش کی وجہ سے بین الاقوامی اور اجتماعی وحدت یقیناً پارہ پارہ ہوجاتی، عقیدہ ختم نبوت کا احسان عظیم ہے کہ امت کی وحدت باقی ہے اور رہے گی علامہ العصر، ترجمان حقیقت محمد اقبال اسی راز سے پردہ اٹھاتے ہیں ؎

لا نبی بعدی ز احسان خدا است — پردۂ ناموسِ دین مصطفیٰ است

قوم را سرمایہ قوت ازو — حفظ سرِ وحدت ملت ازو

ترجمہ: ''میرے بعد کوئی نبی نہیں (الحدیث) خدا کے احسانات میں سے ایک ہے اور اس سے دین مصطفیٰ ﷺ کی عزت کا بھرم قائم ہے۔ اسی سے قوم کو قوت کی دولت ملی اور ملت اسلامیہ کی وحدت کا راز بھی یہی ہے۔''

چونکہ صرف خاتم الانبیاء کی تعلیمات ہی جامع ہیں اس لیے وہ بھی پوری نوع انسانی کو ایک فکری وحدت میں سمو کر انہیں خود شعوری کے اعلیٰ ترین مدارج تک پہنچا سکتی ہیں، منکرین ختم نبوت بڑی سازش کے تحت اپنی گھسی

نئی نبوت کو جاری کر کے وحدت امت کو پارہ پارہ کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ کامیاب نہیں ہوسکیں گے، یہ امت تاجدار مدینہ کی وفادار تھی، وفادار ہے اور وفادار رہے گی، حاشا و کلا سرکار ﷺ کے ہوتے ہوئے امت کسی مراقی اور جھوٹے نبی کو ماننا تو کجا سننا اور دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتی، ڈاکٹر محمد رفیع الدین ''منشور اسلام'' میں اس عقدہ کو کچھ یوں حل کرتے ہیں۔

ذہنِ انسانی کا زائیدہ مذہب انسانوں کو ایک وحدان میں نہیں پروسکتا:

بعض مفکرین نے انسانوں میں اتحاد پیدا کرنے کے لیے یہ تجویز پیش کی ہے کہ تمام ادیان عالم کے مشترک نکات کو اکٹھا کر کے ایک نیا مذہب اختراع کیا جائے، لیکن اس بات کے علاوہ کہ یہ تجویز عملی مشکلات رکھتی ہے، واقعہ یہ ہے کہ اس قسم کے خود ساختہ مذہب پر انسانیت نہ کبھی جمع ہوگی اور نہ ہی اسے صحیح معنوں میں اپنائے گی۔ اس قسم کا خود ساختہ مذہب انسان میں معبود حقیقی کی محبت پیدا کرنے سے بھی قاصر رہے گا، صرف ایک ایسا دین ہی جسے خالق کائنات نے کسی چنیدہ بندے پر اتارا ہو اور اس نبی نے اسے عملاً نافذ کیا ہو لوگوں کے دلوں میں اپنے رب کی حقیقی محبت و عبودیت کا جذبہ پیدا کرسکتا ہے، وحدت ادیان کا فلسفہ اگرچہ تاریخ میں کئی بار پیش کیا گیا ہے، لیکن ایسی مثالیں بہت کم ملتی ہیں کہ کسی ایسے فلسفیانہ مذہب کے پیروکار تعداد میں معتد بہ ہوئے ہیں یا وہ زیادہ عرصے تک قائم رہ سکا ہو، کسی بھی ایسے مذہب کے عقیدت مند رفتہ رفتہ اتنے کم ہو جاتے ہیں کہ اس کا وجود ہی تاریخ کے دھندلکوں میں کھو جاتا ہے، اس کی مثال ایک ایسے دو غلے جانور کی ہے جو اپنی نسل خود قائم نہیں رکھ سکتا، ہر ایسا غیر فطری نظریۂ حیات جو بذریعہ وحی انسان کو نہ دیا گیا ہو، لامحالہ کسی سیاسی دانشور، فلسفی یا روحانی شخص کی طرف سے آئے گا اور اس کے ذہن و فکر کی محدودیت اسی میں در آئے گی، ایسے مذہب عام طور پر کسی نبی کی جزوی تعلیمات اور فکر انسانی کی آمیزش سے بنائے جاتے ہیں، لیکن یہ تاریخی حقیقت ہے کہ ایسے مذاہب اپنے مقصد کو حاصل کرنے میں بالکل ناکام رہتے ہیں، صرف سچے انبیاء کی تعلیمات ہی میں وہ نظریۂ حیات پایا جاتا ہے جو ایک ایسا انسانی معاشرہ ترتیب دے سکے جس میں انسانیت کی بڑی تعداد کو اپنے اندر جذب کرنے کی صلاحیت ہو، اور جو انسانی ارتقاء کے لیے لامحدود رفعتوں کی ضمانت دے سکے اور بالخصوص خاتم الانبیاء کی تعلیمات کی نوعیت ایسی ہوتی ہے جس میں تمام خطوں اور طبائع کے انسانوں کے لیے ہدایت ہوتی ہے اور وہ یہ صلاحیت رکھتی ہے کہ پوری نوع انسانی کو ایک دین حق پر جمع کیا جاسکے، چونکہ اس دین میں انسانی شخصیت کے تمام پہلوؤں سے متعلق راہنمائی ہوتی ہے، اس لیے ارتقاء انسانی کی مکمل ضمانت اس میں دی جاتی ہے، اس نبی آخر الزمان سے قبل تمام نبی صرف مخصوص قوموں کی طرف مبعوث کیے جاتے تھے، انکی تعلیمات کی نوعیت بھی ایسی نہیں ہوتی کہ وہ ہمیشہ کے لیے باقی رہیں، گویا ان کی مثال جانوروں کی ان نامکمل طبیعی انواع کی طرح ہے جو حالات کی نامساعدات کی وجہ سے اپنا وجود باقی نہ رکھ سکے

اور ناپید ہو گئے، خاتم الانبیاء کی تعلیمات کا یہ خاصہ ہے کہ وہ اپنے ماقبل انبیاء کی تعلیمات کے بنیادی اور مرکزی تصورات کی جامع ہوتی ہیں، چنانچہ انبیاء کو دیئے گئے عملی احکامات یعنی شریعتوں میں تو فرق ہوتا ہے لیکن بنیادی اور نظری تصورات سب میں یکساں ہوتے ہیں اور نبی خاتم کی شریعت اس اعتبار سے جامع اور مکمل ہوتی ہے کہ اس میں تاقیام قیامت انسانیت کے جملہ مسائل کا حل موجود ہے اور رہتی دنیا تک تمام لوگ اس پر عمل پیرا ہو سکتے ہیں۔

حضور کی خاتمیت، شریعت کے نقطہ کمال کی رو سے:

حضور ﷺ سے قبل جتنے انبیاء عظام تشریف لائے ان کو عطا کی گئی شریعتیں وقت کے ساتھ بدلتی رہیں لیکن سرکار ختمی مرتبت ﷺ کی شریعت غیر متناہی تاریخ کے اس پورے دور میں کامل راہنمائی ہے، ڈیڑھ ہزار سال ہونے کو ہیں شریعت محمدیہ اب بھی محفوظ اور موجود ہے جب تک دنیا قائم ہے شریعت محمدیہ اپنی تابانیوں کے ساتھ موجود بھی رہے گی اور محفوظ بھی، اس عالم رنگ و بو میں کبھی یہ ضرورت محسوس نہیں کی جائے گی کہ خدا تعالیٰ کی مرضیات اور غیر مرضیات کیا ہیں، قیامت تک کے لیے جو شخص صراط مستقیم کا متلاشی ہوگا اسے شریعت محمدیہ کا دامن تھامنا ہو گا، ملت اسلامیہ کے لوگ یہ نہیں کہہ سکیں گے کہ "مَا جَاءَ نَا مِنْ بَشِيْرٍ وَّ لَا نَذِيْر" ہمیں کوئی خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا نہیں آیا، دوسرا قیامت تک یہ بھی کوئی نہیں کہہ سکے گا کہ شریعت محمدیہ میں کسی مسئلہ کا حل اور جواب نہیں جب شریعت محمدیہ اپنے پورے نقطہ کمال کو پہنچ گئی تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس میں کسی مسئلہ کا حل نہ ہو، کوئی اور راستہ تو تب تلاش کیا جائے گا جب کتاب و سنت میں حکم صریح نہ ملے لیکن تاجدار ختم نبوت نے اس مقدمہ کو بھی ہمیشہ کے لیے ختم فرما دیا، حضرت معاذ ابن جبل ﷛ کو یمن کا حاکم بنا کر جب الوداع فرما رہے تھے تو پوچھا اے معاذ! اگر تمہارے سامنے ایسا مسئلہ آ جائے جس پر تمہیں قرآن و سنت میں کوئی حکم صریح نہ ملے تو کیا کرو گے (معاذ بن جبل کہہ سکتے تھے کہ نئی نبوت اور نئی شریعت کا منتظر ہوں گا) عرض کیا آقا اجتہاد کروں گا یعنی کتاب و سنت کے پیدا کردہ چشموں سے حکم فقہی اخذ کروں گا، اس پر حضور دانائے سبل ختم الرسل ﷺ نے اللہ کریم کی حمد بیان کی کہ آپ کا یمن جانے والا غلام راہ پا گیا جس پر اللہ کا رسول خوش ہے، پتا چلا اگر کوئی حکم صریح کسی مسئلہ میں قرآن و سنت میں نہیں بھی ملتا تو اس کو شریعت محمدیہ کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر نکالیں گے کسی ظلی و بروزی نبی کی طرف نظر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں، یہی وجہ ہے کہ قبل از وصال فرمایا: میں اپنے پیچھے بھاری دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں "کتاب اللّٰہ و عترتی" ایک روایت میں فرمایا "کتاب و سنت" پھر جہاں ۷۳ فرقوں کا ذکر ہوا تو فرمایا سیدھی راہ پر وہ ہو گا "جو میرے اور میرے صحابہ کے طریق پر ہو گا" کیا یہ احادیث ہماری واضح راہنمائی نہیں فرما رہیں کہ حضور ﷺ کے بعد کتاب و سنت، صحابہ کرام اور اہلبیت اطہار اس امت کے پیشوا ہیں، سچ تو یہ ہے اس کامل راہنمائی میں نبی خاتم ﷺ نے تمام ضرورتیں پوری کرنے کے لیے راہ ہدایت متعین فرما دی۔

لمحہ فکریہ:

اے منکرین ختم نبوت! جب ہمارے ملجاء وماویٰ ﷺ نے تا قیام قیامت راہ ہدایت متعین کردی اور تلقین فرمادی تو ہم کسی اور جانب کیوں دیکھیں؟ کوئی اور راستہ کیوں اپنائیں؟ کامل ومکمل راہنمائی ترک کرکے ناقص ترین کی طرف کیوں جائیں؟ نت نئی تاویلات کرکے عقیدہ ختم نبوت کے منکر ہو کر شفاعت محمدی سے محروم کیوں رہیں؟ جہنم کی ہولناکیوں کو اپنے لیے ہمیشہ ہمیشہ کا مقدر کیوں بنائیں؟

ختم نبوت اور درایت:

اللہ سبحانہ تعالیٰ کی ذات کے سوا ہر چیز کے لیے ابتداء بھی ہے اور انتہاء بھی، نبوت کے لیے بھی ابتداء اور انتہاء ضروری ہے انسانی زندگی کا ابتدائی زمانہ طفولیت کا تھا بتدریج انسانی عقل ترقی کرتی گئی تو جس طرح عہد طفولیت کا لباس طفل کی بدنی ترقی کے ساتھ ساتھ بدلتا رہا ہے اسی طرح عقل وشعور انسانی کی ترقی کے ساتھ روحانی لباس یعنی شریعت کا بدلنا بھی ضروری ہے نبوتیں اور شریعتیں آتی رہیں، حضور ﷺ کے زمانے تک عقل وشعورِ انسانی کی نشوونما مکمل ہوئی تو ضرورت تھی اس وقت حضرت انسان کو کامل نبوت اور شریعت کی نعمت عطا کی جاتی، گویا کہ گزشتہ ادوار سے تعلق رکھنے والے انبیاء عظام ایسے زمانوں میں تھے جب انسان کی عقل مکمل طور پر اس قابل نہیں تھی کہ وہ شریعت کا مبلغ بن سکتا ہزار سال قبل حضرت انسان میں اتنی قدرت نہیں تھی کہ چند افراد اکٹھے ہو کر غور وفکر کریں اور خود کو درپیش مسائل پر حل نکالیں، جوں ہی حضرت انسان عقل وعلم کے اعتبار سے اس مقام پر پہنچتا ہے کہ وہ اپنی الہامی کتاب کی مکمل طور پر حفاظت کرسکے، تاریخ محفوظ کرسکے، اپنے اسلاف کی تاریخ کا وارث بن سکے، اپنے نبی برحق کے بتائے ہوئے اصولوں کی حفاظت کرسکے تاکہ بعد میں آنے والے ان کی اساس پر علم کی بنیاد رکھ سکیں، انہیں حفظ اور تحریر کرسکیں، دین کے مسائل ومعاملات پر تفقہ کرسکیں تو پھر اس شریعت کی تبلیغ کے لیے انبیاء کی ضرورت نہیں رہتی، کیا ہم نہیں دیکھتے کہ ہمارے آقا ﷺ سے پہلے جتنے انبیاء آئے ان پر نازل ہونے والی کتب کی حفاظت کوئی نہ کرسکا کیونکہ حضرت انسان فکری طور پر بالغ نہیں تھا بتائیے صحف ابراہیم کہاں ہے؟ حقیقی توریت اور انجیل کہاں ہے؟ جو کچھ حضرت نوح علیہ السلام پر نازل ہوا کہاں ہے؟ کہنا ہوگا انسان کی حالت طفل مکتب کی سی تھی جو اپنی کتاب کو سنبھال نہیں پاتا، جب حضرت انسان عقل وعلم، شعور اور فکر کے اعتبار سے عروج کو جا پہنچا جہاں وہ ان تمام نعمتوں کی حفاظت کرسکتا تھا تب اللہ کریم نے اپنی الہامی وآخری کتاب میں اپنے آخری نبی ﷺ پر اس نعمت کاملہ کا نزول ان الفاظ میں فرمایا:

"الیوم اکملت لکم...... الخ" اعلان فرمادیا کہ دین مکمل کردیا گیا، نعمت (نبوت) کا اتمام کردیا اور

دین اسلام کو پسند کرلیا مزید برآں "انا نحن نزلنا الذکر و اناله لحفظون" نے حفاظت دین اور حفاظت شریعت کا بھی اعلان فرما دیا تا کہ نوع انسانی کسی نئے نبی اور نئی شریعت کے انتظار سے بے نیاز ہو جائے کیونکہ نبی رحمت ﷺ کی آمد کا مقصد تکمیل دین اور حفاظت دین ہے تو وہ دونوں مکمل ہو چکے اب باقی رہ گئی تبلیغ دین تو وہ اس امت کے علماء وصلحاء کے ذمہ لگائی گئی۔

✱ ......"كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُم" "تم وہ بہترین اُمت ہو جسے لوگوں کے لیے برپا کیا گیا ہے تم حکم کرتے ہو نیکی کا اور تم روکتے ہو بدی سے اور تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر۔ اور اگر اہل کتاب بھی ایمان لے آتے تو یہ ان کے حق میں بہتر تھا"۔ ﴿آل عمران: ۱۱۰﴾

✱ ......"وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ" "اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہیے جو خیر کی طرف دعوت دے، نیکی کا حکم دیتی رہے اور بدی سے روکتی رہے۔ اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ ﴿آل عمران: ۱۰۴﴾

✱ ......"وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۷ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ" اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں، یہ سب ایک دوسرے کے ساتھی ہیں۔ وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں، بدی سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ رحمت فرمائے گا۔ یقیناً اللہ زبردست، حکمت والا ہے"۔ ﴿الانفال: ۷۱﴾

یہی وجہ تھی پہلی امتوں میں انبیاء کا ایک تسلسل تھا کے بعد دیگرے انبیاء عظام تشریف لاتے رہے۔ لیکن اب حضور ﷺ کے سر مبارک پر خدا تعالیٰ نے تاج ختم نبوت پہنا دیا، نبوت ورسالت کی تکمیل ہوگئی اب نبی تو آئیں گے نہیں اس لیے اس امت میں اجماع بھی ہوا اور جو تبلیغ دین کا کام انبیاء سرانجام دیتے تھے اس کے لیے سرکار ﷺ نے مجدد دین کا حکم ارشاد فرمایا:

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ فِيمَا أَعْلَمُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: إِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ لِهَٰذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا" حضرت ابوہریرہ اس (علم) میں سے جو آپ نے حضور سے سیکھا، روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس امت کے لیے ہر صدی کے آخر میں کسی ایسے شخص کو پیدا فرمائے گا جو اس امت کے لیے دین کی تجدید کرے گا۔ ﴿ابوداود، السنن، کتاب الملاحم﴾

نکتہ یہ سمجھایا کہ جو چیز کمال کی طرف جائے اس میں زوال کا اندیشہ لاحق ہوتا ہے تو دین اسلام، خاتمیت وشریعت محمدیہ کو زوال ہے نہیں کیونکہ میں نے ''اکملت''، ''اتممت'' فرما کر اکمال واتمام کر دیا بہرحال دین وشریعت محمدی کی مینجمنٹ کے لیے میری امت میں ہر سو سال پر ایک مجدد آتا رہے گا جو افراط وتفریط زدہ مسائل کی نشاندہی کر کے انبیاء والی ڈیوٹی ادا کرتا رہے گا، ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری اسی تناظر میں لکھتے ہیں:

عملی دنیا میں مرزا قادیانی کی آمد کا جائزہ:

مسلمانوں کی تعداد کم سے کم اعداد وشمار کے مطابق پچاس کروڑ سے زائد (اب تو ڈیڑھ ارب زائد ہوگی) ہے، یہ سب اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان رکھتے ہیں، قرآن پاک کو اللہ کا کلام یقین کرتے ہیں، تمام انبیاء علیہم السلام جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوئے ان کی نبوت اور صداقت کا اقرار کرتے ہیں، قیامت کی آمد کے قائل ہیں، عملی طور پر غافل وکاہل سہی لیکن احکام خداوندی اور ارشادات نبوی کے برحق ہونے پر یقین رکھتے ہیں، ضروریات دین میں سے ہر چیز پر ان کا ایمان ہے اور اس امت میں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں کی تعداد میں ایسے بندگان خدا بھی ہر زمانے میں موجود رہے ہیں جو شریعت پر پوری طرح کاربند عبادت کے سختی سے پابند رہے ہیں، ان کے اخلاص وللّٰہیت پر فرشتے رشک کرتے ہیں ان کے کارہائے نمایاں پر خود ان کے خالق کو ناز ہے، اسی پاک امت میں آ کر مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کر دیا، اس کی آمد سے پہلے تو یہ سارے کے سارے مسلمان تھے، چلو بعض میں عملی کوتاہیاں ہم تسلیم کرتے ہیں لیکن کم از کم نعمت ایمان سے تو وہ بہرہ ور تھے، اب حقیقت حال یہ ہے کہ پچاس سالہ کوششوں کے باوجود چند لاکھ کی نفری نے مرزا قادیانی کو نبی مانا اور باقی پچاس کروڑ (اب ڈیڑھ ارب) نے اس کو دجال اور کذاب قرار دیا، نبی کو ماننا اسلام اور انکار کفر ہے، مرزا قادیانی نے اپنا قدم جب دنیائے اسلام میں رکھا تو یہ بہار آئی کہ وہ سارے کے سارے مرتد قرار پائے اور اسلام سے محروم ہو کر کفر میں مبتلا ہو گئے، صرف گنتی کے چند آدمی مسلمان باقی رہے، ان میں بھی غالب اکثریت بلیک مارکیٹ کرنے والوں، رشوت لینے والوں، اقرباء نوازی اور مرزائیت پروری کی قربان گاہ پر لاکھوں حقداروں کے حقوق بھینٹ چڑھانے والوں کی ہے، ان میں اکثر بے نماز ڈاڑھی منڈھے اور آوارہ مزاج لوگ ہیں، ہر قسم کی ذلیل حرکتیں کرنے والوں کا ایک لشکر جرار ٹھاٹھیں مارتا ہوا آپ کو نظر آئے گا، آپ خود فیصلہ کریں کہ دنیائے اسلام کے لیے عملی طور پر مرزا قادیانی کی آمد برکت کا باعث بنی یا نحوست کا؟ اللہ تعالیٰ کی حکمت اس کو پسند نہیں کرتی کہ مرزا قادیانی کو سچا نبی بنا کر بھیجا جائے تاکہ اسلام کے ہرے بھرے پیڑ اپنے خنک سایوں، میٹھے پھلوں، رنگین اور مہکتے پھولوں سمیت اکھاڑ کر پھینک دیئے جائیں اور خاردار جھاڑیوں کے جھرمٹ پر ''گلشن اسلام'' کا بورڈ آویزاں کر دیا جائے، متقیوں، پرہیزگاروں، عالموں اور عاشقوں کی امت پر کفر کا فتویٰ لگا دیا جائے اور چند زاغ صفت طالع آزما افراد کو مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ دے دیا جائے۔

مرزا قادیانی کے امتی بڑی ڈینگیں مارتے ہیں کہ ہم دنیا کے گوشے گوشے میں اسلام پہنچا رہے ہیں، ہماری کوششوں سے یورپ میں اتنی مسجدیں تعمیر ہوئیں، اتنے لوگوں کو ہم نے کلمہ پڑھایا، گزارش ہے تم تو مرزا قادیانی کو اس لیے نبی کہتے ہو کہ انہوں نے چند کافروں کو کلمہ پڑھایا، ہم اولیاء کے زمرے سے آپ کو ایسے ایسے مبلغ دکھاتے ہیں جنہوں نے ہزاروں لاکھوں کفار کو کفر سے نکال کر ہدایت کی شاہراہ پر گامزن کر دیا، خواجہ خواجگان سلطان الہند معین الحق اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے لاکھوں مشرکوں کے زنار توڑے اور ان کی پیشانیوں کو بارگاہ رب العزت میں شرف سجود بخشا، داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کفرستان میں راوی کے کنارے پر توحید کا جو پرچم گاڑا تھا وہ آج بھی لہرا رہا ہے اور لاکھوں خفتہ بختوں کو خواب غفلت سے جگا رہا ہے، مشائخ چشت اور دیگر اولیائے کرام نے اسلام کی جو تبلیغ کی اور جو فرشتہ صفت مرید بنائے ان کے مقابلے میں ساری امت مرزائیہ کی تبلیغی کوششوں کی نسبت پانی کے ایک قطرہ کی بھی نہیں، ان کارہائے نمایاں کے باوجود ان حضرات نے نہ نبوت کا دعویٰ کیا، نہ مہدیت کا، نہ مسیحیت کا، نہ ظلی کا، نہ بروزی کا، بلکہ اپنے آپ کو غلامانِ مصطفیٰ ﷺ ہی کہا اور اسی کو اپنے لیے باعثِ صد افتخار اور موجبِ سعادت دارین سمجھا۔

امتِ مرزائیہ کو چیلنج:

سید شاہ تراب الحق قادری رقمطراز ہیں: مسئلہ چونکہ ایمان اور عقیدہ کا ہے اس لیے مرزائیوں پر لازم ہے کہ وہ محض اپنی رائے یا باطل خیال کو دلیل بنانے کی بجائے کوئی ایسی آیت یا کوئی صحیح حدیث پیش کریں جس میں واضح طور پر موجود ہو کہ حضور کے بعد کوئی مستقل نبی تو نہیں آ سکتا البتہ غیر مستقل نبی آ سکتا ہے، یا ظلی یا بروزی نبی آ سکتا ہے اور ایسی دلیل لانا قطعی طور پر ناممکن ہے بلکہ قادیانی، قرآن وحدیث میں ظلی اور بروزی نبوت کی تقسیم ہی دکھا دیں اور یہ بھی ناممکن ہے تو پھر خدائے قہار کا یہ فرمان پڑھ لیں:

✸...... "فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ج اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ" پھر اگر تم ایسا نہ کر سکو اور ہر گز نہ کر سکو گے! تو پھر بچو اُس آگ سے جس کا ایندھن بنیں گے انسان اور پتھر تیار کی گئی ہے کافروں کے لیے۔ ﴿البقرہ:۲۴﴾

حضرتِ انسان ہوشیار باش:

محققین فرماتے ہیں عقیدہ ختم نبوت کے اعلان میں ایک حکمت یہ بھی کارفرما ہے کہ دنیا خبردار ہو جائے کہ اب یہ رسول آخری رسول، دین خاتم الادیان، کتاب خاتم الکتب اور شریعت خاتم الشرائع ہے جسے جو حاصل کرنا ہے کر لے اس نبی خاتم ﷺ کے بعد دنیا کی بساط اجڑنے والی ہے، اس کے بعد نظام کائنات آخری مراحل

میں ہے، جیسے شام کے وقت ایک دوکاندار اعلان کرتا ہے کہ اب میں دوکان بند کرنے والا ہوں جس کو جو سودا لینا ہے لے لے، جیسے کوئی حاکم، شیخ، استاذ اور مصلح آخری وقت کہتا ہے کہ جو کہتا ہوں غور سے سن لو میری تم سے آخری ملاقات ہے، بلا تشبیہ و بلا مثال خالق کائنات نے جو آخری ہدایت دنیا اور انسانیت تک پہنچانا تھی وہ سرکار ختمی مرتبت ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے پہنچا دی اور اعلان فرما دیا اب یہ آخری نبی و رسول ہیں، دین آخری دین ہے، اب جسے جو عمل کرنا ہے کر لے حیلہ و حجت، بحث و جدل کی بجائے عمل کی طرف راغب ہو جاؤ وقت انتہائی تھوڑا ہے اور حساب و کتاب سر پر ہے۔

قادیانیوں کو خیر خواہانہ مشورہ:

ہم امت مرزائیہ اور جماعت احمدیہ کہلانے والوں کو خیر خواہانہ مشورہ دیتے ہیں کہ وہ اس مسئلہ پر غور کریں، ختم نبوت کی حقیقت و حکمت کو سمجھیں جو مہر نیمروز سے زیادہ روشن ہے کہ اگر حضور نبی رحمت ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کی بعثت ہوتی تو صاف صاف پیشین گوئی قرآن حکیم میں ضرور ہوتی یا کسی حدیث متواتر میں مذکور ہوتی، جب دونوں باتیں مفقود ہیں تو مرزا قادیانی کا جھوٹا ہونا بالکل واضح ہے، قادیانیوں کو چاہیے کہ مرزا قادیانی کے جھوٹے ہونے کا اقرار کریں اور ختم نبوت پر ایمان لا کر سرکار ﷺ کے دامن رحمت سے چمٹ جائیں، یقین جانیے قبر و حشر میں سوائے سرکار مدینہ کے کوئی سہارا کام نہیں آئے گا، اللہ کریم سے دعا گو ہوں کہ اللہ میری ان چند سطور کو قبول فرما کر میرے والدین، اساتذہ، اعزاء و اقرباء اور معاونین کے لیے ذریعہ نجات بنائے اور قادیانیوں کے لیے ان سطور کو وسیلۂ ہدایت بنائے۔ (آمین)

☆☆☆

فضائل لیلۃ القدر

✿......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اس قدر مشقت فرماتے جو دیگر ایام میں نہ فرماتے۔ ﴿بخاری، مسلم، مشکوٰۃ:۱/۱۸۲﴾ ✿......انہی سے روایت ہے کہ جب آخری عشرہ آتا تو رسول اللہ ﷺ کمر بستہ ہو جاتے، راتوں کو خود بھی جاگتے اور گھر والوں کو بھی جگاتے۔ ﴿ایضاً﴾

✿......انہی سے روایت ہے کہ میں نے پوچھا: جب میں شب قدر کو جان لوں تو کیا پڑھوں، فرمایا: ''اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی'' الٰہی تو معاف فرمانے والا ہے، معافی کو پسند کرتا ہے، مجھے معاف کر دے۔ ﴿احمد، ابن ماجہ، ترمذی، مشکوٰۃ:۱/۲۵۶﴾ ✿......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے لیلۃ القدر میں ایمان اور احتساب کے ساتھ قیام کیا اس کے سابقہ سارے گناہ معاف کر دیئے گئے۔ ﴿بخاری، مسلم، مشکوٰۃ:۱/۲۳۰﴾

ختمِ نبوّت کا معنیٰ و مفہوم

ابوالحقائق علامہ پیر غلام مرتضیٰ ساقی مجددی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عقیدۂ ختمِ نبوت، مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے، تمام اہل اسلام حضور اکرم، سرور عالم ﷺ کو آخری نبی مانتے ہیں، یہ ایک بنیادی عقیدہ ہے، جس کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے...... سطور ذیل میں اس عقیدہ کا معنیٰ و مفہوم واضح کیا جاتا ہے، تاکہ ہر شخص بآسانی اس سے آگاہ ہو سکے۔

عقیدہ ختمِ نبوت کی اہمیت:

حضور انور ﷺ کو آخری نبی، ماننا ضروریاتِ دین میں سے ہے، ضروریات دین سے مراد وہ دینی مسائل ہوتے ہیں جن کو عوام اور خواص سب جانتے ہوں، مثلاً اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا، قیامت، نماز، روزہ وغیرہ اور عوام سے مراد وہ لوگ ہیں جو دینی مسائل کا ذوق و شغل رکھتے ہوں اور علماء اسلام کی صحبت سے فیض یاب ہوں۔

✿......امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضور پُر نور، خاتم النبیین، سید المرسلین کا خاتم یعنی بعثت میں آخر جمیع انبیا و مرسلین بلا تاویل و بلا تخصیص ہونا ضروریات دین سے ہے جو اس کا منکر ہو اس میں ادنیٰ شک و شبہ کو بھی راہ دے کافر مرتد ملعون ہے...... فتاوی تیمیۃ الدہر والاشباہ والنظائر و فتاوی عالمگیریہ وغیرہا میں ہے: ”اذا لم یعرف الرجل ان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم اخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من الضروریات“۔ ﴿فتاوی ہندیہ باب احکام المرتدین: ۲/۲۶۳ نورانی کتب خانہ پشاور﴾ جو شخص یہ نہ جانے کہ محمد ﷺ تمام انبیاء میں سے سب سے پچھلے نبی ہیں وہ مسلمان نہیں کہ حضور کا آخر الانبیاء ہونا ضروریات دین سے ہے۔ ﴿فتاوی رضویہ: ۱۴/۳۳۴، ۳۳۵﴾

✿......امام شہاب الدین فضل اللہ بن حسین تورپشتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بحمد اللہ تعالیٰ ختم نبوت کا مسئلہ مسلمانوں میں اتنا روشن اور واضح ہے کہ اسے بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں (کیونکہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں) جس طرح آپ ﷺ کی رسالت تواتر سے ثابت ہے اسی طرح یہ بھی تواتر سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے آخر میں تشریف لائے ہیں اب قیامت تک آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، جس کو اس بارے میں شک ہے اسے پہلی بات کے بارے میں شک ہوگا، صرف وہی شخص کافر نہیں جو یہ کہے کہ

آپ ﷺ کے بعد نبی تھا یا ہوگا، بلکہ وہ بھی کافر ہے جو آپ ﷺ کے بعد کسی نبی کی آمد کو ممکن تصور کرے، خاتم الانبیاء (محمد مصطفےٰ ﷺ) پر ایمان درست ہونے کی شرط ہی یہ ہے۔ ﴿المعتمد فی المعتقد فارسی:۱۰۶،فتاوی رضویہ:۱۴/۳۳۶﴾

بات واضح ہوگئی کہ مسلمان پر جس طرح لا الہ الا اللہ کو ماننا اور اللہ تعالیٰ کو وحدہ اور لاشریک ماننا فرض اول و مناطِ ایمان ہے، اسی طرح محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین یعنی آخری نبی ماننا کہ آپکے زمانے میں یا بعد کے زمانے میں کسی نئے نبی یا رسول کی بعثت کو یقینی طور پر محال اور باطل ماننا بھی اہم فرض اور جزء ایقان ہے۔

ختم نبوت کا مفہوم:

ختم کا معنیٰ ہے اختتام یعنی چیز کا آخر اور انتہا، کو پہنچنا اور مکمل ہو جانا۔۔۔۔نبوت کا معنیٰ ہے نبی ہونا۔لہٰذا ختم نبوت، کا معنیٰ ہوگا نبوت کا اختتام، سلسلہ انبیاء علیہم السلام کا رک جانا، ختم ہو جانا یعنی مکمل ہو جانا، عقیدہ ختم نبوت سے مراد یہ اعتقاد اور یقین رکھنا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ پر نبوت و رسالت کا سلسلہ مکمل ہو چکا ہے اب قیامت تک کسی نئے نبی یا رسول کی ضرورت نہیں۔۔جیسا کہ درج ذیل حدیث تکمیل قصر نبوت میں ہے:

✿...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: ”مثلی و مثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنٰی بیتا فأحسنه واجمله الا موضع لبنة من زاوية فجعل الناس يطوفون به ويعجبون له ويقولون هلا وضعت هذه البنة قال فانا البنة وانا خاتم النبيين “میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے ایک مکان بنایا تو اس کو بہت حسین و جمیل بنایا مگر اس کے کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، پس لوگ اس مکان کے گرد چکر لگاتے اور اس کی تحسین کرتے اور کہتے کہ اس میں وہ اینٹ کیوں نہ رکھی گئی! پس میں وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین (آخری نبی) ہوں۔ ﴿صحیح مسلم:۲/۲۴۸ کتاب الفضائل، صحیح بخاری: ۱/۵۰۱، کتاب المناقب واللفظ لہ، مشکوۃ المصابیح:۵۱۱﴾

✿...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: میری اور (دیگر) نبیوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک کامل اور خوبصورت مکان بنایا مگر ایک اینٹ کی جگہ تو لوگ اس گھر میں داخل ہوتے، اس گھر سے خوش ہوتے اور کہتے کہ اینٹ کی جگہ کو پر کیوں نہیں کیا گیا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اس اینٹ کی جگہ ہوں، پس میں نے انبیاء (کی آمد) کو ختم کر دیا۔ ﴿صحیح مسلم:۲/۲۴۸ کتاب الفضائل، صحیح بخاری:۱/۵۰۱ کتاب المناقب﴾

حضرت غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ کا ایک دندان شکن استدلال:

حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم القادری رقم طراز ہیں کہ غالباً ۱۹۸۱ء کی بات ہے کہ غزالیٔ زمان، رازی

دوران حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ سکھر میں جامع مسجد آدم شاہ کے افتتاح کے لیے تشریف لائے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے رات کے جلسہ میں قادیانیوں کے خلاف اپنی خدمات کے ضمن میں ایک واقعہ ارشاد فرمایا کہ میں کم سن تھا ابھی میری داڑھی نہیں تھی کہ میں قادیان گیا اور قادیانی علما سے مناظرہ کیا، میں نے ان سے پوچھا کہ بخاری شریف کی حدیث ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری اور گزشتہ انبیائے کرام کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے مکان بنایا اس نے اسے مکمل اور حسین بنایا مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ اس گھر میں داخل ہوتے ہیں اس کے حسن تعمیر پر تعجب کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کاش! یہ اینٹ کی جگہ خالی نہ ہوتی، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں ہی وہ اینٹ ہوں۔

میں نے قادیانی علماء سے پوچھا کہ نبوت کی عمارت میں فقط ایک اینٹ کی گنجائش تھی جسے حضور ﷺ نے پورا کردیا، اب تم بتاؤ مرزا غلام احمد قادیانی کو کہاں ڈالو گے؟ وہ سب خاموش ہو گئے اور سوچ میں پڑ گئے پھر ان میں سے ایک بولا: عزیز بات یہ ہے کہ جب عمارت بنائی جاتی ہے تو اس کا پلستر بھی کیا جاتا ہے، ہم مرزا کا پلستر کردیں گے، میں نے کہا: تم مرزا صاحب کا پلستر بھی نہیں کرسکتے سرکار ﷺ نے فرمایا: فاکملها بنانے والے نے عمارت کو مکمل کردیا اور پلستر کے بغیر عمارت مکمل نہیں ہو سکتی پھر ایک اور نے ہمت کی اور وہ کہنے لگا کہ دیکھیں عزیز ٹھیک ہے کہ پلستر کے بغیر عمارت مکمل نہیں ہوتی مگر عمارت کا رنگ وروغن بھی تو کیا جاتا ہے، ہم مرزا صاحب کا رنگ وروغن کردیں گے، میں نے کہا کہ تم مرزا صاحب کا روغن بھی نہیں کرسکتے، میرے آقا ﷺ نے فرمایا: "فاحسنها" بنانے والے نے عمارت کو حسین وجمیل بنایا اور عمارت کا حسن رنگ وروغن سے ہی ہوتا ہے، غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میرے استدلال نے ان کی زبانوں کو بند کردیا اور وہ لاجواب ہو گئے اور کوئی بات نہ کرسکے۔ ﴿حیات غزالی زماں ص: ۶۷، ۶۸﴾

آخری...... نبی چند دلائل:

عقیدۂ ختم نبوت کے اس مفہوم پر قرآن وحدیث سے چند دلائل حاضر ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النبین وکان الله بکل شیء علیما " محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور آخری نبی ہیں، اور اللہ سبحانہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ ﴿الاحزاب: ۴۰﴾

اس آیت میں صاف الفاظ میں رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبین کہا گیا ہے جس کا مطلب ہر مفسر نے یہی لکھا

ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ آخری نبی ہیں، حضرت قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یعنی پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہر پر محمول ہے اور اس میں تاویل و تخصیص کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ﴿الشفاء:۲/۲۴۷، فصل فی بیان ما ھو من المقالات کفر...... الخ﴾ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: یہ آیت اس پر نص ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ ﴿تفسیر ابن کثیر:۵/۱۸۵، سورۃ الاحزاب، تحت الآیۃ ۴۰﴾

اعتراف حقیقت:

مرزا غلام احمد قادیانی نے اس ناقابل انکار حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے بالآخر لکھ ہی ڈالا: (ماکان محمد ابا احدمن رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین) یعنی محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں ہے مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنے والا ہے نبیوں کا، یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی ﷺ کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا۔ ﴿ازالہ اوہام:۲/۳۳۱﴾

✿...... "ماکان محمد ابا احدمن رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین" یعنی محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، ہاں وہ اللہ کے رسول اور نبیوں کو ختم کرنیوالے ہیں، کیا تو نہیں جانتا کہ فضل اور رحم کرنیوالے رب نے ہمارے نبی ﷺ کا نام بغیر کسی استثناء کے خاتم انبیاء رکھا اور آنحضرت ﷺ نے لا نبی بعدی سے طالبوں کے لیے بیان واضح سے اسکی تفسیر کی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور اگر ہم آنحضرت ﷺ کے بعد کسی نبی کے ظہور کو جائز قرار دیں تو ہم وحی نبوت کا دروازہ بند ہونے کے بعد اسکا کھلنا جائز قرار دیں گے جو بالبہدات باطل ہے، جیسا کہ مسلمانوں پر مخفی نہیں اور ہمارے رسول کے بعد کوئی نبی آ کیسے سکتا ہے جب کہ آپ کی وفات کے بعد وحی منقطع ہوگئی ہے اور اللہ نے آپ کے ذریعہ نبیوں کا سلسلہ ختم کر دیا۔ ﴿حمامۃ البشریٰ:۸۱تا۸۴، روحانی خزائن:۷/۲۰۰،۲۰۱﴾

✿...... قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا۔ ﴿ازالہ اوہام:۲/۵۱۱، خزائن:۳/۵۱۱﴾

خاتم النبیین ﷺ کے چند ارشادات عالیہ:

سطور ذیل میں تاجدار ختم نبوت امام الانبیاء ﷺ کے چند ارشادات عالیہ اختصار کے ساتھ پیش خدمت ہیں، جن سے حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے کا عقیدہ مزید واضح ہو جاتا ہے۔

✿...... ارشاد فرمایا: بنی اسرائیل میں لوگوں کی اصلاح کا کام انبیاء کرام علیہم السلام کے ذمے تھا، ایک نبی کے بعد دوسرا نبی آجاتا، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں اور کثرت کے ساتھ خلفاء ہوں گے۔ ﴿صحیح بخاری:۱/۴۹۱﴾

❁...... مزید فرمایا: میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں، جس کے ذریعے کفر مٹایا جاتا ہے، میں حاشر ہوں، جس کے قدموں پر لوگوں کو جمع کیا جائے گا اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ ﴿صحیح مسلم:۲/۲۶۱ کتاب الفضائل﴾

❁...... مزید فرمایا: بے شک رسالت اور نبوت کا سلسلہ منقطع ہو چکا، پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہے اور نہ کوئی نبی۔ ﴿جامع ترمذی:۱/۵۱ ابواب الرؤیاء﴾

❁...... مزید فرمایا: میں اور قیامت یوں (دو جڑی ہوئی انگلیوں کی طرح) بھیجے گئے ہیں یعنی میرے اور قیامت کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ ﴿صحیح بخاری:۲/۹۶۳ کتاب الرقاق، صحیح مسلم:۲/۴۰۶ کتاب الفتن﴾

❁...... مزید فرمایا: میری امت میں تیس بڑے جھوٹے افراد ہوں گے، ان میں سے ہر کوئی نبوت کا دعویدار ہوگا، حالانکہ میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ ﴿صحیح بخاری:۱/۱۰۵۴ کتاب الفتن، صحیح مسلم:۲/۳۹۷ کتاب الفتن﴾

❁...... حضور پرنور ﷺ نے غزوہ تبوک کو تشریف لے جاتے ہوئے امیر المومنین حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مدینے میں چھوڑا، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جا رہے ہیں، فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم یہاں میری نیابت میں ایسے رہو جیسے موسیٰ علیہ السلام جب اپنے رب سے کلام کے لیے حاضر ہوئے تو ہارون علیہ السلام کو اپنی نیابت میں چھوڑ گئے تھے ہاں یہ فرق ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ ﴿صحیح البخاری:۱/۵۲۶، کتاب المناقب، صحیح مسلم:۲/۲۷۸ کتاب الفضائل﴾

❁...... مزید فرمایا: میں رسولوں کا قائد ہوں اور کچھ فخر نہیں، میں خاتم النبیین ہوں اور کچھ فخر نہیں، میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت ہی قبول ہوگی اور کچھ فخر نہیں۔ ﴿مشکوۃ:۵۱۴﴾

❁...... مزید فرمایا: میری امت میں ستائیس دجال اور کذاب ہوں گے، ان میں سے چار عورتیں ہوں گے اور میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ ﴿مسند احمد:۵/۳۹۶، مجمع الزوائد:۵/۳۳۵﴾

❁...... مزید فرمایا: ابو بکر تمام لوگوں سے افضل ہیں مگر وہ نبی نہیں ہیں۔ ﴿الکامل لابن عدی:۶/۴۸۴﴾

❁...... مزید فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتا۔ ﴿جامع ترمذی:۲/۲۰۹، مشکوۃ:۵۵۸﴾

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

بعض لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ ختم نبوت یعنی آخری نبی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کو سب سے آخر میں نبی بنایا گیا ہے اور آخری زمانہ میں نبوت عطا ہوئی تو نتیجہ یہ نکلا کہ آپ ﷺ کو پہلا نبی کہنا اور آپ کی

اولیت کا نظریہ رکھنا یہ ختم نبوت کے منافی ہے، جبکہ ان لوگوں کا یہ خیال سراسر باطل اور مردود ہے، کیونکہ ختم نبوت کا یہ معنیٰ ہرگز نہیں ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو سب سے آخر میں نبی بنایا گیا یا سب نبیوں کے آخر میں نفس نبوت عطاء ہوئی بلکہ معنیٰ یہ ہے کہ آپ ﷺ کو تمام نبیوں کے بعد مبعوث کیا گیا، سب سے آخر میں آپ نے نبوت کا اعلان اور اظہار کیا، کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ آپ سب سے پہلے نبی بنائے گئے، آپ کو سب سے پہلے نفس نبوت سے نوازا گیا اور سب سے آخر میں بھیجا گیا۔

خاتم نبوت، آخر البعثت کے معنیٰ میں ہے، اور خاتم النبیین کا معنیٰ ہے "آخر الانبیاء المبعوثین" اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضور پرنور خاتم النبیین، سید المرسلین ﷺ کا خاتم یعنی بعثت میں آخر جمیع انبیاء و مرسلین الخ.......... ﴿المبین ختم النبیین: ۵ مشمولہ بر عقیدۃ ختم النبوۃ: ۲/۲۰۱﴾ خلاصہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ تخلیق آدم علیہ السلام سے بھی پہلے نبوت سے نوازے گئے اور آپ کی بعثت (اعلان نبوت)، تمام انبیاء کرام کی بعثت کے بعد ہوئی ہے، اور آپ آخری نبی ہیں جو مخلوق کی طرف مبعوث کیے گئے۔

یہاں یہ نقطہ بھی ذہن نشین رہے کہ حضور پرنور ﷺ نہ صرف عطائے نبوت کے اعتبار سے اول النبیین ہیں بلکہ آپ ﷺ کی روح مبارک عالم ارواح میں تمام انبیاء کرام کی روحوں کی مربی تھی، حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگرچہ علم الٰہی میں تمام نبیوں کی نبوت ثابت اور مسلم ہے، لیکن حضور اکرم ﷺ کی نبوت فرشتوں اور روحوں کے درمیان ظاہر اور معلوم تھی، جبکہ دیگر انبیاء کی نبوت مخفی و پوشیدہ تھی، بلکہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی روح مبارک اس جہان میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی تربیت فرمانے والی اور ان پر علوم الٰہیہ کو پہنچانے والی تھی، جس طرح کہ سب انبیاء بنی آدم کی طرف مبعوث و مرسل ہیں، لہٰذا اس جہان میں حضور نبی کریم حقیقتاً نبی اور رسول تھے نہ کہ صرف علم الٰہی میں اور ممکن ہے کہ نحن السابقون الاولون (ہم پہلے آنے والے اول ہیں) کا اشارہ اسی معنیٰ کی طرف ہو۔ ﴿مدارج النبوۃ: ۲/۳﴾ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ہمیں آپ ﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اس کمال کے حصول کا علم تخلیق آدم علیہ السلام سے بھی پہلے سے خبر صحیح کے ذریعے معلوم ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس وقت سے پہلے ہی آپ کو نبوت سے سرفراز فرما دیا تھا، پھر آپ ﷺ کے بارے میں انبیاء کرام سے عہد لیا تا کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ آپ ﷺ ان سے پہلے اس مقام پر فائز ہو چکے ہیں اور آپ ان کے بھی نبی اور رسول ہیں۔ ﴿الخصائص الکبریٰ: ۱/۱۰﴾

آپ ﷺ اول بھی ہیں اور آخر بھی:

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اولیت اور آخریت کی دونوں شانوں سے نوازا ہے، سطورِ ذیل میں اس موقف پر قرآن وحدیث اور اکابرین ومخالفین کی تصریحات ملاحظہ ہوں:

✿......ارشاد باری تعالیٰ ہے: "ھوالاول والآخر والظاھر والباطن وھو بکل شیء علیم" وہی اول، وہی آخر، وہی ظاہر، وہی باطن اور وہی سب کچھ سنتا جانتا ہے۔ ﴿الحدید:۳﴾

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت رقم طراز ہیں: یہ کلماتِ اعجاز اللہ تعالیٰ سبحانہ کی حمد وثناء پر مشتمل ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کتاب مجید میں اپنی کبریائی کا خطبہ ان کلمات میں ارشاد فرمایا اور حضرت رسالت پناہ ﷺ کی نعت اور وصف کا مضمون اس میں شامل ہے کیونکہ اللہ سبحانہ نے اسماء وصفات سے ان کی توصیف فرمائی، آپ ﷺ اول اس لئے ہیں کہ عالم وجود میں سب سے پہلی تخلیق آپ ﷺ ہیں (کہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا فرمایا) آپ ﷺ نبوت میں بھی سب سے اول ہیں (کیونکہ حدیث میں ہے کہ باوجود اسبقت واولیت آپ آخر بھی ہیں) بعثت ورسالت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: لیکن اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں...... باوجود سب سبقتوں کے ہم آخری نبی ہیں۔ ﴿مدارج النبوۃ فارسی:۱/۲﴾ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا

وہی ہیں اول، وہی ہیں آخر ، وہی ہیں باطن، وہی ہیں ظاہر
انہیں سے عالم کی ابتدا ہے ، وہی رسولوں کی انتہا ہیں

✿......ارشاد باری تعالیٰ ہے: "واذ اخذنا من النبیین میثاقھم و منک ومن نوح وابراھیم وموسیٰ وعیسی بن مریم" اے حبیب! یاد کیجئے جب ہم نے انبیاء سے عہد لیا آپ سے، نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے۔ ﴿سورۃ الاحزاب:۷﴾

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں حضرت ابوہریرہ نے نبی کریم ﷺ کا فرمان روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تخلیق میں سب سے پہلا نبی ہوں اور بعثت میں آخری نبی ہوں، پس اسی لیۓ اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے پہلے آپ سے میثاق لیا۔ ﴿الخصائص الکبریٰ:۱/۷﴾

✿......جناب ابوقلابہ سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "انما بعثت فاتحا وخاتما"

مجھے کھولنے والا اور ختم کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہے۔﴿شعب الایمان للبیہقی:۲/۳۰۸:۵۲۰۲﴾

✿...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر مجھے یوں سلام کیا: السلام علیك یا اول، السلام علیك یا آخر، السلام علیك یا ظاہر، السلام علیك یا باطن۔ (حضور ﷺ کے استفسار پر حضرت جبریل نے کہا) اللہ تعالیٰ نے آپکا نام اول رکھا، کیونکہ آپ تخلیق میں انبیاء سے پہلے ہیں، اور آپ کا نام آخر رکھا، کیونکہ آپ سب نبیوں سے زمانے میں آخری ہیں، خاتم الانبیاء آخری امت کے نبی ہیں ....الخ۔﴿شرح الشفاء لعلی القاری:۱/۵۱۵،وعلی حامش نسیم الریاض:۲/۴۲۵﴾

✿...... معراج کی رات رسول اللہ ﷺ کو حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ نے یوں سلام پیش کیا: ''السلام علیك یا اول، السلام علیك یاآخر، السلام علیك یا حاشر'' اے سب سے اول آپ پر سلام ہو، اے سب سے آخری (نبی) آپ پر سلام ہو، اے حاشر (جس کے قدموں پر کائنات کا حشر ہوگا) آپ پر سلام ہو۔﴿الخصائص الکبریٰ:۱/۲۵۸،تفسیر در منثور:۵/۱۶۴،۱۶۵،تفسیر ابن کثیر:۴/۸۶،دلائل النبوۃ للبیہقی:۲/۳۶۲﴾

✿...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ سے فرمایا: اے حبیب: ''جعلتك اول النبيين خلقاً و آخرهم بعثاً ...... وجعلتك فاتحا وخاتما'' میں نے تمام نبیوں سے پہلے آپ کو بنایا مگر ان تمام کے آخر میں مبعوث کیا...... اور میں نے تجھے ہی افتتاح کرنیوالا اور انتہاء کرنیوالا بنایا۔﴿الخصائص الکبریٰ:۱/۲۸۸،تفسیر ابن کثیر:۳/۱۰۹،سورۃ الاسراء،تفسیر در منثور:۵/۱۷۸،دلائل النبوۃ للبیہقی:۲/۳۹۷،تفسیر ابن جریر:۱۵/۸﴾

✿...... بیت المقدس میں انبیاء کرام کے اجتماع میں حضور ﷺ نے اپنے صدارتی خطبہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتے ہوئے فرمایا: ''شرح لی صدری ووضع عنی وزری و رفع لی ذکری وجعلنی فاتحا وخاتما'' اس نے مجھے شرح صدر کی دولت عطاء فرمائی، میرے تمام بوجھ ختم کر دیئے، میرا ذکر بلند کر دیا اور مجھے افتتاح اور اختتام کرنے والا بنا دیا۔﴿ایضاً﴾

✿...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا تو انہیں ان کے بیٹوں پر مطلع فرمایا، وہ ان میں ایک دوسرے کی فضیلتوں پر آگاہ ہوئے تو ان سب کے آخر میں ایک بلند و روشن نور دیکھا، عرض کی، الٰہی یہ کون ہے؟ فرمایا: یہ تیرا بیٹا احمد ہے، یہی اول ہے یہی آخر ہے اور یہی سب سے پہلا شفیع اور یہی سب سے پہلا شفاعت مانا گیا ہے۔﴿مختصر تاریخ دمشق:۱/۱۶۲،الخصائص الکبریٰ:۱/۶۷،کنز العمال:۱۱/۱۵۷:۳۲۰۵۳،دلائل النبوۃ للبیہقی:۵/۴۸۳باب ماجاء فی تحدث رسول اللہ ﷺ بنعمة ربه......الخ﴾

…… حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”انی عند الله مکتوب خاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینتہ“ میں اللہ کے نزدیک آخری نبی لکھا ہوا تھا جب کہ آدم ابھی خمیر میں لوٹ رہے تھے۔ ﴿مشکوۃ: ۵۱۳، مسند احمد: ۴/۱۲۷﴾

…… حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس کے تحت تحریر فرماتے ہیں: یہاں لکھنے سے مراد لوح محفوظ میں لکھنا مراد نہیں بلکہ کوئی خاص تحریر مراد ہے جو عالم ارواح میں مشہور کرنے کے لیے لکھی گئی تھی، وہاں حضور انور ﷺ کو سب پہچانتے تھے اس تحریر کی وجہ سے، خمیر میں لوٹنے کے معنی یہ ہیں کہ ابھی اس میں روح نہیں پھونکی گئی، خمیر میں سکھایا جا رہا تھا۔ ﴿مرأۃ المناجیح: ۸/۳۰﴾

…… حضرت علامہ سعید احمد کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: اگر یہ شبہ کیا جائے کہ خاتم النبیین کے معنی دنیا میں تمام نبیوں کے آخر میں آنے والا نبی، یہ معنی دنیا میں متحقق ہو سکتے ہیں، عالم ارواح میں اس معنیٰ کا ثابت ہونا ممکن نہیں، لہٰذا اس حدیث کے معنی یہ ہوں گے کہ حضور کا خاتم النبیین ہونا علم الٰہی میں مقدر تھا یا یہ کہنا پڑے گا کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی نہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ خاتم النبیین کے معنی قطعاً آخری نبی ہیں ۔۔۔۔ اور حدیث کا مطلب یہی ہے کہ میں فی الواقع خاتم النبیین ہو چکا تھا، نہ یہ کہ میرا خاتم النبیین ہونا علم الٰہی میں مقدر تھا، کیونکہ علم الٰہی میں تو ہر چیز مقدر تھی، البتہ یہ ضرور ہے کہ آخر النبیین ہونے کا ثبوت اور ظہور دو الگ مرتبے ہیں، اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں ختم نبوت کے منصب پر اپنے حبیب ﷺ کو فائز فرما دیا، بایں معنی کہ سب نبیوں کے بعد ان کا سردار بن کر جانے والا نبی یہی محبوب ہے اگر چہ جانے کا موقع ابھی نہ آیا ہو، یہ بالکل ایسا ہے کہ بادشاہ کسی کو امیر جہاد مقرر کر دے تو اس امارت کا ظہور جہاد پر جانے کے بعد ہی ہوگا، اس کا منصب جلیل پہلے ہی سے ثابت ہو گیا، اسی طرح یہاں سمجھ لیں کہ منصب خاتم النبیین کا ثبوت حضور اکرم ﷺ کے لئے پہلے سے ثابت تھا، لیکن اس کا ظہور دنیا میں تشریف لانے کے بعد ہوا، اس بیان سے ایک اصول ظاہر ہو گیا کہ ثبوت کمال کے لئے اسی وقت ظہور لازم نہیں، اسی لئے اہل سنت کا مسلک ہے کہ حضور سید عالم ﷺ تمام کمالات محمدیت کے ساتھ متصف ہو کر پیدا ہوئے لیکن ان کا ظہور اپنے اپنے اوقات میں حسب حکمت و مصلحت خداوندی ہوا۔ ﴿مقالات کاظمی: ۱/۷۰ میلاد النبی ﷺ﴾

مولوی اشرف علی تھانوی کی تائید:

تھانوی مذکور نے حدیث نبوی (بے شک میں حق تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا اور آدم کا ابھی

پتلا بھی تیار نہ ہوا تھا) کے تحت لکھا ہے: اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ شاید مراد یہ ہے کہ میرا خاتم النبیین ہونا مقدر ہو چکا تھا سو اس سے آپ کے وجود کا تقدم آدم پر ثابت نہ ہوا جواب یہ ہے کہ اگر یہ مراد ہوتی تو آپ کی کیا تخصیص تھی تقدیر تمام اشیائے مخلوقہ کی ان کے وجود سے متقدم ہے، پس یہ تخصیص خود دلیل ہے اس کی کہ مقدر ہونا مراد نہیں بلکہ اس صفت کا ثبوت مراد ہے اور ظاہر ہے کہ کسی صفت کا ثبوت فرع ہے مثبت لہ کے ثبوت کی پس اس سے آپ کے وجود کا تقدم ثابت ہو گیا اور چونکہ مرتبہ بدن متحقق نہ تھا اس لئے نور اور روح کا مرتبہ متعین ہو گیا اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ اس وقت ختم نبوت کے ثبوت کے بلکہ خود نبوت ہی کے ثبوت کے کیا معنی کیونکہ نبوت آپ کو چالیس سال کی عمر میں عطا ہوئی اور چونکہ آپ سب انبیاء کے بعد میں مبعوث ہوئے اس لئے ختم نبوت کا حکم کیا گیا سو یہ وصف تو خود تاخر کو مقتضی ہے، جواب یہ ہے کہ یہ تاخر مرتبہ ظہور میں ہے مرتبہ ثبوت میں نہیں جیسے کسی کو تحصیلداری کا عہدہ آج مل جاوے اور تنخواہ بھی آج ہی سے چڑھنے لگے مگر ظہور ہو گا کسی تحصیل میں بھیجے جانے کے بعد۔ ﴿حاشیہ نشر الطیب ص:۷﴾

✿...... "عن ابی هريرة قال قالوا يارسول الله صلى الله عليه وسلم متى وجبت لك النبوة قال و ادم بين الروح والجسد" حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے لئے نبوت کب لازم ہوئی تو آپ نے فرمایا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ ﴿ترمذی: ۲/۲۰۲، مشکوۃ: ۵۱۳، دلائل نبوۃ ابو نعیم: ۱/ ۴۸، دلائل نبوۃ بیہقی: ۲/ ۱۳۰، تفسیر در منثور: ۶/ ۵۰۲، الخصائص الکبریٰ: ۱/ ۷، المستدرک: ۳/ ۲۱۰، مجمع الزوائد: ۱/ ۴۰۹﴾

✿...... حضرت میسرۃ کا بیان ہے: "قلت يارسول الله متى كنت نبيا قال وادم بين الروح والجسد" میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے لئے نبوت کب لازم ہوئی تو آپ نے فرمایا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ ﴿الخصائص الکبریٰ: ۱/ ۷، مسند احمد: ۵/ ۵۹، المستدرک: ۳/ ۲۱۰، طبقات ابن سعد: ۷/ ۶۰، در منثور: ۶/ ۵۰۲، مجمع الزوائد: ۸/ ۲۲۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸/ ۴۳۸، تاریخ کبیر: ۷/ ۳۷۴، معرفۃ الصحابہ: ۵۶۹۵، ۳۶۹۶، الآحاد والمثانی: ۲۹۱۸، حلیۃ الاولیاء: ۷/ ۱۲۲﴾

✿...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: "قيل يارسول الله متى كنت نبيا قال وادم بين الروح والجسد" عرض کیا گیا یا رسول اللہ! آپ کے لئے نبوت کب لازم ہوئی تو آپ نے فرمایا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ ﴿طبرانی کبیر: ۱۲/ ۹۲، الخصائص الکبریٰ: ۱/ ۸، در منثور: ۶/ ۵۰۲، البدایہ والنہایہ: ۲/ ۲۷۲، الجامع الصغیر: ۲/ ۹۶، المعجم الاوسط: ۴/ ۲۷۲: ۴۱۷۵، مجمع الزوائد: ۸/ ۲۲۳، البدایہ والنہایہ: ۲/ ۳۷۶﴾

✿...... ابن ابی الجدعاء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کے لئے نبوت کب لازم ہوئی تو آپ نے فرمایا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ ﴿معرفۃ الصحابہ لابی نعیم: ۳۶۰۵، در منثور: ۶/ ۵۰۲، مشکل

الآثار:۵۲۲۱،سبل الهدیٰ والرشاد:۲/۲۹۳،مختصر تاریخ دمشق:۱/۱۶۰،الخصائص الکبریٰ:۱/۸﴾

✿......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ سے میثاق کب لیا گیا، آپ نے فرمایا: اس وقت جب حضرت آدم روح اور جسد کے درمیان تھے۔ ﴿المعجم الکبیر:۱۲/۱۱۹،درمنثور:۶/۵۰۲،الخصائص الکبریٰ:۱/۸،سبل الهدیٰ والرشاد:۱۰/۲۷۴﴾

✿......حضرت مطرف بن عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہ! آپ نبی کب بنائے گئے، آپ نے فرمایا: اس وقت جبکہ حضرت آدم روح اور مٹی کے درمیان تھے۔ ﴿درمنثور:۶/۵۰۲،الخصائص الکبریٰ:۱/۸﴾

✿......حضرت فاروق اعظم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کیا: متی جعلت نبیا قال وآدم منجدل فی طینتہ" آپ نبی کب بنائے گئے، فرمایا: جبکہ حضرت آدم اپنے خمیر میں تھے۔ ﴿الخصائص الکبریٰ:۱/۸،درمنثور:۶/۵۰۲﴾

واضح رہے یہ مضمون متعدد روایات سے ثابت ہے، حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی حدیث و آدم بین الروح والحسد کے تحت لکھتے ہیں: یعنی جب کہ حضرت آدم کے جسم میں روح پھونکی نہ گئی تھی اس وقت ہم نبی تھے، اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ ہم علم الٰہی میں نبی تھے کہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ ہم نبی ہوں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تو تمام انبیاء کرام کی نبوت کو جانتا تھا پھر اس میں حضور کی خصوصیت کیا، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور کی نبوت کا اعلان اس وقت ہو چکا تھا، فرشتے حضور پر کروڑوں سال سے درود پڑھ رہے تھے، تمام روحوں کے سامنے سارے نبیوں سے حضور پر ایمان لانے، آپ کی نصرت و مدد کرنے کا عہد و پیمان لیا گیا تھا، اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا۔ ﴿کنز الایمان﴾ عرش اعظم، آسمانوں، جنت کے محلوں، دریچوں میں، وہاں کے درختوں کے پتوں پر، روحوں کی پتلیوں میں، فرشتوں کی آنکھوں میں، غلمان کے سینوں پر، طوبیٰ کے غنچہ وگل میں، حضور انور کا نام لکھ دیا گیا تھا، ان شاء اللہ ہم لوگ بھی وہاں جا کر یہ ساری بہار اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے، صوفیاء فرماتے ہیں کہ عالم ارواح میں حضور سارے نبیوں کے نبی تھے، آپ انکی روحوں کو تعلیم و تربیت دیتے تھے، سارے نبی حضور کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کر کے دنیا میں تشریف لائے اور حضور سے سیکھے ہوئے علوم مخلوق کو سکھائے۔ ﴿اشعۃ اللمعات﴾ اللھم صل علی سیدنا محمد والہ وصحبہ وسلم یہاں مرقاۃ نے فرمایا کہ یہ حدیث مختلف الفاظ سے مروی ہے، چنانچہ ابن سعد نے (طبقات میں) اور ابو نعیم نے حلیہ میں طبرانی نے کبیر میں حضرت ابن عباس سے یوں روایت کی

کنت نبیا وادم بین الروح والجسد امام احمد نے اور بخاری نے اپنی تاریخ میں اور حاکم نے اور ابونعیم نے دلائل میں حضرت ابوہریرہ سے مرفوعا روایت کی کنت اول النبیین فی الخلق وآخرھم فی البعث ہم پیدائش میں تمام نبیوں سے پہلے ہیں بعثت میں سب نبیوں کے بعد، دانہ درخت سے پہلے زمین میں جاتا ہے اور آخر میں وہی دانہ نمو دار ہوتا ہے، ہم نے عرض کیا ہے۔

باغ رسالت کی ہیں جڑ، اور ہیں بہار آخری
مبدا جو اس گلشن کے تھے، وہ منتہٰی یہی تو ہیں

اس بحث سے ثابت ہوگیا کہ حضور سرور کائنات کی نبوت کو شان اولیت بھی حاصل ہے اور مرتبۂ خاتمیت بھی، اولیت اس اعتبار سے کہ اللہ رب العزت نے آپ کو سب سے پہلے مقام نبوت پر فائز فرمایا جب کہ حضرت آدم علیہ السلام کا ابھی خمیر بھی تیار نہیں ہوا تھا اور مرتبہ خاتمیت سے یوں سرفراز فرمایا کہ آپ کو رسالت کی ذمہ داریاں باقاعدہ طور پر ادا کرنے کے لیے تمام انبیاء کرام کے بعد مبعوث فرمایا اور سلسلۂ نبوت کو آپ پر ختم کردیا۔

رسول مجتبیٰ کہیئے محمد مصطفٰے کہیے
خدا کے بعد بس وہ ہیں پھر اس کے بعد کیا کہیے
شریعت کا ہے یہ اصرار ختم الانبیاء کہیے
محبت کا تقاضا ہے کہ محبوب خدا کہیے

............☆☆☆............

فضائل عید الفطر

✿......حضرت سعد بن اوس انصاری رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب عید الفطر کا دن ہوتو فرشتے گزرگاہوں پر کھڑے ہوکر پکارتے ہیں اے مسلمانوں کے گروہ! آج کے دن تم چلو اپنے رب کریم کی طرف خیریت کے ساتھ وہ تمہیں بہت بڑا ثواب عطا کرے گا، تمہیں رات کے قیام کا حکم دیا گیا تو تم نے قیام کیا، تمہیں دن کے روزے کا حکم دیا گیا تو تم نے روزہ رکھا، تم نے اپنے رب تعالیٰ کی اطاعت کی اب تم اپنی جزا اور انعام حاصل کرو، جب مسلمان نماز عید ادا کر لیتے ہیں تو فرشتے اعلان کرتے ہیں کہ مسلمانو! بے شک تمہارے رب تعالیٰ نے تمہاری مغفرت فرمادی، پس تم رشد وہدایت کے ساتھ اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ، یہ جزا کا دن ہے اور اس دن کا نام آسمانوں میں یوم الجائزہ ہے۔ ﴿الترہیب: ۲/۱۵۳﴾

✿......حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ اپنے باپ دادا رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر عید کے روز خوبصورت یمنی جبہ زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ ﴿نیل الاوطار: ۳/۳۳۹﴾

اعلانِ ختمِ نبوت بزبانِ خاتمِ نبوت

صغیر احمد نقشبندی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

★......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے گھر تعمیر کیا اور اس کو خوب آراستہ پیراستہ کیا لیکن ایک گوشہ میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی لوگ آ کر اس مکان کو دیکھنے لگے اور خوش ہونے لگے اور کہنے لگے: یہ اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی، آپ ﷺ نے فرمایا: "فانا اللبنة وانا خاتم النبیین" پس میں وہی آخری اینٹ ہوں اور میں ہی خاتم النبیین ہوں۔ ﴿صحیح بخاری: کتاب المناقب/صحیح مسلم: کتاب الفضائل﴾

★......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے کوئی گھر تعمیر کیا اور اسے ہر طرح سے مکمل کیا مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ اس میں داخل ہو کر اسے دیکھنے لگے اور اس کی خوب صورت تعمیر سے خوش ہونے لگے سوائے اس ایک اینٹ کی جگہ کے کہ وہ اس کے علاوہ اس محل میں کوئی کمی نہ دیکھتے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "فانا موضع اللبنة جئت فختمت الانبیاء" پس میں ہی وہ آخری اینٹ رکھنے کی جگہ ہوں، میں نے آ کر انبیاء کی آمد کا سلسلہ ختم کر دیا۔ ﴿صحیح بخاری: کتاب المناقب، باب خاتم النبیین/صحیح مسلم: کتاب الفضائل، باب ذکر کونہ ﷺ خاتم النبیین/سنن ترمذی: کتاب الامثال، باب فی مثل النبی والانبیاء قبلہ﴾

★......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک وقوع پذیر نہیں ہو گی جب تک تیس کے قریب دجال کذاب نہ پیدا ہو جائیں "کلهم یزعم انه رسول الله" ہر ایک کا دعویٰ ہو گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔ ﴿صحیح بخاری: کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام/کتاب الفتن، باب خروج النار/صحیح مسلم: کتاب الفتن، باب لاتقوم الساعۃ../سنن ترمذی: کتاب الفتن، باب ماجاء لاتقوم الساعۃ..﴾

★......اسماعیل کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن ابی اوفیٰ سے کہا کہ کیا آپ نے نبی کریم ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دیکھا؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ چھوٹی عمر میں ہی وفات پا گئے تھے، اگر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہوتا کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی ہو سکتا ہے تو آپ ﷺ کے صاحبزادے زندہ رہتے لیکن آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ ﴿صحیح بخاری: کتاب الادب، باب من سمی باسماء الانبیاء﴾

★......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبوت کا کوئی جزو سوائے مبشرات کے باقی نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: مبشرات کیا ہیں؟ فرمایا: نیک خواب۔ ﴿صحیح بخاری: کتاب التعبیر، باب مبشرات﴾

★......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پس لوگ محمد ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوں گے یا محمد! "انت رسول الله و خاتم الانبیاء" کہ اے محمد! آپ اللہ کے رسول اور انبیاء میں سب سے آخری ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرما دیئے تھے لہٰذا اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت فرمائیے۔ ﴿صحیح بخاری: کتاب التفسیر، باب ذریۃ من حملنا مع نوح انہ کان عبدا شکورا/صحیح مسلم: کتاب الایمان، باب ادنی اھل الجنۃ منزلھا فیھا/سنن ترمذی: کتاب صفۃ القیامۃ والورع، باب ماجاء فی الشفاعۃ﴾

★......حضرت محمد بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پانچ نام ہیں، میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں ماحی ہوں یعنی اللہ میرے ذریعے کفر کو مٹائے گا اور میں حاشر ہوں یعنی میرے بعد قیامت آجائے گی اور حشر برپا ہوگا "وانا العاقب" اور میں عاقب ہوں۔ ﴿صحیح بخاری: کتاب المناقب، باب ماجاء فی اسماء رسول اللہ ﷺ/صحیح مسلم: کتاب التفسیر، باب تفسیر الصف﴾

★......حضرت ابو حازم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس پانچ سال بیٹھتا رہا پس میں نے ان کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل کی قیادت ان کے انبیاء کیا کرتے تھے جب ایک نبی کا وصال ہو جاتا تو کوئی دوسرا نبی ان میں مبعوث ہوتا "وانہ لا نبی بعدی" اور میرے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا، اب خلفاء ہوں گے جو بکثرت ہوں گے۔ ﴿صحیح بخاری: کتاب الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل/صحیح مسلم: کتاب الامارۃ، باب وجوب الوفاء ببیعۃ الخلفاء الاول/سنن ابن ماجہ: کتاب الجہاد: باب الوفاء بالبیعۃ﴾

★......حضرت محمد بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں ماحی ہوں یعنی میرے ذریعے کفر کو مٹایا جائے گا اور میں حاشر ہوں یعنی میرے بعد قیامت آجائے گی اور حشر برپا ہوگا "وانا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہ نبی" اور میں عاقب ہوں اور عاقب اس شخص کو کہتے ہیں جس کے بعد کوئی اور نبی نہ ہو۔ ﴿صحیح مسلم: کتاب الفضائل، باب فی اسمائہ ﷺ﴾

★......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے دیگر انبیاء پر چھ چیزوں میں فضیلت دی گئی ہے، میں جوامع الکلم سے نوازا گیا ہوں اور رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے اور میرے لئے مال غنیمت

حلال کئے گئے ہیں اور میرے لئے زمین پاک کردی گئی اور سجدہ گاہ بنادی گئی ہے" وارسلت الی الخلق کافة و ختم بی النبیون "اور میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں اور میری آمد سے انبیاء کا سلسلہ ختم کردیا گیا ہے۔﴿صحیح مسلم: کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ/سنن ترمذی: کتاب السیر ،باب ماجاء فی الغنیمۃ﴾

★......حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ چھوڑا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں پیچھے چھوڑ کے جارہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ میرے ساتھ تمہاری وہی نسبت ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی "الا انہ لا نبی بعدی" البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ الا انہ لا نبوۃ بعدی البتہ میرے بعد نبوت نہیں ہوگی۔﴿صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابہ، باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ/سنن ترمذی: کتاب المناقب، باب مناقب علی/سنن ابن ماجہ: المقدمہ، باب فضل علی﴾

★......حضرت عبداللہ بن ابراہیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "فانی آخر الانبیاء وان مسجدی آخر المساجد" پس میں انبیاء کرام میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد (انبیاء کی مساجد میں) آخری مسجد ہے۔﴿صحیح مسلم: کتاب الحج، باب فضل الصلوٰۃ بمسجدی مکۃ والمدینہ/سنن نسائی: کتاب المساجد﴾

★......حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انبیاء میں میری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے کوئی گھر تعمیر کیا اور اسے ہر طرح سے مکمل کیا اور خوب آراستہ کیا مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ اس عمارت کو آکر دیکھنے لگے اور اس کی خوب صورت تعمیر سے خوش ہونے لگے اور کہنے لگے کاش اس اینٹ رکھنے کی جگہ کو بھی مکمل کردیا جائے "وانا فی النبیین موضع تلك اللبنة" پس میں انبیاء میں وہ آخری اینٹ رکھنے کی جگہ ہوں۔﴿سنن ترمذی: کتاب المناقب، باب فضل النبی ﷺ﴾

★......حضرت محمد بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے کئی نام ہیں، میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں ماحی ہوں یعنی میرے ذریعے کفر کو مٹایا جائے گا اور میں حاشر ہوں جس کے قدموں پر لوگ اٹھائے جائیں گے "وانا العاقب الذی لیس بعدی نبی" اور میں عاقب ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔﴿سنن ترمذی: کتاب الادب، باب ماجاء فی اسماء النبی ﷺ﴾

★......حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت میں تیس جھوٹے پیدا

ہوں گے" کلهم يزعم انه نبی و انا خاتم النبيين لا نبی بعدی "ہر ایک کا دعویٰ ہوگا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ ﴿سنن ترمذی: کتاب الفتن، باب ما جاء لا تقوم الساعة../سنن ابو داؤد: کتاب الفتن والملاحم، باب ذکر الفتن/سنن ابن ماجہ: کتاب الفتن، باب ما یکون من الفتن﴾

★......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ان الرسالة و النبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی " کہ نبوت ورسالت ختم ہوگئی پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہے اور نہ کوئی نبی، راوی کہتا ہے کہ یہ بات لوگوں کے لئے رنج کا باعث ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لیکن بشارتیں، انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! بشارتیں کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کا خواب اور یہ نبوت کا ایک حصہ ہے۔ ﴿سنن ترمذی: کتاب الرؤیا، باب ذہبت النبوۃ وبقیت المبشر ات﴾

★......حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لو كان بعدی نبی لكان عمر بن الخطاب "اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتے۔ ﴿سنن ترمذی: کتاب المناقب، باب مناقب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ﴾

★......حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم میرے لئے وہی حیثیت رکھتے ہو جو ہارون علیہ السلام کی موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھی "الا انه لا نبی بعدی "مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ ﴿سنن ترمذی: کتاب فضائل الصحابہ﴾

★......حضرت ابراہیم بن محمد جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "بين كتفيه خاتم النبوة وهو خاتم النبيين "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ ﴿سنن ترمذی: کتاب المناقب﴾

★......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز ادا فرما لیتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دریافت فرماتے کیا تم میں سے رات کو کسی نے خواب دیکھا ہے؟ اور فرماتے: "انه ليس يبقى بعدی من النبوة الا الرؤيا الصالحة "بے شک میرے بعد نبوت میں سے سوائے نیک خوابوں کے کچھ نہیں بچا۔ ﴿سنن ابو داؤد: کتاب الادب، باب ما جاء فی الرؤیا﴾

★......حضرت ام کرز کعبیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "ذهبت النبوة و بقيت المبشرات "نبوت ختم ہوگئی اور مبشرات باقی ہیں۔ ﴿سنن ابن ماجہ: کتاب تعبیر الرؤیا، باب رؤیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام﴾

★ ...... حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”انا آخر الانبیاء و انتم آخر الامم“ میں تمام انبیاء میں سے آخری ہوں اور تم بھی آخری امت ہو۔ ﴿سنن ابن ماجہ: کتاب الفتن﴾

★ ...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو تو بڑے احسن انداز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ یہ درود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا جاتا ہے تو لوگوں نے عرض کیا: آپ رضی اللہ عنہ ہمیں سکھائیں کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کیسے بھیجیں؟ تو انھوں نے فرمایا: کہ تم یوں کہا کرو: اے اللہ! تو اپنا درود و رحمت اور برکتیں تمام رسولوں کے سردار، اہل تقویٰ کے امام ”خاتم النبیین“ یعنی آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بندے اور اپنے رسول کے لئے خاص فرما جو کہ بھلائی اور خیر کے امام اور قائد ہیں اور رسول رحمت ہیں۔ الخ..... ﴿سنن ابن ماجہ: کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیہا، باب الصلوۃ علی النبی﴾

............☆☆☆............

فضائل شب برأت

✿ ...... حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ پندرھویں شب شعبان کو مخلوق کی طرف تجلی فرماتا ہے اور سب کو بخش دیتا ہے سوائے کافر اور عداوت رکھنے والے کے۔ ﴿صحیح ابن حبان: ۴۷۰/۷﴾

✿ ...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا: یہ شعبان کی پندرھویں رات ہے، اس میں اللہ تعالیٰ اتنے جہنمیوں کو آزاد فرماتا ہے جتنے بنو کلب کی بکریوں کے بال ہیں، مگر کافر، عداوت والے، رشتہ کاٹنے والے، کپڑا لٹکانے والے، والدین کی نافرمانی کرنے والے اور عادی شرابی کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتا۔ ﴿شعب الایمان: ۳۸۳/۳﴾

✿ ...... حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب شعبان کی پندرھویں رات آئے تو اس رات کو قیام کرو اور دن کو روزہ رکھو، اللہ تعالیٰ غروب آفتاب سے آسمان دنیا پر خاص تجلی فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ ہے کوئی بخشش مانگنے والا کہ اسے بخش دوں، ہے کوئی روزی طلب کرنے والا کہ اسے روزی دوں، ہے کوئی مبتلا کہ اسے عافیت دوں، ہے کوئی ایسا، ہے کوئی ایسا، یہ اس وقت تک فرماتا ہے کہ فجر طلوع ہو جائے۔ ﴿سنن ابن ماجہ: ۱۶۰/۲﴾

✿ ...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرھویں رات کو تجلی فرماتا ہے، استغفار کرنے والوں کو بخش دیتا ہے اور طالب رحمت پر رحمت فرماتا ہے اور عداوت والوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔ ﴿شعب الایمان: ۳۸۲/۳﴾

امام احمد رضا خان رحمہ اللہ اور ردّ قادیانیت

علامہ شہزاد احمد مجددی چوراہی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ وہ نابغۂ عصر شخصیت ہیں کہ آپ کا مثل پورے ہندوستان میں نہیں ملتا، آپ کا تعلق بانس بریلی کے ایک علمی گھرانے سے تھا، اسی لیے دینی علوم کی تکمیل اپنے والد ماجد سے ہی کی، ۱۳ سال ۴ ماہ کی عمر میں مسند افتاء سنبھالی اور تادمِ واپسیں اسے بخوبی نبھایا، کم وبیش ۷۰ علوم پر آپ نے قلم اٹھایا، ردّ بد مذہباں آپ کی ذات کا ایک حصہ رہا ہے، وہابیہ، دیابنہ، نیچریہ، رافضیت اور قادیانیت کے خلاف آپ کے فتاویٰ بکثرت ہیں۔

۱۹۰۱ء کو ضلع گورداسپور کے ایک گاؤں قادیان سے تعلق رکھنے والے ایک نیم پاگل مرزا غلام احمد نے نبوت کا دعویٰ کر دیا تو آپ نے اس کا خوب ردّ فرمایا اور مختلف رسائل تصنیف فرمائے۔

① ......جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ (۱۳۱۷ھ)

"دشمن خدا کے ختم نبوت کا انکار کرنے پر خدائی جزاء" یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ جلد ۱۵ صفحہ ۶۲۹ پر ہے، اس رسالہ کے بارے میں خود لکھا:

"اللہ و رسول نے مطلقاً نفی نبوت تازہ فرمائی، شریعت جدیدہ وغیرہا کی کوئی قید کہیں نہ لگائی اور صراحۃً خاتم بمعنی آخر بتایا، متواتر حدیثوں میں اس کا بیان آیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اب تک تمام اُمت مرحومہ نے اسی معنیٰ ظاہر ومتبادر وعموم استغراق حقیقی تام پر اجماع کیا اور اسی بنا پر سلفاً وخلفاً ائمہ مذاہب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر مدعی نبوت کو کافر کہا، کتب احادیث وتفسیر عقائد وفقہ ان کے بیانوں سے گونج رہی ہیں، فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اپنی کتاب "جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ" میں نے اس مطلب ایمانی پر صحاح وسنن ومسانید ومعاجیم وجوامع سے ایک سو بیس حدیثیں اور تکفیر منکر کہ ارشادات ائمہ وعلمائے قدیم وحدیث وکتب عقائد واصول فقہ وحدیث سے تیس نصوص ذکر کیے۔ ﴿فتاویٰ رضویہ: ۱۴/ ۳۳۸ رضا فاؤنڈیشن لاہور﴾

اس رسالہ میں لکھتے ہیں:

''اللہ عزوجل سچا اور اس کا کلام سچا، مسلمان پر جس طرح ''لا الہ الا اللہ'' ماننا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو احد صمد لاشریک لہ جاننا فرض اول ومناط ایمان ہے یونہی ''محمد رسول اللہ'' ﷺ کو خاتم النبیین ماننا ان کے زمانے میں خواہ ان کے بعد کسی نبی جدید کی بعثت کو یقیناً محال وباطل جاننا فرض اجل وجزء ایقان ہے ''ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین'' ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے، نص قطعی قرآن ہے، اس کا منکر نہ منکر بلکہ شبہ کرنے والا نہ شاک کہ ادنیٰ ضعیف احتمال خفیف سے توہم خلاف رکھنے والا قطعاً اجماعاً کافر ملعون مخلد فی النیران ہے، نہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو اس کے عقیدہ ملعونہ پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ جانے وہ بھی کافر، جو اس کے کافر ہونے میں شک وتردد کو راہ دے وہ بھی کافر بین الکافر جلی الکفران ہے، ولید پلید جس کا قول نجس ترازبول، سوال میں مذکور، ضرور ولی ہے بیشک ضرور مگر حاشانہ ولی الرحمٰن بلکہ عدوالرحمٰن ولی الشیطان ہے، یہ جو میں کہہ رہا ہوں میرا فتویٰ نہیں اللہ واحد قہار کا فتویٰ ہے، خاتم الانبیاء والاخیار کا فتویٰ ہے، علی مرتضیٰ وبتول زہرا وحسن مجتبیٰ وشہید کربلا تمام أئمہ اطہار کا فتویٰ ہے۔ ﴿جزاء اللہ عدوہ باباۂ ختم النبوۃ: ۵ مکتبہ نبویہ لاہور﴾

۲......المُبِین ختم النبیّین (۱۳۲۶ھ)

''حضور کے خاتم النبیین ہونے کے واضح دلائل'' یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ جلد ۱۴ صفحہ ۳۳۱ پر ہے، اس رسالہ میں لکھتے ہیں:

''تمام اُمت مرحومہ نے لفظ خاتم النبیین سے یہی سمجھا ہے، وہ بتاتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے بعد کبھی کوئی نبی نہ ہوگا، حضور ﷺ کے بعد کوئی رسول نہ ہوگا اور تمام اُمت نے یہی مانا ہے کہ اس میں اصلاً کوئی تاویل یا تخصیص نہیں تو جو شخص لفظ خاتم النبیین میں النبیین کو اپنے عموم واستغراق پر نہ مانے بلکہ اسے کسی تخصیص کی طرف پھیرے اس کی بات مجنون کی بک یا سرسامی کی بہک ہے، اسے کافر کہنے سے کچھ ممانعت نہیں کہ اس نے نص قرآنی کو جھٹلایا جس کے بارے میں اُمت کا اجماع ہے کہ اس میں نہ کوئی تاویل ہے نہ تخصیص''۔ ﴿فتاویٰ رضویہ: ۱۴/۳۳۵ رضا فاؤنڈیشن لاہور﴾

مزید لکھتے ہیں:

"بالجملہ یہ آیہ کریمہ" ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین "مثل حدیث متواتر لانبی بعدی قطعاً عام اور اس میں مراد استغراق تام اور اس میں کسی قسم کی تاویل وتخصیص نہ ہونے پر اجماع امت خیرالانام ﷺ، یہ ضروریات دین سے ہے اور ضروریات دین میں کوئی تاویل یا اس کے عموم میں کچھ قیل وقال اصلاً مسموع نہیں، جیسے آج کل دجال قادیانی بک رہا ہے کہ "خاتم النبیین سے ختم نبوت شریعت جدیدہ مراد ہے، اگر حضور کے بعد کوئی نبی اسی شریعت مطہرہ کا مروج وتابع ہو کر آئے کچھ حرج نہیں" اور وہ خبیث اس سے اپنی نبوت جمانا چاہتا ہے"۔ ﴿فتاویٰ رضویہ:۱۴/ ۳۳۷ رضا فاؤنڈیشن لاہور﴾

③......قهر الديان علىٰ مرتد بقاديان:

(قادیانی مرتد پر قہر خداوندی) یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ جلد ۱۵ صفحہ ۵۹۵ سے صفحہ ۶۱۰ تک پندرہ صفحات پر مشتمل ہے، اس رسالہ میں آپ نے مرزا قادیانی کی ان گالیوں کو نقل کیا جو اس نے عیسیٰ علیہ السلام کو دیں پھر اس کا رد کیا، مرزائی یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ "مرزا قادیانی نے یہ تو عیسائیوں کے مقابلہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دی ہیں" اس کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

اوّلاً: ان عبارات کے علاوہ جو گالیاں اس کے اور رسائل مثل اعجاز احمدی ودافع البلاء وکشتی نوح واربعین ومواہب الرحمٰن وغیرہ میں ابلی وکھلی پھر رہی ہیں، وہ کس عیسائی کے مقابلہ میں ہیں، مثل مشہور ہے، دلہن کا منہ کالا، مشاطہ کب تک ہاتھ دئے رہے گی۔

ثانیاً: کس شریعت نے اجازت دی ہے کہ کسی بدمذہب کے مقابل اللہ کے رسولوں کو گالیاں دی جائیں؟

ثالثاً: مرزا کو ادّعا ہے کہ اگرچہ اس پر وحی آتی ہے مگر کوئی نیا حکم جو شریعت محمدیہ سے باہر ہو، نہیں آسکتا، ہم تو قرآن عظیم میں یہ حکم پاتے ہیں کہ: "لا تسبوا الذين يدعون من دون الله فيسبوا الله عدوا بغير علم" کافروں کے جھوٹے معبودوں کو گالی نہ دو کہ وہ اس کے جواب میں۔ بے جانے بوجھے دشمنی کی راہ سے اللہ عزوجل کی جناب میں گستاخی کریں گے، مرزا اپنی وہ وحی بتائے جس نے قرآن کے اس حکم کو منسوخ کردیا۔

رابعاً: مرزا کو ادّعا ہے کہ وہ مصطفیٰ ﷺ کے قدم بقدم چل رہا ہے، التبلیغ: ۳: ۳۸۳ پر لکھتا ہے: "من ايات صدقى انه تعالىٰ وفقنى باتباع رسوله واقتداء نبيه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فما رأيت اثرا من آثار النبى الا

قفوتہ ''میری سچائی کی نشانی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے رسول کی اتباع اور نبی کی اقتداء پر توفیق دی میں نے نبی کا جو بھی نشان دیکھا اس پر قدم رکھا، بتائے تو کہ مصطفیٰ ﷺ نے کس دن عیسائیوں کے مقابل معاذ اللہ عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کو گالیاں دی ہیں۔

خامسا: مرزا کے ازالہ نے مرزائیوں کی اس فکر کا کامل ازالہ کر دیا، ازالہ کی یہ عبارتیں تو کسی عیسائی کے مقابل نہیں، ان میں وہ کون سی گالی ہے جو ضمیمہ انجام آتھم سے کم ہے حتیٰ کہ چور اور ولد الزنا کا بھی اثبات ہے وہاں چوری کسی مال کی نہ بتائی تھی بلکہ علم کی، ضمیمہ انجام صفحہ ۶، نہایت شرم کی یہ بات ہے کہ آپ نے پہاڑی تعلیم کو یہودیوں کی کتاب طالمود سے چرا کر لکھا ہے اور پھر ایسا ظاہر کیا کہ گویا یہ میری تعلیم ہے۔

ازالہ میں اس سے بدتر چوری معجزہ کی چوری مانی کہ تالاب کی مٹی لا کر بے پر کی اڑاتے اور اپنا معجزہ ٹھہراتے، رہی ولادت زنا وہ اس نے اس بائبل محرف کے بھروسے پر لکھی، برائے نام کہہ سکتا تھا کہ عیسائیوں پر الزاما پیش کی اگرچہ مرزا کی عملی کارروائی صراحۃً اس کی مکذب تھی کہ وہ اپنے رسائل میں بکثرت مسلمانوں کے مقابل اسی بائبل محرف کو نزول الیاس وغیرہ کے مسئلہ میں پیش کرتا ہے مگر ازالہ میں تو صاف تصریح کر دی کہ قرآن عظیم اسی بائبل محرف کی طرف رجوع کرنے اور اس سے علم سیکھنے کا حکم دیتا ہے، ازالہ صفحہ ۳۰۸ ''آیت ہے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون تمہیں علم نہ ہو تو اہل کتاب کی طرف رجوع کرو، ان کی کتابوں پر نظر ڈالو، اصل حقیقت منکشف ہو، ہم نے موافق حکم اس آیت کے یہود و نصاریٰ کی کتابوں کی طرف رجوع کیا تو معلوم ہوا کہ مسیح کے فیصلے کا ہمارے ساتھ اتفاق ہے دیکھو کتاب سلاطین و کتاب ملاکی نبی اور انجیل۔'' تو ثابت ہوا کہ یہ توریت و انجیل بلکہ تمام بائبل موجودہ اس کے نزدیک سب بحکم قرآن مستند ہیں تو جو کچھ اس سے لکھا ہرگز الزامانہ تھا بلکہ اس کے طور پر قرآن سے ثابت، اور خود اس کا عقیدہ تھا، اور اللہ تعالیٰ دجالوں کا پردہ یونہی کھولتا ہے۔ ﴿فتاویٰ رضویہ: ۶۰۹/۱۵ رضا فاؤنڈیشن لاہور﴾

④......الجراز الدیانی علیٰ المرتد القادیانی (۱۳۴۰ھ)

(قادیانی مرتد پر خدائی خنجر) یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ جلد ۱۵ صفحہ ۶۱۱ سے ۶۲۸ تک ۱۸ صفحات پر مشتمل ہے، یہ رسالہ آپ نے وصال باکمال سے فقط ڈیڑھ ماہ قبل تحریر فرمایا، سائل شاہ میر خاں قادری رضوی نے دو آیات اور صحیح بخاری کی ایک حدیث پیش کی جن سے قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر استدلال کرتے ہیں، پہلے تو

آپ نے ان آیات اور حدیث کا جواب دیا اور پھر قادیانیوں کی اس چالاکی سے پردہ اٹھایا جو وہ مرزا قادیانی کے کفریات کو چھوڑ کر حیات عیسیٰ علیہ السلام کی بحث چھیڑتے ہیں، لکھتے ہیں:

"ثالثاً اول چالاکی بھی جانیں! یہ فقط قبر عیسیٰ ثابت کرنا نہیں بلکہ اس میں بہت اہم راز مضمر ہے، قادیانی مدعی نبوت تھا اور سخت جھوٹا کذاب جس کے سفید چمکتے ہوئے جھوٹ وہ محمدی والے نکاح، اور انبیاء کے چاند والے بیٹے قادیان وقادیانیہ کے محفوظ از طاعون رہنے کی پیشین گوئیاں وغیرہا ہیں، اور ہر عاقل جانتا ہے کہ نبوت اور جھوٹ کا اجتماع محال، اس سے قادیانی کا سارا گھر ہر عاقل کے نزدیک گھروندا ہو گیا اس لئے فکر ہوئی کہ انبیائے کرام علیہم السلام کو معاذ اللہ جھوٹا ثابت کریں کہ قادیانی کذاب کی نبوت بھی بن پڑے، اس کا علاج خود قادیانی نے اپنے ازالہ اوہام صفحہ ۶۲۹ پر یہ کیا کہ ایک زمانے میں چار سو نبیوں کی پیشگوئی غلط ہوئی اور وہ جھوٹے، یہ اس مرتد کے اکٹھے چار سو کفر کہ ہر نبی کی تکذیب کفر ہے، بلکہ کروڑوں کفر ہیں کہ ایک نبی کی تکذیب تمام انبیاء اللہ کی تکذیب ہے، قال اللہ تعالیٰ: كذبت قوم نوح المرسلين (نوح کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا) تو اس نے چار سو ہر نبی کی تکذیب کی، اگر انبیاء ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں تو قادیانی کے چار کروڑ چھیانوے لاکھ کفر، اور اگر دو لاکھ چوبیس ہزار ہیں تو یہ اس کے آٹھ کروڑ چھیانوے لاکھ کفر ہیں، اور اب ان مرزائیوں نے خود یا اسی سے سیکھ کر اندارج کفر میں اور ترقی معکوس کر کے اسفل سافلین پہنچنا چاہا کہ معاذ اللہ معاذ اللہ سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھوٹ ثابت کریں، اس حدیث کے یہ معنے گھڑے کہ نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کو مسجد کر لیا، یہ صریح سپید جھوٹ ہے، نصاریٰ ہرگز مسیح کی قبر ہی نہیں مانتے اسے مسجد کر لینا تو دوسرا درجہ ہے، تو مطلب یہ ہوا کہ دیکھو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (کے دشمنوں) نے (خاک بدہن ملعونان) کیسی صریح جھوٹی خبر دی پھر اگر ہمارا قادیانی نبی جھوٹ کے پھنکے اڑاتا تھا تو کیا ہوا قادیانی مرتدین کا اگر یہ مطلب نہیں تو جلد بتائیں کہ نصاریٰ مسیح علیہ السلام کی قبر کب مانتے ہیں، کہاں بتاتے ہیں، کس کس نصرانی نے اس قبر کو مسجد کر لیا جس کا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا، اس مسجد کا روئے زمین پر کہیں پتا ہے؟ ان نصرانیوں کا دنیا کے پردے پر کہیں نشان ہے؟ اور جب یہ نہ بتا سکو اور ہرگز نہ بتا سکو گے تو اقرار کرو کہ تم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے معاذ اللہ دروغ گوئی کا الزام لگانے کو حدیث کے یہ معنی گھڑے"۔ (فتاویٰ رضویہ: ۶۲۶/۱۵ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

⑤......السوء والعقاب على المسيح الكذاب (۱۳۲۰ھ)

(جھوٹے مسیح پر وبال اور عذاب) یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ جلد ۱۵ صفحہ ۵۷۱ سے ۵۹۴ تک ۲۴ صفحات پر مشتمل

ہے، امرتسر سے مولانا محمد عبد الغنی صاحب نے آپ کی خدمت میں ایک فتویٰ بھیجا جس میں مرزا قادیانی کی تکفیر کی گئی تھی اور اس پر کثیر علماء کے دستخط موجود تھے، سائل نے یہ فتویٰ آپ کی خدمت میں تصدیق کے لیے بھیجا جس کے جواب میں آپ نے یہ رسالہ تصنیف فرمایا، اس میں لکھتے ہیں:

''اللہ عزوجل دین حق پر استقامت عطا فرمائے اور ہر ضلال و وبال ونکال سے بچائے، قادیانی مرزا کا اپنے آپ کو مسیح ومثل مسیح کہنا تو شہرہ آفاق ہے اور بحکم آنکہ ''عیب می جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو'' (شراب کے تمام عیب بیان کئے اب اس کے ہنر بھی بیان کر) فقیر کو بھی اس دعوی سے اتفاق ہے، مرزا کے مسیح ومثل مسیح ہونے میں اصلاً شک نہیں مگر لا واللہ نہ مسیح کلمۃ اللہ علیہ صلوٰۃ اللہ بلکہ مسیح دجال علیہ اللعن والنکال''۔ ﴿فتاویٰ رضویہ:۱۵/۵۷۴ رضا فاؤنڈیشن لاہور﴾ اس کے بعد آپ نے مرزا قادیانی کے وہ ۱۰ کفریات نقل کیے جو اس فتویٰ میں نقل تھے، پھر ان کفریات کا رد کیا اور اس کے بعد لکھا:

''اگر یہ اقوال مرزا کی تحریروں میں اسی طرح ہیں تو واللہ واللہ وہ یقیناً کافر اور جو اس کے ان اقوال یا ان کے امثال پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ کہے وہ بھی کافر، ندوہ مخذولہ اور اس کے اراکین کہ صرف طوطے کی طرح کلمہ گوئی پر مدار اسلام رکھتے اور تمام بددینوں گمراہوں کو حق پر جانتے، خدا کو سب سے یکساں راضی مانتے، سب مسلمانوں پر مذہب سے لادعوے دینا لازم کرتے ہیں جیسا کہ ندوہ کی روداد اول ودوم ورسالہ اتفاق وغیرہا میں مصرح ہے ان اقوال پر بھی اپنا وہی قاعدہ ملعونہ مجرد کلمہ گوئی نیچریت کا اعلیٰ نمونہ جاری رکھیں اس کی تکفیر میں چون وچرا کریں تو وہ بھی کافر، وہ اراکین بھی کفار، مرزا کے پیرو اگرچہ خود ان اقوال انجس الابوال کے معتقد نہ بھی ہوں مگر جب کہ صریح کفرو کھلے ارتداد دیکھتے سنتے پھر مرزا کو امام وپیشوا ومقبول خدا کہتے ہیں قطعاً یقیناً سب مرتد ہیں سب مستحق نار''۔ ﴿فتاویٰ رضویہ:۱۵/۵۹۰ رضا فاؤنڈیشن لاہور﴾

قادیانی مرتدین ہیں، ان کی بات پر کان لگانا جائز نہیں:

آپ کے وصال سے پانچ ماہ قبل بھیرہ شاہ پور (موجودہ ضلع سرگودھا) سے فضل حق صاحب چشتی نے ایک استفتاء بھیجا جس میں قادیانیوں کے بارے میں لکھا گیا کہ وہ کہتے ہیں کہ ''مولود راگ ہیں لہٰذا مسجد میں مولود خوانی قطعاً جائز نہیں۔ سائل کے اس استفتاء کے جواب میں آپ نے لکھا: ''قادیانی مرتدین ہیں ان کی بات پر کان لگانا جائز نہیں''۔ ﴿فتاویٰ رضویہ:۸/۱۲۳ رضا فاؤنڈیشن لاہور﴾ قادیانی مرتدین ہیں، قادیانی عقیدے والے یا قادیانی کو

مسلمان جاننے والے سے نکاح جائز نہیں، قائد ملت اسلامیہ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے تایا اعلیٰ حضرت کے خلیفہ مجاز مولانا احمد مختار صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے میرٹھ سے استفتاء بھیجا کہ: ماقولکم ایھا العلماء الکرام (اے علماء کرام! آپ کا کیا ارشاد ہے) مرزا غلام احمد قادیانی کو مجدد و مہدی، مسیح موعود اور پیغمبر صاحب وحی والہام ماننے والے مسلمان ہیں یا خارج از اسلام اور مرتد، بہ شکل ثانی اس کا نکاح کسی مسلمہ یا غیر مسلمہ یا ان کی ہم عقیدہ عورت سے شرعاً درست ہے یا نہیں؟

اس کے جواب میں آپ نے لکھا:

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت ملنے کا جو قائل ہو وہ تو مطلقاً کافر مرتد ہے اگرچہ کسی ولی یا صحابی کے لیے مانے، قال اللہ تعالی: ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں وقال صلی اللہ تعالی علیہ وسلم: أنا خاتم النبیین لا نبی بعدی حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

لیکن قادیانی تو ایسا مرتد ہے جس کی نسبت تمام علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ من شك فی کفرہ فقد کفر (جس نے اس کے کفر میں شک کیا ہو وہ کافر ہو گیا) اسے معاذ اللہ مسیح موعود کیا مہدی یا مجدد یا ایک ادنیٰ درجہ کا مسلمان جاننا درکنار جو اس کے اقوال ملعونہ پر مطلع ہو کر اس کے کافر ہونے میں ادنیٰ شک کرے وہ خود کافر مرتد ہے، واللہ تعالیٰ اعلم ...... قادیانی عقیدے والے قادیانی کو کافر مرتد نہ ماننے والے مرد خواہ عورت کا نکاح اصلاً ہرگز زنہار کسی مسلم کافر یا مرتد اس کے ہم عقیدہ یا مخالف العقیدہ غرض تمام جہان میں انسان حیوان جن شیاطین کسی سے نہیں ہو سکتا جن سے ہوگا زنائے خالص ہوگا"۔ ﴿فتاویٰ رضویہ: ۱۱/۵۱۶ رضا فاؤنڈیشن لاہور﴾

قادیانی دھرم اختیار کرنے والے کا نکاح فسخ ہو گیا:

شاہجہانپور سے عبداللہ خان صاحب نے ایک استفتاء بھیجا کہ "زید نے قادیانی مذہب اختیار کر لیا اور اس کی عورت بدستور اپنے اصلی مذہب حنفی پر رہی گو زید نے مذہب قادیانی گوارا کرنے میں اپنی عورت کو مجبور نہیں کیا لہٰذا ایسی حالت میں کہ جب مابین زن و شوہر کے اختلاف مذہب ہو گیا از روئے حکم شرع شریف کے بحالت طرز معاشرت درمیان زن و شوہر جائز ہے یا نہیں؟

اس کے جواب میں لکھا:

"صورت مستفسرہ میں عورت فوراً نکاح سے نکل گئی، اُن میں باہم کوئی علاقہ نہ رہا، مرد محض بیگانہ ہو گیا،

اب اس سے قربت زنائے خالص ہوگی، تنویر الابصار میں ہے: وارتداد أحدهما فسخ عاجل خاوند بیوی میں سے کسی ایک کے مرتد ہو جانے سے اُسی وقت نکاح فسخ ہو جاتا ہے"۔ ﴿فتاویٰ رضویہ:۱۲/ ۲۶۱ رضا فاؤنڈیشن لاہور﴾

قادیانی کے نابالغ بچے کی نمازِ جنازہ کے بارے میں حکمِ شرعی:

کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ سے ایک طالب علم سیّد اکبر شاہ نے استفتاء بھیجا کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص مرزائی کے نابالغ لڑکے کا بخیال "ما من مولود الا یولد علی الفطرة" (ہر بچہ فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے) اگر حنفی امام کے پیچھے جنازہ کی نماز ادا کرے تو عند الشرع درست ہے یا نہیں؟"

اس کے جواب میں آپ نے لکھا:

"اگر مرزائی کا بچہ سات برس یا زائد کی عمر کا تھا، اچھے کی تمیز رکھتا تھا اور اس حالت میں اس نے اپنے باپ کے خلاف پر دین اسلام اختیار کیا اور قادیانی کو کافر جانا اسی پر انتقال ہوا تو وہ ضرور مسلمان تھا، مسلمانوں پر اسے غسل وکفن دینا اس کے جنازہ کی نماز پڑھنا مقابر مسلمین میں دفن کرنا فرض ہے اور ممکن ہو تو اس کے باپ وغیرہ کفار کو اسے ہاتھ نہ لگانے دیں جس طرح حضور اقدس ﷺ نے یہودی کو اس کے بیٹے کے سرہانے سے اٹھا دینے کا حکم فرمایا جبکہ وہ نزع میں اسلام لا کر انتقال کر گیا، اور اگر ابھی عمرو تمیز میں اپنے باپ کی طرح کفر بکتا تھا تو یقیناً کافر تھا، اب وہ سب کام مسلمان پر حرام ہیں، نہ غسل دیں نہ کفن دیں نہ دفن میں شریک ہوں، اور ان سب سے بدتر اس کے جنازہ پر نماز ہے کہ خود کفر کا پہلو رکھتی ہے اور اگر اس سے کفر یا اسلام کچھ ظاہر نہ ہوا یا ناسمجھ بچہ تھا کہ اس تمیز کے قابل ہی نہ تھا تو اب یہ دیکھا جائے گا اور اس کی ماں بھی اس کے باپ کی طرح قادیانی یا اور کسی کفری عقیدہ والی ہے تو وہ بچہ بھی کافر سمجھا جائے گا اور اس کے لیے وہ سب کام مسلمانوں پر حرام ہوں گے اور اگر ماں مسلمان ہے تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتی ہے اور قادیانی کو کافر جانتی ہے تو اس صورت میں وہ بچہ جس سے کفر خود ظاہر نہ ہوا اور نابالغی میں مرگیا اپنی ماں کا تابع قرار پا کر مسلمان سمجھا جائے گا اور وہ سب کام اہل اسلام پر واجب ہوں گے"۔ ﴿فتاویٰ رضویہ:۱۴/ ۲۴۳ رضا فاؤنڈیشن لاہور﴾

قادیانیوں کو نیاز کا تبرک دینا جائز نہیں:

آپ کے وصال سے پانچ ماہ قبل بھیرہ شاہ پور سے فضل حق صاحب چشتی نے ایک اور استفتاء بھیجا جس میں گیارھویں شریف کی نیاز کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کن کن لوگوں کو دے سکتے ہیں اور کن کن کو نہیں؟ اس کے جواب

میں آپ نے لکھا: ”کافر کو (نیاز کا کھانا) دینا جائز نہیں جیسے بھنگی، چمار.........قادیانی“۔ ﴿فتاوٰی رضویہ:۹/۶۱۲﴾

قادیانی سے بدن چھو جائے تو وضو مستحب ہے:

رسالہ ”برکات السماء فی حکم اسراف الماء“ میں لکھتے ہیں: ”کسی کافر سے بدن چھو جانا اگرچہ کلمہ پڑھتا اور اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو جیسا قادیانی......اگر بلا قصد بھی ان کے بدن سے بدن چھو جائے تو وضو کا اعادہ مستحب ہے“۔ ﴿فتاوٰی رضویہ:۱/۹۶۳ رضا فاؤنڈیشن لاہور﴾

جس مسجد میں اوّل وقت قادیانیوں نے نماز پڑھی ہو وہاں نماز کا حکم:

شاہجہانپور سے ایک استفتاء آیا کہ ”کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شاہجہان پور میں ایک مسجد ہے اس میں یہ قرار پایا کہ اول ہر وقت یہاں تک کہ جمعہ کی نماز قادیانی پڑھیں، بعد کو اہلِ سنت مع خطبہ جمعہ کے، تو حضور فرمائیے کہ ہماری نماز ہوگی یا نہیں؟ پہلے قادیانی خطبہ پڑھ چکے ہم دوبارہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟“ تو اس کے جواب میں آپ نے لکھا: ”نہ قادیانیوں کی نماز ہے نہ ان کا خطبہ، خطبہ کہ وہ مسلمان ہی نہیں، اہلِ سنت اپنی اذان کہہ کر اسی مسجد میں اپنا خطبہ پڑھیں اپنی جماعت کریں یہی اذان وخطبہ وجماعت شرعاً معتبر ہوں گے، اور اس سے پہلے جو کچھ قادیانی کر گئے باطل ومردود محض تھا“۔ ﴿فتاوٰی رضویہ:۸/۳۶۶ رضا فاؤنڈیشن لاہور﴾

قادیانیوں کو مسلمان جاننے والے کے ہاں دعوت میں شریک ہونے والے امام کا حکم:

آپ سے ایک ایسے امام کے بارے میں سوال کیا گیا جو ایک ایسے شخص کے ہاں ولیمہ میں شریک ہوا جس کے ہاں ولیمہ میں ایک ایسا مرزائی بھی شریک تھا جس نے اپنی تین طلاق کی مطلقہ سے بے حلالہ نکاح کیا ہوا تھا اور جس کے ہاں ولیمہ تھا وہ بھی مرزائیوں کو مسلمان جانتا تھا۔ سائل نے آپ سے اس امام کے بارے میں پوچھا کہ اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں، آیا اس کے لیے کوئی تعزیر وغیرہ ہے؟ اس کے جواب میں آپ نے لکھا: ”اگر صاحبِ خانہ مرزائیوں کو مسلمان جانتا ہو تو وہ خود ہی مرتد ہے اور اس کے یہاں تقریب میں جانا حرام، اگر امام جانتا تھا اور پھر اس کا مرتکب ہوا تو یہ اگر اس بنا پر ہوا کہ امام خود بھی مرزائی کو کافر نہیں جانتا تو وہ آپ ہی کافر ہے اور اس کے پیچھے نماز باطل، اور اگر اس کو کافر جان کر ہی شریک ہوا تو گنہگار ہوا، اور اس سے توبہ لی جائے، اگر توبہ سے انکار کرے یا بارہا ایسی شرکت کر چکا ہو تو اسے امام بنانا گناہ ہے، امامت سے معزول کیا جائے“۔ ﴿فتاوٰی رضویہ:۶/۵۹۱ رضا فاؤنڈیشن لاہور﴾

قادیانیوں کی زکوٰۃ شرعاً زکوٰۃ نہیں:

مختار حسین قادری نامی ایک سائل کے سوال کہ "موجودہ حالتِ زار جو مظلومین ترک کی ہے مثلا سمرنا، اناطولیہ وغیرہ میں جو یونانیوں کی دست درازیوں کے شکار ہو رہے ہیں ان کی امداد زکوٰۃ کے مال سے کی جائے تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟" کے جواب میں لکھا: "اس کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ زکوٰۃ دینے والے خالص مسلمان اپنی اپنی زکوٰۃ ایک معتمد متدین کے پاس جمع کریں اور وہ روپیہ ملا لینے کی اجازت دیں اور اُس میں کوئی پیسہ غیر زکوٰۃ کا خلط نہ کیا جائے نہ کسی نیچری یا قادیانی یا حدِ کفر تک پہنچے ہوئے گاندھوی کی زکوٰۃ اس میں شامل ہو کہ ان لوگوں کی زکوٰۃ شرعاً زکوٰۃ نہیں"۔ ﴿فتاویٰ رضویہ: ۱۰/۲۶۰ رضا فاؤنڈیشن لاہور﴾

قادیانی مرتد نے خاتم النبیین کو افضل النبیین سے بدل دیا:

رسالہ "ردّ الرفضۃ" میں لکھتے ہیں کہ "قادیانی مرتد نے خاتم النبیین کو افضل النبیین، ایک دوسرے شقی نے نبی بالذات سے بدل دیا"۔ ﴿فتاویٰ رضویہ: ۱۴/۲۶۷ رضا فاؤنڈیشن لاہور﴾

مرزا قادیانی کے کفریات اور قادیانیوں کی تردید کے بھاری ذرائع کا بیان:

بمبئی اسلام پورہ سے ایک سائل کے سوال کہ "قادیانیوں سے کس طرح کس پیرایہ میں بحث کیا جائے، یعنی ان کی تردید کے بھاری ذرائع کیا ہیں؟" کے جواب میں لکھا: "سب سے بھاری ذریعہ اس کے ردّ کا اوّل اوّل کلماتِ کفر پر گرفت ہے جو اس کی تصانیف میں برساتی حشرات کی طرح ابلے گہلے پھر رہے ہیں، انبیاء علیہم السلام کی توہین، عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں، ان کی ماں طیبہ طاہرہ پر لعن طعن، اور یہ کہنا کہ یہودیوں کے جو اعتراض عیسیٰ اور ان کی ماں پر ہیں ان کا جواب نہیں اور یہ کہ نبوتِ عیسیٰ پر کوئی دلیل قائم نہیں بلکہ عدمِ نبوت پر دلیل قائم ہے یہ ماننا کہ قرآن نے ان کو انبیاء میں گنا ہے اور پھر صاف کہہ دینا کہ وہ نبی نہیں ہو سکتے، معجزاتِ عیسیٰ علیہ السلام سے صراحۃً انکار، اور یہ کہنا کہ وہ مسمریزم سے یہ کچھ کیا کرتے تھے، اور یہ کہ میں ان باتوں کو مکروہ نہ جانتا تو آج عیسیٰ سے کم نہ ہوتا، تو وہ روشن معجزے جن کو قرآن مجید آیاتِ بیّنات فرما رہا ہے یہ ان کو مسمریزم و مکروہ مانتا ہے، اپنے آپ کو اگلے انبیاء سے افضل بتانا اور یہ کہنا کہ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے، اور یہ کہنا کہ اگلے چار سو انبیاء کی پیشگوئی غلط ہوئی اور وہ جھوٹے، اور یہ کہنا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی چار دادیاں نانیاں معاذ اللہ زانیہ تھیں اور یہ کہ اسی خون سے عیسیٰ کی

پیدائش ہے۔اپنے آپ کو نبی کہنا، اپنی طرف وحی الٰہی کا ادعا کرنا، اپنی بنائی ہوئی کتاب کو کلام الٰہی کہنا، اور یہ کہ آیہ کریمہ مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد (ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے) سے میں مراد ہوں، اور یہ کہ مجھ پر اترا ہے انا انزلناہ بالقادیان و بالحق نزل (ہم نے اپنے قادیان میں اور حق کے ساتھ نازل کیا) اور دوسرا بھاری ذریعہ اس خبیث کی پیشگوئیوں کا جھوٹا پڑنا جن میں بہت چمکتے روشن حرفوں سے لکھنے کے قابل دو واقعے ہیں:

ایک اس کے بیٹے کا جس کی نسبت کہا تھا کہ انبیاء کا چاند پیدا ہوگا اور بادشاہ اس کے کپڑوں سے برکت لیں گے، مگر شانِ الٰہی کہ چوں دُم برداشتم مادہ برآمد (جب میں نے دُم اٹھا کر دیکھا تو مادہ پایا) بیٹی پیدا ہوئی، اس کے اوپر کہا کہ وحی کے سمجھنے میں غلطی ہوئی اب کہ جو ہوگا وہ انبیاء کا چاند ہوگا، بیٹی، بیٹے ہمیشہ پیدا ہوتے ہیں اب کے ہوا بیٹا مگر چند روز جی کر مر گیا، بادشاہ کیا کسی محتاج نے بھی اس کے کپڑوں سے برکت نہ لی۔

دوسری بہت بڑی بھاری پیشگوئی آسمانی جورو کی اپنی چچازاد بہن احمدی کو لکھ کر بھیجا کہ اپنی بیٹی محمدی میرے نکاح میں دے دے، اس نے صاف انکار کر دیا، اس پر پہلے طمع دلائی پھر دھمکیاں دیں پھر کہا کہ وحی آ گئی کہ "زوجناکھا" ہم نے تیرا نکاح اس سے کر دیا، اور یہ کہ اس کا نکاح اگر تو دوسری جگہ کرے گی تو ڈھائی یا تین برس کے اندر اس کا شوہر مر جائے گا، مگر اس خدا کی بندی نے ایک نہیں سنی، سلطان محمد خان سے نکاح کر دیا، وہ آسمانی نکاح دھرا ہی رہا، نہ وہ شوہر مرا، کتنے بچے اس سے ہو چکے اور یہ چل دئے، غرض اس کے کفر و کذب حد شمار سے باہر ہیں کہاں تک گنے جائیں اور اس کے ہوا خواہ ان باتوں کو ٹالتے ہیں اور بحث کریں گے تو کاہے میں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے انتقال فرمایا مع جسم کے اٹھائے گئے یا صرف روح، مہدی و عیسیٰ ایک ہیں یا متعدد، یہ ان کی عیاری ہوتی ہے، ان کفروں کے سامنے ان مباحث کا کیا ذکر، فرض کیجئے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ نہیں، فرض کیجئے کہ وہ مع جسم نہیں اٹھائے گئے، فرض کیجئے کہ مہدی و عیسیٰ ایک ہیں، پھر اس سے وہ تیرے کفر کیونکر مٹ گئے، کلام تو اس میں ہے کہ تو کہتا ہے میں نبی ہوں ہم کہتے ہیں تو کافر، اس کا فیصلہ ہونا چاہئے، انبیاء کی توہینیں، انبیاء کی تکذیبیں، معجزات سے استہزاء، نبوت کا ادعاء اور پھر دوسرے درجہ میں انبیاء کے چاند والا بیٹا، آسمانی جورو، یہ تیری تکفیر تکذیب کو کافی ہیں"۔ ﴿فتاویٰ رضویہ: ۱۴/ ۲۸۰ رضا فاؤنڈیشن لاہور﴾

الغرض آپ نے قادیانیت کا بھرپور رد فرمایا اور ان کا ناطقہ بند کر کے رکھ دیا کہ آپ کے مخالفین کو بھی تسلیم

کرنا پڑا، ابوالحسن علی ندوی "سوانح عبدالقادر رائپوری" میں عبدالقادر رائپوری کا ایک واقعہ یوں نقل کرتا ہے:

"ایک مرتبہ فرمایا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے ایک دفعہ مرزائیوں کی کتابیں منگوائی تھیں اس غرض سے کہ ان کی تردید کریں گے، میں نے بھی دیکھیں، قلب پر اتنا اثر ہوا کہ اس طرف میلان ہو گیا اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ سچے ہیں"۔ ﴿سوانح عبدالقادر رائے پوری: ۵۶ مجلس نشریات اسلام ناظم آباد کراچی﴾

یہ وہ دور تھا جب عبدالقادر رائپوری مرزا قادیانی کے جھوٹے شیطانی الہامات کو مان کر اس سے دعائیں کرواتا تھا، چنانچہ اسی کتاب میں لکھا ہے:

"اس زمانہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوے اور دعوت کا بڑا غلغلہ تھا پنجاب میں خاص طور پر مسلمانوں کی کم بستیاں اس چرچے اور تذکرہ سے خالی تھیں، ان کی کتابیں اور رسائل مسلمانوں میں پڑھے جاتے تھے اور ان پر بحث و گفتگو کا سلسلہ جاری رہتا تھا، حضرت کے وطن کے قریب ہی بھیرہ ہے وہاں کے ایک عالم جو حضرت کے خاندانی بزرگوں کے شاگرد بھی تھے، حکیم نورالدین مرزا صاحب کے خاص معتقدین اور معاونین میں سے تھے اور ان کی نصرت اور رفاقت کے لیے مستقل طور پر قادیان میں سکونت پذیر تھے، مرزا صاحب کے عنداللہ مقبول اور مستجاب الدعوات ہونے کا ان کے معتقدین اور حلقۂ اثر میں عام چرچا تھا، حضرت نے مرزا صاحب کی تصنیفات میں کہیں پڑھا تھا کہ ان کو خدا کی طرف سے الہام ہوا ہے کہ أجيب كل دعائك الا فى شركائك (میں تمہاری تمام دعائیں قبول کروں گا، سوا ان دعاؤں کے جو تمہارے شرکت داروں کے بارے میں ہوں) حضرت نے مرزا صاحب کو اسی الہام اور وعدہ کا حوالہ دے کر افضل گڑھ سے خط لکھا جس میں تحریر فرمایا کہ میری آپ سے کسی طرح کی بھی شرکت نہیں ہے اس لیے آپ میری ہدایت اور شرح صدر کے لیے دعا کریں وہاں سے مولوی عبدالکریم صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا جواب ملا کہ تمہارا خط پہونچا تمہارے لیے خوب دعا کرائی گئی، تم کبھی کبھی اس کی یاد دہانی کر دیا کرو، حضرت فرماتے تھے کہ اس زمانہ میں ایک پیسہ کا کارڈ تھا، میں تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد ایک کارڈ دعا کی درخواست کا ڈال دیتا"۔ ﴿سوانح عبدالقادر رائپوری: ۵۵ مجلس نشریات اسلام ناظم آباد کراچی﴾

☆☆☆

احادیث ختم نبوت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علامہ غلام رسول سعیدی

✱......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس شخص کی طرح ہے، جس نے بہت حسین و جمیل ایک گھر بنایا، مگر اس کے کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی لوگ اس گھر کے گرد گھومنے لگے اور تعجب سے یہ کہنے لگے اس نے یہ اینٹ کیوں نہ رکھی، آپ نے فرمایا: میں (قصر نبوت) کی وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔ ﴿صحیح بخاری، صحیح مسلم، السنن الکبری، مسند احمد﴾

✱......حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ نے میرے لیے روئے زمین کو لپیٹ دیا اور میں نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھ لیا، (الی قولہ) عنقریب میری امت میں تیس کذاب ہوں گے ان میں سے ہر ایک کا زعم ہوگا کہ وہ نبی ہے اور میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ ﴿سنن ابو داؤد، صحیح مسلم، سنن الترمذی، ابن ماجہ﴾ صحیح بخاری میں ہے عنقریب تیس کذاب نکلیں گے ان میں سے ہر ایک کا زعم ہوگا کہ وہ رسول اللہ ہے۔

✱......حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری اور مجھ سے پہلے نبیوں کی مثل اس شخص کی طرح ہے جس نے گھر بنا کر مکمل کیا اور اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، پس میں آیا اور میں نے اس اینٹ کو رکھ کر اس گھر کو مکمل کر دیا۔ ﴿مسند احمد: ۹/۳﴾

✱......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے چھ وجوہ پر انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے: ① مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے ہیں ② اور رعب سے میری مدد کی گئی ہے ③ اور میرے لیے غنیموں کو حلال کر دیا گیا ہے ④ اور تمام روئے زمین کو میرے لیے آلہ طہارت اور نماز کی جگہ بنا دیا گیا ہے ⑤ اور مجھے تمام مخلوق کی طرف (نبی بنا کر) بھیجا گیا ہے ⑥ اور مجھ پر نبیوں کو ختم کیا گیا۔ ﴿صحیح مسلم، سنن الترمذی، سنن ابن ماجہ، مسند احمد: ۴۱۲/۲﴾

✱......حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ کے لیے ہارون تھے، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ ﴿صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن الترمذی، المستدرک، سنن بیہقی: ۴۰/۹، صحیح ابن حبان، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۰/۱۲﴾

✸......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل کا ملکی انتظام ان کے انبیاء کرتے تھے، جب بھی کوئی نبی فوت ہو جاتا تو اس کا قائم مقام دوسرا نبی ہو جاتا اور بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور میرے بعد بکثرت خلفاء ہوں گے۔ ﴿صحیح البخاری، صحیح مسلم، سنن ابن ماجہ، مسند احمد﴾

✸......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک رسالت و نبوت منقطع ہو چکی ہے، پس میرے بعد کوئی نبی ہوگا نہ رسول ہوگا۔ ﴿سنن الترمذی، مسند احمد، المستدرک: ۴/۳۹۱﴾

✸......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہم آخری نبی ہیں اور قیامت کے دن سابق ہوں گے۔ ﴿صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن النسائی﴾

✸......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں آخر الانبیاء ہوں اور میری مسجد آخر المساجد ہے (یعنی آخر مساجد الانبیاء ہے)۔ ﴿صحیح مسلم﴾

✸......قتادہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں پیدائش میں سب سے پہلا ہوں اور بعثت میں سب سے آخری ہوں۔ ﴿کنز العمال﴾

✸......حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک میں اللہ کے نزدیک خاتم النبیین تھا اور بے شک (اس وقت) آدم اپنی مٹی میں گندھے ہوئے تھے۔ ﴿مسند احمد: ۴/۱۲۷، المعجم الکبیر﴾

✸......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث کے آخر میں بیان کرتے ہیں کہ لوگ سیدنا محمد ﷺ کے پاس آ کر کہیں گے، یا محمد! آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم الانبیاء ہیں، اللہ نے آپ کے اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلاف اولیٰ سب کاموں کی مغفرت کر دی ہے، آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیجئے۔ ﴿صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن الترمذی، سنن ابن ماجہ﴾

✸......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث معراج میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انبیاء علیہم السلام کے سامنے فرمایا: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے رحمۃ للعالمین بنایا اور لوگوں کے لیے بشیر و نذیر بنایا، مجھ پر قرآن مجید نازل کیا جس میں ہر چیز کا بیان ہے اور میری امت کو خیر امت بنایا جو لوگوں کے نفع کے لیے بنائی گئی ہے اور میری امت کو معتدل امت بنایا اور میری امت کو اول اور آخر بنایا اور اس نے میرا سینہ کھول دیا، میرا بوجھ اتار دیا اور میرے لیے میرا ذکر بلند کیا اور مجھ کو افتتاح کرنیوالا اور (نبیوں کو) ختم کرنے والا بنایا۔ ﴿مجمع الزوائد: ۱/۷۱﴾

*......حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ حدیث معراج میں بیان کرتے ہیں کہ جب آپ بیت المقدس پہنچے، آپ نے اپنی سواری کو ایک بڑے پتھر کے ساتھ باندھ دیا، پھر آپ نے مسجد میں داخل ہو کر فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھی، نماز کے بعد نبیوں نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین ہیں۔ ﴿المواہب الدنیہ: ۲/۳۶۲﴾

*......حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ خاتم النبیین تھے۔ ﴿سنن الترمذی، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱/۵۱۲، دلائل النبوۃ: ۱/۲۶۹﴾

*......حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (فتنہ دجال کے متعلق ایک طویل حدیث میں) فرمایا: میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔ ﴿سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۷۷﴾

*......حضرت ابو قتیلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا: میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں ہے سو تم اپنے رب کی عبادت کرو اور پانچ نمازیں پڑھو اور اپنے مہینہ کے روزے رکھو، احکام کی اطاعت کرو اور اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔ ﴿المعجم الکبیر: ۲۲ رقم الحدیث ۷۹۷﴾

*......حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو ذر! پہلے رسول آدم ہیں اور آخری رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ ﴿کنز العمال: ۳۲۲۶۹﴾

*......حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب نبی ہوتے۔ ﴿سنن الترمذی، مسند احمد: ۴/۱۵۴، المستدرک: ۳/۱۵۸﴾

*......حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میرے کئی نام ہیں، میں محمد ہوں، میں احمد ہوں اور میں ماحی (مٹانے والا) ہوں، اللہ میرے سبب کفر کو مٹائے گا اور میں حاشر (جمع کرنے والا) ہوں کہ لوگ میرے قدموں پر اٹھائے جائیں گے اور میں عاقب (آخر میں مبعوث ہونے والا) ہوں، جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ ﴿صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن الترمذی﴾

*......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں احمد ہوں اور محمد ہوں اور حاشر ہوں اور مقفی (سب نبیوں کے بعد مبعوث ہونے والا) ہوں اور خاتم ہوں۔ ﴿المعجم الصغیر، مجمع الزوائد﴾

*......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے ساتھ ان دو انگلیوں کی طرح مبعوث کیا گیا ہوں۔ ﴿صحیح البخاری﴾

✸......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر فرماتے تھے کیا تم میں سے کسی ایک نے آج رات خواب دیکھا؟ پھر فرماتے میرے بعد نبوت میں سے صرف اچھے خواب باقی رہ گئے ہیں۔ ﴿سنن ابوداؤد﴾

✸......وہب بن منبہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دراز قد تھے اور ان کے بال گنگھریالے تھے، گویا کہ وہ قبیلہ شنوۃ سے تھے اور ان کے داہنے ہاتھ میں مہر نبوت تھی، مگر ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور ہمارے نبی ﷺ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرے شانوں کے درمیان وہ مہر نبوت ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں پر ہوئی تھی کیونکہ میرے بعد کوئی نبی ہوگا نہ رسول۔ ﴿المستدرک: ۲/۵۷۷﴾

✸......اسماعیل بن ابی خالد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کو دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا وہ کم سنی میں فوت ہو گئے اور اگر ان کے لیے رسول اللہ ﷺ کے بعد زندہ رہنا مقدر ہوتا تو وہ نبی ہوتے لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں مبعوث ہوگا۔ ﴿سنن ابن ماجہ، صحیح البخاری﴾

✸......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم زندہ ہوتے تو سچے نبی ہوتے۔ ﴿مسند احمد: ۳/۱۳۳، تاریخ دمشق: ۳/۷۶، کنز العمال﴾

✸......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نبوت میں صرف مبشرات باقی بچے ہیں، مسلمانوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! مبشرات کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھے خواب۔ ﴿صحیح البخاری﴾

✸......حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری امت میں ستائیس دجال اور کذاب ہوں گے ان میں سے چار عورتیں ہوں گی اور میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ ﴿مسند احمد: ۵/۳۹۶ حافظ زین نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے، حاشیہ مسند احمد﴾

✸......حضرت زید بن حارثہ ایک طویل حدیث کے آخر میں بیان کرتے ہیں کہ ان کے باپ اور چچا ان کو رسول اللہ ﷺ کی غلامی سے آزاد کرانے کے لیے آئے اور آپ ﷺ سے کہا: آپ جو قیمت چاہتے ہیں لے لیں اور اس کو ہمارے ساتھ بھیج دیں، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: میں تم سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تم "لا الہ الا اللہ" کی شہادت دو اور اس کی کہ میں خاتم الانبیاء والرسل ہوں، میں اس کو تمہارے ساتھ بھیج دوں گا، انہوں نے اس پر عذر پیش کیا اور

دیناروں کی پیش کش کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا زید سے پوچھو، اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو میں اس کو بلا معاوضہ تمہارے ساتھ بھیج دیتا ہوں، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ پر اپنے باپ کو ترجیح دوں گا اور نہ اپنی اولاد کو، یہ سن کر حضرت زید رضی اللہ عنہ کے والد حارثہ مسلمان ہو گئے اور کہا: ''اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ'' اور ان کے باقی رشتہ داروں نے کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ ﴿المستدرک: ۳/۲۱۴﴾

✵...... حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں ایک ہزار یا اس سے زائد انبیاء کا خاتم ہوں۔ ﴿المستدرک: ۲/۵۹۷﴾ ایک ہزار زائد انبیاء سے مراد ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ہیں جیسا کہ المستدرک رقم الحدیث: ۴۱۶۸ میں اس کی تصریح ہے۔

✵...... حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے درد ہو گیا تو میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے مجھے اپنی جگہ کھڑا کیا اور خود نماز پڑھنے لگے اور مجھ پر اپنی چادر کا پلو ڈال دیا، پھر فرمایا: اے ابو طالب کے بیٹے! تم ٹھیک ہو گئے اور اب تم کو کوئی تکلیف نہیں ہے، میں نے اللہ تعالیٰ سے جس چیز کا سوال کیا ہے تمہارے لیے بھی اس چیز کا سوال کیا ہے اور میں نے اللہ تعالیٰ سے جس چیز کا بھی سوال کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ عطا فرما دی سوا اس کے کہ مجھ سے کہا گیا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ ﴿المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۷۹۱۳: مجمع الزوائد: ۹/۱۱۰﴾

✵...... بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم قیامت کے دن ستر امتوں کو مکمل کریں گے ہم ان میں سب سے آخری اور سب سے بہتر امت ہیں۔ ﴿سنن ابن ماجہ، مسند احمد: ۴/۴۴۷، سنن دارمی﴾

✵...... حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے آپ سے ہجرت کرنے کی اجازت طلب کی، آپ نے ان سے فرمایا: آپ اسی جگہ ٹھہریں جہاں آپ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ پر اس طرح ہجرت کو ختم کرے گا جس طرح مجھ پر نبوت کو ختم کیا ہے۔ ﴿المعجم الکبیر، مجمع الزوائد: ۹/۲۶۹﴾

✵...... قتادہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ یہ آیت پڑھتے: ''واذ اخذنا من النبیین میثاقھم و منک و من نوح'' ﴿الاحزاب: ۷﴾ تو آپ فرماتے: مجھ سے خیر کی ابتدا کی گئی ہے اور میں بعثت میں سب نبیوں سے آخر ہوں۔ ﴿مصنف ابن ابی شیبہ﴾

✵...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب مجھے آسمانوں کی معراج

کرائی گئی تو میرے رب نے مجھے اپنے قریب کیا حتی کہ میرے، اور اس کے درمیان دو کمانوں کے سروں کا فاصلہ رہ گیا یا اس سے بھی زیادہ نزدیک بلکہ اس سے بھی زیادہ نزدیک، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے حبیب! اے محمد! کیا آپ کو اس کا غم ہے کہ آپ کو سب نبیوں کا آخر بنایا، میں نے کہا: اے میرے رب! نہیں، فرمایا: آپ اپنی امت کو میرا اسلام پہنچا دیں اور ان کو یہ خبر دیں کہ میں نے ان کو آخری امت بنایا ہے تا کہ میں دوسری امتوں کو ان کے سامنے شرمندہ کروں اور ان کو کسی امت کے سامنے شرمندہ نہ کروں۔ ﴿کنز العمال، تاریخ بغداد: ۵/۱۳۰، تاریخ دمشق: ۳/۲۹۶﴾

✱ ...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب حضرت آدم علیہ السلام کو ہند میں اتارا گیا تو وہ گھبرائے، پس جبریل نے نازل ہو کر اذان دی، "الله اکبر، الله اکبر، اشهد ان لا اله الا الله دو دفعہ اور اشهد ان محمدا رسول الله دو دفعہ" حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا: یہ محمد کون ہیں؟ حضرت جبریل نے کہا وہ آپ کی اولاد میں سے آخر الانبیاء ہیں۔ ﴿تاریخ دمشق: ۷/۳۰۹﴾

✱ ...... حافظ سیوطی نے مسند ابو یعلی اور امام ابن ابی الدنیا کے حوالہ سے حضرت تمیم داری کی ایک طویل حدیث روایت کی ہے، اس کے آخر میں ہے: فرشتے قبر میں مردہ سے سوال کریں گے، تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہے گا میرا رب اللہ وحدہ لاشریک ہے اور میرا دین اسلام ہے اور (سیدنا) محمد ﷺ میرے نبی ہیں اور وہ خاتم النبیین ہیں، فرشتے کہیں گے تم نے سچ کہا۔ ﴿الدر المنثور: ۸/۳۳﴾

✱ ...... حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب تم رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھو تو اچھی طرح پڑھو، تم کو علم نہیں ہے شاید یہ درود آپ ﷺ پر پیش کیا جائے گا، لوگوں نے کہا: اے ابو عبد الرحمان! آپ ہمیں تعلیم دیجئے، انہوں نے کہا تم اس طرح درود پڑھو: "اللهم اجعل صلواتك و رحمتك و بركاتك على سيد المرسلين و امام المتقين و خاتم النبيين محمد عبدك و رسولك امام الخير و قائد الخير و رسول الرحمة"۔ ﴿سنن ابن ماجہ، المستدرک: ۲/۲۶۹، مسند ابو یعلی رقم الحدیث: ۵۲۶۷﴾

✱ ...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے شفاعت کبریٰ کے متعلق ایک طویل حدیث بیان کی ہے اس کے آخر میں ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے میں شفاعت کا اہل نہیں ہوں، میری اللہ کے سوا پرستش کی گئی ہے، آج مجھے صرف اپنی فکر ہے، یہ بتاؤ کہ اگر کسی سیل بند برتن میں کوئی چیز ہو تو کیا کوئی شخص سیل توڑے بغیر اس کو کھول سکتا ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا پس (سیدنا) محمد (ﷺ) خاتم النبیین ہیں اور وہ یہاں موجود

ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کام معاف فرما دیے ہیں۔ ﴿مسند احمد:۱/۲۸۱﴾

✱......حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے گوہ سے پوچھا میں کون ہوں؟ تو اس نے کہا: آپ رسول رب العالمین اور خاتم النبیین ہیں۔ ﴿المعجم الصغیر:۹۴۸، مجمع الزوائد رقم الحدیث:۱۴۰۸۶﴾

✱......ایاس بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابو بکر تمام لوگوں سے افضل ہیں مگر وہ نبی نہیں ہیں۔ ﴿الکامل لابن عدی:۶/۴۸۴، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ﴾

✱......حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے رب کے پاس میرے دس نام ہیں، حضرت ابو الطفیل نے کہا مجھے ان میں سے آٹھ یاد ہیں، محمد، احمد، ابو القاسم، الفاتح (نبوت کا افتتاح کرنے والا) الخاتم (نبوت کو ختم کرنے والا) العاقب (جس کے بعد کوئی نبی نہ آئے) الحاشر، الماحی (شرک کو مٹانے والا)۔ ﴿دلائل النبوۃ لابی نعیم:۱/۶۱﴾

✱......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی گئی تو انہوں نے اس میں اس امت کا ذکر پڑھا، پس انہوں نے کہا: اے میرے رب! میں نے تورات کے الواح میں پڑھا ہے کہ ایک امت تمام امتوں کے آخر میں ہوگی اور قیامت کے دن سب پر مقدم ہوگی، اس کو میری امت بنا دے، فرمایا: وہ امت احمد ہے۔ ﴿دلائل النبوۃ لابی نعیم:۱/۶۸﴾

✱......حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زید بن خارجہ انصاری رضی اللہ عنہ جب فوت ہو گئے تو ان پر جو کپڑا تھا اس کے نیچے سے آواز آ رہی تھی، لوگوں نے ان کے سینہ پر سے کپڑا اٹھایا تو ان کے منہ سے آواز آ رہی تھی: "محمد رسول اللہ النبی الامی خاتم النبیین ہیں" ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ ﴿رسائل ابن ابی الدنیا:۳/۳۸۸﴾

✱......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ معراج کی ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں، اس میں مذکور ہے کہ مسجد اقصیٰ میں نبیوں نے حضرت جبریل سے رسول اللہ ﷺ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: یہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین ہیں۔ ﴿مجمع الزوائد:۱/۶۹﴾

✱......حضرت ابن زمل رضی اللہ عنہ نے ایک خواب دیکھا، نبی کریم ﷺ نے اس خواب کی تعبیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: رہی وہ اونٹنی جس کو تم نے خواب میں دیکھا اور یہ دیکھا کہ میں اس اونٹنی کو چلا رہا ہوں تو اس سے مراد قیامت ہے، نہ میرے بعد کوئی نبی ہوگا اور نہ میری امت کے بعد کوئی امت ہوگی۔ ﴿دلائل النبوۃ:۷/۳۸، کنز العمال﴾

✱......حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ نبی کریم ﷺ پر اس طرح درود شریف پڑھو: "لبیك اللهم ربی و سعديك صلوات الله البر الرحيم والملائكة المقربين و النبيين والصديقين والشهداء والصالحين و ما سبح لك من شی ء يا رب العلمين على محمد بن عبد الله خاتم النبيين و سيد المرسلين و امام المتقين و رسول رب العلمين الشاهد البشير الداعی اليك باذنك السراج المنير و عليه السلام"۔﴿الشفاء:۴/۶۰،نسیم الریاض:۵/۵۴﴾

............☆☆☆............

فضائل و مسائل اعتکاف

⚬......اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عورتوں سے مباشرت نہ کرو جبکہ تم مسجدوں میں اعتکاف کیے ہوئے ہو۔﴿سورۃ البقرہ﴾

⚬......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کیا کرتے تھے۔﴿صحیح مسلم:۱/۵۹۷﴾

⚬......حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے رمضان کے دس دنوں کا اعتکاف کیا تو ایسا ہے جیسے دو حج اور دو عمرے کیے۔﴿شعب الایمان:۳/۴۲۶﴾

⚬......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ معتکف پر سنت یہ ہے کہ نہ مریض کی عیادت کو جائے، نہ جنازہ میں حاضر ہو، نہ عورت کو ہاتھ لگائے، نہ مباشرت کرے، نہ کسی حاجت کے لیے جائے، مگر اس حاجت کے لیے جا سکتا ہے جو ضروری ہے (قضائے حاجت وغیرہ) اور اعتکاف بغیر روزہ کے نہیں، اعتکاف جماعت والی مسجد میں کرے۔﴿سنن ابی داؤد:۳/۳۹۲﴾

⚬......جماعت والی مسجد وہ ہے جس میں امام و موذن مقرر ہوں اگر چہ اس میں پنجگانہ جماعت نہ ہوتی ہو اور آسانی اس میں ہے کہ مطلقاً ہر مسجد میں اعتکاف صحیح ہے اگر چہ وہ مسجد جماعت نہ ہو، خصوصاً اس زمانے میں کہ بہت سی مسجدیں ایسی ہیں کہ جن میں نہ امام ہے نہ موذن۔﴿ردالمحتار:۳/۴۹۳﴾

⚬......مسجد میں اللہ تعالیٰ کے لیے نیت کے ساتھ ٹھہرنا اعتکاف ہے، اس کے لیے مسلمان، عاقل، جنابت، حیض و نفاس سے پاک ہونا شرط ہے، بلوغ شرط نہیں بلکہ نابالغ جو تمیز رکھتا ہے اگر بہ نیت اعتکاف مسجد میں ٹھہرے تو یہ اعتکاف صحیح ہے، آزاد ہونا بھی شرط نہیں بلکہ غلام بھی اعتکاف کر سکتا ہے مگر اسے مولا سے اجازت لینی ہوگی، مولا کو بہر حال منع کرنے کا حق حاصل ہے۔﴿عالمگیری، بہار شریعت:۱/۱۰۲۰﴾

منکرین ختم نبوت کا اجمالی جائزہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علامہ غلام رسول سعیدی

اس وقت دنیا میں بہائی اور قادیانی ہیں جو ختم نبوت کے منکر ہیں یا امریکا میں کچھ لوگ ہیں جو علی جاہ کی نبوت کے قائل ہیں، بہائی اور علی جاہ کے پیروکار بہت کم تعداد میں ہیں، سب سے زیادہ قادیانی ہیں جو مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکار ہیں، ان کے دو فرقے ہیں، ان کی غالب اکثریت مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی ورسول مانتی ہے، دوسرا فرقہ مرزا قادیانی کو مجدد اور محدث مانتا ہے، اس کو لاہوری جماعت کہا جاتا ہے، ان کا کہنا ہے کہ مرزا کو الہام اور وحی میں اشتباہ ہو گیا، قادیانی فرقہ ان کو کافر کہتا ہے بلکہ وہ اپنے علاوہ تمام مسلمانوں کو کافر کہتا ہے، ان کے نزدیک جو بھی مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت پر ایمان نہ لائے وہ کافر ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی مشرقی پنجاب کے ضلع گورداسپور کے ایک گاؤں قادیان میں ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوا، وہ لکھتا ہے کہ جب اس کی عمر چالیس سال ہو گئی تو اس پر زور وشور سے مکالمات الٰہیہ کا سلسلہ شروع ہوا۔ (کتاب البریہ:۱۳۶) ۱۸۸۰ء میں مرزا ایک مبلغ کی حیثیت سے ظاہر ہوا، پھر اس نے محدث ہونے کا دعویٰ کیا اور اس نے یہ کہا کہ اس کو الہام کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قرب قیامت میں آسمان سے نازل ہونے اور اب تک زندہ ہونے کا جو مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے وہ غلط ہے اور اس عقیدہ کو ختم نبوت کے منافی قرار دیا اور ۱۸۹۰ء تک برابر کہتا رہا کہ میرے نزدیک سیدنا محمد ﷺ خاتم النبیین اور آخری نبی ہیں، پھر اس نے خود کو مثیل مسیح اور مسیح موعود قرار دیا اور ۱۸۹۱ء میں اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور ۱۹۰۸ء تک اس دعویٰ پر قائم رہا اور اسی سال کی عمر میں قے اور ہیضہ میں مبتلا ہو کر مر گیا، ان تمام عنوانات پر پروفیسر محمد الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ'' میں خود مرزا غلام احمد قادیانی اور دیگر صنادید مرزائیوں کی تصانیف کے حوالوں سے لکھا ہے، ذیل میں اس کتاب کے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں جن سے خود مرزا اور دیگر صنادید کے حوالوں سے مرزا کا محدث کا دعویٰ کرنا، پھر مثیل موعود کا دعویٰ کرنا اور ختم نبوت کا اقرار کرنا اور پھر نبوت کا دعویٰ کرنا اور ختم نبوت کا انکار کرنا واضح ہوتا ہے۔

مرزا کا ختم نبوت پر ایمان واصرار:

★ ...... ''قرآن شریف میں مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا تو کہیں بھی ذکر نہیں لیکن ختم نبوت کا بہ کمال تصریح ذکر

ہے اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے اور حدیث ''لا نبی بعدی'' میں بھی نفی عام ہے، پس یہ کس قدر جرأت، دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ دیا جائے اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے اور بعد اس کے جو وحی منقطع ہو چکی تھی، پھر سلسلہ وحی نبوت کا جاری کر دیا جائے کیونکہ جس میں شان نبوت باقی ہے اس کی وحی بلاشبہ نبوت کی وحی ہوئی''۔﴿ایام صلح:۱۴۶، روحانی خزائن:۱۴/۳۹۲، ۳۹۳﴾

★ ......''اور اللہ کو شایان نہیں کہ خاتم النبیین کے بعد نبی بھیجے اور نہیں شایان کہ سلسلہ نبوت کو دوبارہ از سرِ نو شروع کر دے بعد اس کے کہ اسے قطع کر چکا ہو اور بعض احکام قرآن کریم کے منسوخ کر دے اور ان پر بڑھا دے''۔﴿آئینہ کمالات اسلام:۳۷۷، روحانی خزائن:۵/۳۷۷﴾

★ ......''اور ظاہر ہے کہ یہ بات مستلزم محال ہے کہ خاتم النبیین کے بعد پھر جبرائیل علیہ السلام کی وحی رسالت کے ساتھ زمین پر آمد و رفت شروع ہو جائے اور ایک نئی کتاب اللہ، گو مضمون میں قرآن شریف سے توارد رکھتی ہو، پیدا ہو جائے اور جو امر مستلزم محال ہو، وہ محال ہوتا ہے''۔﴿ازالہ اوہام حصہ دوم:۵۸۳، روحانی خزائن:۳/۴۱۴﴾

★ ......''اور اللہ تعالیٰ کے اس قول ''ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین'' میں بھی اشارہ ہے، پس اگر ہمارے نبی کریم ﷺ اور اللہ کی کتاب قرآن کریم تمام آنے والوں زمانوں اور ان زمانوں کے لوگوں کے علاج اور دوا کی رو سے مناسب نہ ہوتی تو اس عظیم الشان نبی کریم کو ان کے علاج کے واسطے قیامت تک ہمیشہ کے لیے نہ بھیجتا اور ہمیں محمد ﷺ کے بعد کسی نبی کی حاجت نہیں کیونکہ آپ کے برکات ہر زمانہ پر محیط اور آپ کے فیض اولیاء اور اقطاب اور محدثین کے قلوب پر بلکہ کل مخلوقات پر وارد ہیں، خواہ ان کو اس کا علم بھی نہ ہو کہ انہیں آنحضرت ﷺ کی ذات پاک سے فیض پہنچ رہا ہے، پس اس کا احسان تمام لوگوں پر ہے''۔﴿روحانی خزائن:۷/۲۴۳﴾

★ ......''میں ایمان لاتا ہوں اس پر کہ ہمارے نبی محمد ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور ہماری کتاب قرآن مجید ہدایت کا وسیلہ ہے اور میں ایمان لاتا ہوں اس بات پر کہ ہمارے رسول آدم کے فرزندوں کے سردار اور رسولوں کے سردار ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ نبیوں کو ختم کر دیا''۔﴿آئینہ کمالات اسلام:۲۱، روحانی خزائن:۵/۲۱﴾

★ ......''میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے، ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن و حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا و مولانا حضرت محمد ﷺ ختم

المرسلین کے بعد کوئی دوسرے مدعی نبوت ورسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں، میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد مصطفےٰ ﷺ پر ختم ہو گئی"۔ ﴿مرزا غلام احمد قادیانی کے اشتہار، مجموعہ اشتہارات: ۲۳۰، تبلیغ رسالت: ۲/۲﴾

محدثیت سے نبوت تک ترقی:

★...... "ہمارے سید ورسول اللہ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور بعد آنحضرت ﷺ کوئی نبی نہیں آسکتا، اس لیے اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے ہیں"۔ ﴿شہادت القرآن: ۲۸، روحانی خزائن: ۶/۳۲۳﴾

★...... میں نبی نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے محدث اور اللہ کا کلیم ہوں تا کہ دین مصطفیٰ کی تجدید کروں"۔ ﴿آئینہ کمالات اسلام: ۳۸۳، روحانی خزائن: ۵/۳۸۳﴾

★...... "میں نے ہرگز نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ میں نے انہیں کہا ہے کہ میں نبی ہوں لیکن ان لوگوں نے جلدی کی اور میرے قول کے سمجھنے میں غلطی کی میں نے لوگوں سے سوائے اس کے جو میں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے اور کچھ نہیں کہا کہ میں محدث ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے اسی طرح کلام کرتا ہے جس طرح محدثین سے"۔ ﴿روحانی خزائن: ۷/۲۹۶، حمامۃ البشریٰ: ۹۶﴾

★...... "لوگوں نے میرے قول کو نہیں سمجھا اور کہہ دیا کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہے اور اللہ جانتا ہے کہ ان کا قول قطعاً جھوٹ ہے، جس میں سچ کا شائبہ نہیں اور نہ اس کی کوئی اصل ہے، ہاں میں نے یہ ضرور کہا ہے کہ محدث میں تمام اجزائے نبوت پائے جاتے ہیں لیکن بالقوۃ، بالفعل نہیں تو محدث بالقوہ نبی ہے اور اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوجاتا تو وہ بھی نبی ہوجاتا"۔ ﴿حمامۃ البشریٰ: ۹۹، روحانی خزائن: ۷/۳۰۰﴾

★...... "نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدائے تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ محدثیت بھی ایک شعبہ قویہ نبوت کا اپنے اندر رکھتی ہے"۔ ﴿ازالہ اوہام: ۴۲۱، روحانی خزائن: ۳/۳۲۰﴾

★...... "اس (محدثیت) کو اگر ایک مجازی نبوت قرار دیا جائے یا ایک شعبہ نبوت کا ٹھہرایا جائے تو کیا اس سے نبوت کا دعویٰ لازم آگیا"۔ ﴿ازالہ اوہام: ۴۲۲، روحانی خزائن: ۳/۳۲۱﴾

مسیح موعود کی اہمیت:

★...... "اول تو یہ جاننا چاہیے کہ مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہمارے ایمانیات کی کوئی جزو یا

ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو بلکہ صدہا پیشگوئیوں میں سے ایک پیش گوئی ہے جس کو حقیقت اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں، جس زمانہ تک یہ پیش گوئی بیان نہیں کی گئی تھی، اس زمانہ تک اسلام کچھ ناقص نہیں تھا اور جب بیان کی گئی تو اس سے اسلام کچھ کامل نہیں ہو گیا"۔ ﴿ازالہ اوہام طبع اول: ۱۴۰، روحانی خزائن: ۷/۱۷۱﴾

★ ......"اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مسیح کا مثل بھی نبی چاہیے کیونکہ مسیح نبی تھا تو اس کا اول جواب تو یہی ہے کہ آنے والے مسیح کے لیے ہمارے سید و مولیٰ نے نبوت شرط نہیں ٹھہرائی بلکہ صاف طور پر یہی لکھا ہے کہ وہ ایک مسلمان ہوگا اور عام مسلمانوں کے موافق شریعت فرقانی کا پابند ہوگا اور اس سے زیادہ کچھ بھی ظاہر نہیں کرے گا کہ میں مسلمان ہوں اور مسلمانوں کا امام ہوں"۔ ﴿روحانی خزائن: ۳/۵۹﴾

مثیل مسیح بننے پر قناعت:

★ ......"اور مصنف کو اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت ہے اور روحانی طور پر اس کے کمالات مسیح ابن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں اور ایک کو دوسرے سے بہ شدت مناسبت اور مشابہت ہے"۔ ﴿اشتہار مندرجہ تبلیغ رسالت: ۱/۱۵، مجموعہ اشتہارات: ۱/۲۴﴾

مرزا حقیقی نبی:

★ ......"درحقیقت خدا کی طرف سے خدا تعالیٰ کی مقرر کردہ اصطلاح کے مطابق قرآن کریم کے بتائے ہوئے معنوں کی رو سے نبی ہو اور نبی کہلانے کا مستحق ہو، تمام کمالات نبوت اس میں اس حد تک پائے جاتے ہوں جس حد تک نبیوں میں پائے جانے ضروری ہیں تو میں کہوں گا کہ ان معنوں کی رو سے حضرت مسیح موعود حقیقی نبی تھے"۔ ﴿القول الفصل: ۱۲ مصنفہ میاں محمود احمد خلیفہ قادیان﴾

★ ......"پس شریعت اسلام نبی کے جو معنی کرتی ہے اس کے معنی سے حضرت (مرزا) ہرگز مجازی نبی نہیں ہیں بلکہ حقیقی نبی ہیں"۔ ﴿حقیقۃ النبوۃ: ۱۷۴ مصنفہ میاں محمود احمد خلیفہ قادیان﴾

★ ......"حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) رسول اللہ اور نبی اللہ جو کہ اپنی ہر ایک شان میں اسرائیلی مسیح سے کم نہیں اور ہر طرح بڑھ چڑھ کر رہے"۔ ﴿کشف الاختلاف: ۷ مصنفہ سرور شاہ قادیانی﴾

★ ......"حضرت مسیح موعود کے زمانے میں، میں نے اپنی کتاب "انوار اللہ" میں ایک سوال کے جواب میں لکھا کہ حضرت مسیح موعود بموجب حدیث صحیح حقیقی نبی ہیں اور ایسے ہی نبی ہیں جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام و آنحضرت ﷺ نبی

ہیں (لانفرق بین احد من رسلہ) ہاں صاحب شریعت جدیدہ نبی نہیں جیسے کہ پہلے بھی بعض صاحب شریعت نبی نہ تھے" یہ کتاب حضرت مسیح موعود نے پڑھ کر فرمایا: "آپ نے ہماری طرف سے حیدر آباد دکن میں حق تبلیغ ادا کر دیا ہے"۔﴿اخبار الفضل قادیان: ۳/۳۸﴾

★......"غرضیکہ یہ ثابت شدہ امر ہے کہ مسیح موعود (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی) اللہ تعالیٰ کا ایک رسول اور نبی تھا اور وہی نبی تھا جس کو نبی کریم ﷺ نے نبی اللہ کے نام سے پکارا اور وہی نبی تھا جس کو خود اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی میں "یا ایھا النبی" کے الفاظ سے مخاطب کیا"۔﴿کلمۃ الفصل مصنفہ بشیر احمد قادیانی: ۳/۱۱۴﴾

★......محترم ڈاکٹر صاحب اگر آپ حضرات (یعنی لاہوری جماعت) صرف مسئلہ خلافت کے منکر ہوتے تو مجھے رنج نہ ہوتا کیونکہ آپ سے پہلے بھی ایک گروہ خوارج کا موجود ہے مگر غضب تو یہ ہے کہ آپ حضرت اقدس (مرزا) کو مسیح موعود مہدی نہیں مانتے، اگر چہ مرزا نبی نہیں۔ تھے تو مسیح موعود بھی نہ تھے (نعوذ باللہ) اور اس لیے آپ کا ماننا نہ ماننا برابر ہے اور ضرور حقیقی نبی تھے اور خدا کی قسم ضرور بہ ضرور نبی تھے اور آپ کے مخالف حضرات کا بھی وہی حشر ہوگا جو دیگر انبیاء کے مخالفین کا، میں اس عقیدہ پر علی وجہ البصیرت قائم ہوں"۔﴿مکتوب محمد عثمان قادیانی، مندرجہ المہدی نمبر ۱: ۵۴ مولفہ حکیم محمد حسین قادیانی﴾

ختم نبوت کی تجدید:

★......"ان حوالوں سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اس امت میں سوائے مسیح موعود کے اور کوئی نبی نہیں ہو سکتا کیونکہ سوائے مسیح موعود کے اور کسی فرد کی نبوت پر آنحضرت ﷺ کی تصدیقی مہر نہیں اور اگر بغیر تصدیقی مہر آنحضرت ﷺ کے اور کسی کو بھی نبی قرار دیا جائے تو اسکے دوسرے معنی یہ ہوں گے کہ وہ نبوت صحیح نہیں!"۔﴿تشحید الاذہان قادیان نمبر ۸: ۱۲/۲۵ ماہ اگست ۱۹۱۷ء﴾

★......"پس اس وجہ سے (اس امت میں) نبی کا نام پانے کے۔لیے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا وہ پیش گوئی پوری ہو جائے"۔﴿حقیقت الوحی: ۳۹۱، روحانی خزائن: ۲۲/ ۴۰۷، ۴۰۶﴾

★......"اس جگہ یہ سوال طبعاً ہو سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت میں بہت سے نبی گزرے ہیں، پس اس حالت میں موسیٰ کا افضل ہونا لازم آتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ جس قدر نبی گزرے ہیں ان سب کو خدا نے براہ

راست چن لیا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس میں کچھ دخل نہیں تھا لیکن اس امت میں آنحضرت ﷺ کی پیروی کی برکت سے ہزار ہا اولیا ہوئے ہیں اور ایک وہ بھی ہوا جو امتی بھی ہے اور نبی ہے اس کثرتِ فیضان کی کسی نبی میں نظیر نہیں مل سکتی"۔ ﴿حقیقت الوحی: ۲۸، روحانی خزائن حاشیہ: ۲۲/۳۰﴾

★......اور ہمارے نبی ﷺ پر نبوت ختم کی گئی ہے اس لیے آپ کے بعد اس کے سوا کوئی نبی نہیں جسے آپ کے نور سے منور کیا گیا ہو اور جو بارگاہ کبریائی سے آپ کا وارث بنایا گیا ہو، معلوم ہوا کہ خمیت ازل سے محمد ﷺ کو دی گئی پھر اس کو دی گئی جسے آپ کی روح نے تعلیم دی اور اپنا ظل بنایا، اس لیے مبارک ہے وہ جس نے تعلیم دی اور وہ جس نے تعلیم حاصل کی، پس بلاشبہ حقیقی خمیت مقدر تھی چھٹے ہزار میں جو رحمان کے دنوں میں سے چھٹا دن ہے"۔ ﴿روحانی خزائن: ۱۶/۳۱۰﴾

★......"اسی طرح مسیح موعود چھٹے ہزار میں پیدا کیا گیا"۔ ﴿روحانی خزائن: ۲۲/۳۱۰﴾

★......"آنحضرت ﷺ کے بعد صرف ایک ہی نبی کا ہونا لازم ہے اور بہت سارے انبیاء کا ہونا خدا تعالیٰ کی بہت سی مصلحتوں اور حکمتوں میں رخنہ واقع کرتا ہے"۔ ﴿تشحیذ الاذہان قادیان نمبر ۸: ۱۲/۱۱ماہ اگست ۱۹۱۷ء﴾

★......"ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" اس آیت میں ایک پیش گوئی مخفی ہے اور وہ یہ کہ اب نبوت پر قیامت تک مہر لگ گئی ہے اور بجز بروزی وجود کے، جو خود آنحضرت ﷺ کا وجود ہے کسی میں یہ طاقت نہیں کہ جو کھلے طور پر نبیوں کی طرح خدا سے کوئی علم غیب پاوے اور چونکہ وہ بروز محمدی جو قدیم سے موعود تھا، وہ میں ہوں، اس لیے بروزی رنگ کی نبوت مجھے عطا کی گئی اور اس نبوت کے مقابل پر اب تمام دنیا بے دست و پا ہے کیونکہ نبوت پر مہر ہے ایک بروز محمدی جمیع کمالات محمدیہ کے ساتھ آخری زمانہ کے لیے مقدر تھا، سو وہ ظاہر ہو گیا، اب بجز اس کھڑکی کے اور کوئی کھڑکی نبوت کے چشمے سے پانی لینے کے لیے باقی نہیں"۔ ﴿ایک غلطی کا ازالہ: ۱۱، روحانی خزائن: ۱۸/۲۱۵﴾

★......"ہلاک ہو گئے وہ جنہوں نے ایک برگزیدہ رسول کو قبول نہ کیا، مبارک وہ جس نے مجھے پہچانا، میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں اور ان کے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں، بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے"۔ ﴿کشتی نوح: ۵۶، روحانی خزائن: ۱۹/۶۱﴾

بروزی کمالات گویا مرزا خود محمد رسول اللہ کی ذات:

★......"غرض خاتم النبیین ایک الٰہی مہر ہے جو آنحضرت ﷺ کی نبوت پر لگ گئی ہے، اب ممکن نہیں کہ کبھی یہ مہر

ٹوٹ جائے، ہاں یہ ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں آ جائیں اور بروزی رنگ میں اور کمالات کے ساتھ اپنی نبوت کا بھی اظہار کریں اور یہ بروز خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک قرار یافتہ عہدہ تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم"۔ ﴿روحانی خزائن: ۱۸/۲۱۴، ۲۱۵﴾

★ ......"ہم بار ہا لکھ چکے ہیں کہ حقیقی اور واقعی طور پر یہ امر ہے کہ ہمارے سید و مولا آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد مستقل طور پر کوئی نبوت نہیں اور نہ کوئی شریعت ہے اور اگر کوئی ایسا دعویٰ کرے تو بلاشبہ وہ بے دین اور مردود ہے لیکن خدا تعالیٰ نے ابتدا سے ارادہ کیا تھا کہ آنحضرت ﷺ کے کمالات معتد بہ کے اظہار و اثبات کے لیے کسی شخص کو آنجناب کی پیروی و متابعت کی وجہ سے وہ مرتبہ کثرت مکالمات اور مخاطبات الٰہیہ بخشے کہ جو اس کے وجود میں عکسی طور پر نبوت کا رنگ پیدا کر دے، سو اس طرح سے خدا نے میرا نام نبی رکھا یعنی نبوت محمدیہ میرے آئینہ نفس میں منعکس ہو گئی اور ظلی طور پر نہ اصلی طور پر یہ نام دیا گیا تا کہ میں آنحضرت ﷺ کے فیوض کا کامل نمونہ ٹھہروں"۔ ﴿چشمہ معرفت: ۳۲۴، روحانی خزائن: ۲۳/۳۴۰﴾

★ ......"مگر میں کہتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد جو در حقیقت "خاتم النبیین" تھے رسول اور نبی کے لفظ سے پکارے جانا کوئی اعتراض کی بات نہیں اور نہ اس سے مہر ختمیت ٹوٹتی ہے کیونکہ میں بار ہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت "اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم" بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت ﷺ کا وجود قرار دیا ہے پس اس طور سے آنحضرت ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی کیونکہ محمد ﷺ کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی یعنی بہر حال محمد ﷺ ہی نبی رہے نہ اور کوئی یعنی جب کہ میں بروزی طور پر آنحضرت ﷺ ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں، تو پھر کون سا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا"۔ ﴿روحانی خزائن: ۱۸/۲۱۲، ایک غلطی کا ازالہ﴾

★ ......"یہ مسلمان کیا منہ لے کر دوسرے مذاہب کے بالمقابل اپنا دین پیش کر سکتے ہیں تاوقتیکہ وہ مسیح موعود کی صداقت پر ایمان نہ لائیں جو فی الحقیقت وہی ختم المرسلین تھا کہ خدائی وعدے کے مطابق دوبارہ آخرین میں مبعوث ہوا، وہ وہی فخر اولین و آخرین ہے جو آج سے تیرہ سو برس پہلے رحمۃ للعالمین بن کر آیا تھا اور اب اپنی تکمیل تبلیغ کے

ذریعہ ثابت کر گیا کہ واقعی اس کی دعوت جمیع ممالک وملل عالم کے لیے تھی"۔ ﴿اخبار الفضل قادیان: ۴۱/۳﴾

مرزا کا دعویٰ کہ وہ تشریعی نبی ہے:

★...... "یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر و نہی بیان کیے اور اپنی امت کے لیے ایک قانون مقرر کیا، وہی صاحب شریعت ہو گیا، میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی، مثلاً یہ الہام "قل للمومنين يغضوا من ابصارهم و يحفظو فروجهم ذالك از كى لهم" یہ براہین احمدیہ میں درج ہے اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور اس پر تئیس برس کی مدت بھی گزر گئی اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو باطل ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:"ان هذا لفى الصحف الاولى صحف ابراهيم و موسىٰ" یعنی قرآنی تعلیم تورات میں بھی موجود ہے"۔ ﴿اربعین نمبر ۴: ۸۳۷، روحانی خزائن: ۴۳۵/۱۷﴾

★......"چونکہ میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے اس لیے خدا تعالیٰ نے میری تعلیم کو اور اس وحی کو جو میرے پر ہوتی ہے فلک یعنی کشتی کے نام سے موسوم کیا، اب دیکھو خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کے لیے اس کو مدار نجات ٹھہرایا، جس کی آنکھیں ہوں دیکھے اور جس کے کان ہوں سنے"۔ ﴿حاشیہ اربعین نمبر ۴: ۸۳۷، روحانی خزائن: ۴۳۵/۱۷﴾

مرزا کا جہاد کو منسوخ قرار دینا:

★......"جہاد یعنی دینی لڑائیوں کی شدت کو خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ کم کرتا گیا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت اس قدر شدت تھی کہ ایمان لانا بھی قتل سے بچا نہیں سکتا تھا اور شیر خوار بچے بھی قتل کیے جاتے تھے، پھر ہمارے نبی ﷺ کے وقت میں بچوں اور بڈھوں اور عورتوں کا قتل کرنا حرام کیا گیا اور پھر بعض قوموں کے لیے بجائے ایمان کے صرف جزیہ دے کر مواخذہ سے نجات پانا قبول کیا گیا اور مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا"۔ ﴿اربعین نمبر ۴: ۱۵، حاشیہ روحانی خزائن: ۴۴۳/۱۷﴾

★......"آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا، خدا کے حکم سے بند کیا گیا، اب اس کے بعد جو شخص کافر پر تلوار اٹھاتا اور اپنا نام غازی رکھتا ہے، وہ اس رسول کریم ﷺ کی نافرمانی کرتا ہے جس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے فرما دیا تھا کہ مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائیں گے، سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی

جہاد نہیں، ہماری طرف سے امان اور صلح کاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا"۔ ﴿تبلیغ رسالت:۹/۴۷﴾

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال — دیں کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آ گیا مسیح جو دیں کا امام ہے — دیں کے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسماں سے نور خدا کا نزول ہے — اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد — منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

﴿اعلان مرزا قادیانی مندرجہ تبلیغ رسالت جلد نہم، مولفہ میر قاسم علی قادیانی:۴۹، مجموعہ اشتہارات:۳/۲۹۸﴾

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو جب مملکت پاکستان قائم ہو گئی تو مسلمانوں کو اس مسئلہ سے بے چینی ہوئی کہ قادیانی جو مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مان کر اسلام سے نکل چکے ہیں اور وہ خود بھی اہل اسلام کو کافر کہتے ہیں، ان کا اس ملک میں بہ حیثیت مسلمان رہنا اور اس مملکت کے کلیدی عہدوں پر فائز رہنا کس طرح جائز ہے، پاکستان کے ہر طبقہ اور ہر مکتبہ فکر کے مسلمانوں کا متفقہ مطالبہ تھا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے، پس ۱۹۵۳ء میں پاکستان کے تمام علما کی طرف سے اس سلسلہ میں زبردست تحریک چلائی گئی۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت:

مولانا محمد صدیق ہزاروی مجاہد تحریک ختم نبوت مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ برکت علی اسلامیہ ہال لاہور میں آل مسلم پارٹیز کونشن منعقد ہوا، اس کونشن نے کراچی کے مرکزی کونشن کے لیے مندوبین منتخب کیے، ۲۰، ۲۱ جنوری ۱۹۵۳ء کو کراچی میں مرکزی کونشن منعقد ہوا جس میں یہ مطالبات مرتب کیے گئے:

① ......وزیر خارجہ سر ظفر اللہ کو برخاست کیا جائے۔

② ......قادیانیوں کو کافر اقلیت قرار دیا جائے۔

③ ......قادیانیوں کو کلیدی اسامیوں سے علیحدہ کیا جائے۔

تحریک ختم نبوت میں آپ نے مثالی کردار ادا کیا، آپ کو اس تحریک میں خصوصیت حاصل تھی، وہ یہ کہ آپ اسمبلی کے ممبر تھے، نیز تحریک پاکستان میں کام کرنے کی وجہ سے مسلم لیگی کارکنوں سے آپ کے گہرے تعلقات تھے، مجلس عمل تحفظ ختم نبوت نے کراچی میں کونشن کیا تو اس کے تیرہ نمائندوں میں آپ کا نام بھی تھا لیکن آپ کو اس میں شامل نہ کیا گیا کیونکہ انہیں آپ کی تیزی طبع کی وجہ سے خطرہ تھا کہ وقت سے پہلے تصادم نہ ہو جائے، جب

تحریک تیز ہوئی اور مجلس عمل کے نمائندے خواجہ ناظم الدین سے کراچی میں ملاقات کرنے گئے تو مورخہ ۲۵ فروری ۱۹۵۳ء کو انہیں گرفتار کرلیا گیا۔

گرفتاری اور پھانسی:

آپ کا پروگرام تھا کہ قصور سے بس کے ذریعے اسمبلی گیٹ تک پہنچ جائیں اور اسمبلی میں تقریر کرکے ممبران اسمبلی کو تحریک کے بارے میں مکمل تفصیلات سے آگاہ کردیں لیکن قصور میں آپ جن لوگوں کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے انہوں نے غداری کرتے ہوئے ملٹری کو بتادیا، آپ صبح نماز کی تیاری کررہے تھے کہ اپنے ایک کارکن مولوی بشیر مجاہد کے ہمراہ گرفتار کرلیے گئے، قصور سے گرفتار کرکے آپ کو لاہور شاہی قلعہ لایا گیا، جہاں سے بیانات لینے کے بعد ۱۶ اپریل کو آپ جیل منتقل کردیئے گئے اور آپ کو چارج شیٹ دے دی گئی، ملٹری کورٹ میں کیس چلا جو ۱۷ اپریل کو شروع ہوا اور مئی تک چلتا رہا، ۷ مئی کی صبح سپیشل ملٹری کورٹ کا ایک آفیسر اور ایک کیپٹن آپ کو بلا کر ایک کمرے میں لے گئے جہاں قتل کے نو اور ملزم بھی تھے، مگر ڈی ایس پی فردوس شاہ کے قتل کا کیس ثابت نہ ہو سکا اور آپ کو بری کردیا گیا، دوسرا کیس بغاوت کا تھا جس میں آپ کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا جو اس طرح تھا:

"You will be hanged by neck till you are dead".

''تمہاری گردن پھانسی کے پھندے میں اس وقت تک لٹکائی جائے گی جب تک تمہاری موت نہ واقع ہوجائے''

آپ نے اس کے جواب میں فرمایا:

"Is that all? I was prepared to take more than that. If I would have got hundred thousan lives, I would have laid down those lives for the cause of Holy Prophet Muhammad may the peace Glory of God be upon him".

''یہی کچھ سزا لائے ہو، اگر میرے پاس ایک لاکھ جانیں ہوتیں تو میں ان سب کو محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات پر قربان کردیتا''۔

۱۴ مئی کو آپ کی سزائے موت عمر قید میں تبدیل کردی گئی اور پھر مئی ۱۹۵۵ کو آپ کو باعزت بری کردیا گیا۔ (تعارف علما اہل سنت: ۱۶۴ ملخصاً مکتبہ قادریہ لاہور) تحریک ختم نبوت (۱۹۵۳ء) میں آپ کراچی میں مولانا عبدالحامد بدایونی (م ۱۵ جمادی الاولیٰ، ۲۰ جولائی ۱۳۹۰ھ، ۱۹۷۰ء) اور دیگر علما کے ساتھ تحریک میں شریک ہوئے، آرام باغ

میں جمعہ کے دن تحریک کا آغاز ہوا، تو علامہ نورانی پیش پیش تھے، گرفتاری کے لیے رضا کاروں کی تیاری کے علاوہ دیگر ضروری انتظامات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، کراچی میں آل پاکستان مسلم پارٹیز کے پہلے اجلاس کے بعد آئندہ اجلاس کے انتظامات کے لیے گیارہ ممبروں پر مشتمل جو بورڈ بنایا گیا، آپ اس کے ممبر تھے، ۱۹۶۹ء میں پاکستان آنے کے بعد آپ نے سب سے پہلا بیان قادیانیوں ہی کے بارے میں جاری کیا تھا، آپ نے یحییٰ خان (اس وقت کے صدر) کو مخاطب کرتے ہوئے صاف کہا تھا کہ تمہارا قادیانی مشیر ایم ایم احمد پاکستان کی معیشت کو تباہ کر رہا ہے، جس کے نتیجے میں مشرقی پاکستان ہمارے ہاتھ سے نکل سکتا ہے۔ ﴿تعارف علما اہل سنت: ۳۹،۳۸﴾

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت:

تحریک ختم نبوت (۱۹۷۴ء) میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی خاطر قومی اسمبلی میں حزب اختلاف کی طرف سے جو قرارداد ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو پیش کی گئی، اس کا سہرا بھی علامہ شاہ احمد نورانی کے سر ہے، اس قرارداد پر حزب اختلاف کے بائیس افراد (جن کی تعداد بعد میں ۳۷ ہو گئی) نے دستخط کیے، البتہ مولوی غلام غوث ہزاروی اور مولوی عبد الحکیم نے اس قرارداد پر دستخط نہیں کیے، اس تحریک میں آپ کو قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی اور رہبر کمیٹی کا ممبر منتخب کیا گیا اور آپ نے پوری ذمہ داری کے ساتھ دونوں کمیٹیوں کے اجلاسوں میں شرکت کی۔

آپ نے قادیانیت سے متعلقہ ہر قسم کا لٹریچر اسمبلی ممبروں میں تقسیم کرنے کے علاوہ ممبروں سے ذاتی رابطہ قائم کیا اور ختم نبوت کے مسئلہ سے انہیں آگاہ کیا، اس تحریک میں تین ماہ کے دوران آپ نے صرف پنجاب کے علاقے میں تقریباً چالیس ہزار میل کا دورہ کیا، ڈیڑھ سو شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں عام جلسوں سے خطاب کرنے کے علاوہ سینکڑوں کتابوں کا مطالعہ کیا۔ ﴿تعارف علما اہل سنت: ۳۹﴾

سید محمد حفیظ قیصر لکھتے ہیں کہ پیپلز پارٹی کے جے رحیم اور شیخ رشید نے بہت ہنگامہ کیا مگر وزیر اعظم بھٹو، مولانا شاہ احمد نورانی سے مکالمے کے دوران اپنے منشور کے اس جملے کی بنا پر شکست کھا چکے تھے کہ ”اسلام ہمارا دین ہے“، اب بھٹو کا موقف یہ تھا کہ اسلام کی بات ہے اور پیپلز پارٹی اس کی مخالفت نہیں کرے گی، آخر مولانا شاہ احمد نورانی کا سچا عاشق رسول جیت گیا اور مرزا ناصر قومی اسمبلی میں ۱۸۰ سوالات میں لاجواب ہو کر شکست سے دوچار ہوا، مرزائیت کو اپنے انجام تک پہنچانے والی جو تاریخی قرارداد ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو پیش کی گئی اس کا متن یہ تھا:

★ ..... چونکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے حضرت محمد ﷺ کے بعد جو اللہ کے آخری نبی ہیں

نبوت کا دعویٰ کیا۔

★...... چونکہ یہ ایک جھوٹا دعویٰ نبوت قرآن کریم کی بعض آیات میں تحریف کی سازش اور جہاد کو ساقط کر دینے کی کوشش، اسلام سے بغاوت کے مترادف ہے۔

★...... چونکہ مسلم امہ کا اس بات پر کامل اتفاق ہے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار وہ مرزا غلام احمد کو نبی مانتے ہوں یا اسے کسی اور شکل میں اپنا مذہبی پیشوا یا مصلح مانتے ہوں وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

★...... چونکہ اس کے پیروکار خواہ ان کو کسی نام سے پکارا جاتا ہو وہ دھوکا دہی سے مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ بن کر اور اس طرح ان سے گھل مل کر اندرونی اور بیرونی طور پر تخریبی کاروائیوں میں مصروف ہیں۔

★...... چونکہ مسلمانوں کی تنظیموں کی ایک کانفرنس جو ۶ تا ۱۰ اپریل ۱۹۷۴ء مکہ مکرمہ میں رابطہ عالم اسلامی کے زیر اہتمام منعقد ہوئی، جس میں دنیا بھر کی ۱۱۴ اسلامی تنظیموں اور انجمنوں نے شرکت کی اس میں مکمل اتفاق رائے سے یہ فیصلہ صادر کر دیا گیا کہ قادیانیت جس کے پیروکار دھوکہ دہی سے اپنے آپ کو اسلام کا ایک فرقہ کہتے ہیں، دراصل اس فرقہ کا مقصد اسلام اور مسلم دنیا کے خلاف تخریبی کاروائیاں کرنا ہے۔

اس لیے اب اسمبلی اعلان کرتی ہے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار خواہ انہیں لاہوری، قادیانی یا کسی نام سے بھی پکارا جائے مسلمان نہیں ہیں اور یہ کہ اسمبلی میں ایک سرکاری بل پیش کیا جائے تا کہ اس اعلان کو دستور میں ضروری ترامیم کے ذریعے عملی جامہ پہنایا جاسکے۔

۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو وہ گھڑی آن پہنچی جس کا انتظار ۱۹۰۱ء سے مسلم امہ کو تھا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جس طرح مسیلمہ کذاب کو اس کے انجام سے دوچار کیا تھا آج انہیں کی اولاد مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کی قرارداد کے مطابق حکومت نے باضابطہ طور پر قادیانی گروہ کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیا اور یوں امت مسلمہ کا خواب ۷۳ سال کے بعد حقیقت میں ڈھل گیا۔ ﴿ایک عالم ایک سیاست دان: ۲۷، ۳۵ نورانی پرنٹنگ انڈسٹری کراچی ۱۹۹۹ء﴾

..........☆☆☆..........

قادیانیوں کے مشہور اعتراضات کے جوابات

علامہ غلام رسول سعیدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱)

قادیانیوں کے اہل اسلام کے دلائل پر کچھ اعتراضات ہیں ان میں ایک مشہور اعتراض اس حدیث پر ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر نبی اکرم ﷺ کے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے تو سچے نبی ہوتے۔ ﴿مسند احمد: ۳/۱۳۳، تاریخ دمشق: ۳/۷۶﴾

اس حدیث پر قادیانیوں کا یہ اعتراض ہے کہ اس حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کے نبی بننے سے مانع ان کی موت تھی اگر وہ زندہ رہتے تو نبی بن جاتے، یہ مطلب نہیں ہے کہ چونکہ آپ کے بعد نبی آنا محال تھا اس لیے آپ کے بیٹے کو زندہ نہیں رکھا گیا، اس کی مثال اس طرح ہے جیسے کوئی شخص کہے اگر میرا بیٹا زندہ رہتا تو ایم اے کر لیتا، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایم اے پاس کرنا محال ہے، اس لیے میرا بیٹا زندہ نہیں رہا بلکہ ایم اے پاس کرنا تو ممکن ہے لیکن چونکہ میرا بیٹا زندہ نہیں رہا اس لیے وہ ایم اے نہیں کر سکا، اسی طرح سیدنا محمد ﷺ کے بعد نبی آنا تو ممکن تھا لیکن چونکہ آپ کے بیٹے حضرت ابراہیم زندہ نہیں رہے، اس لیے وہ نبی نہیں بنے اگر وہ زندہ رہتے تو نبی بن جاتے، سو اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ کے بعد نبی نہیں آ سکتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ''اگر ابراہیم زندہ رہتے تو سچے نبی ہوتے'' اس حدیث میں قضیہ شرطیہ ہے جیسے یہ قضیہ ہے: اگر سورج طلوع ہوگا تو دن روشن ہوگا اور قضیہ شرطیہ میں جز اول کا ثبوت جز ثانی کو مستلزم ہوتا ہے جیسے سورج کا طلوع ہونا دن کی روشنی کو مستلزم ہے اور جز ثانی کی نفی جز اول کی نفی کو مستلزم ہوتی ہے جیسے دن کا روشن نہ ہونا اس بات کو مستلزم ہے کہ سورج طلوع نہیں ہوا اور جز اول کی نفی جز ثانی کی نفی کو مستلزم نہیں ہوتی یعنی سورج کا طلوع نہ ہونا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ دن روشن نہ ہو، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ سورج طلوع ہو لیکن دن اس وجہ سے روشن نہ ہو کہ سخت ابر ہو یا بارش ہو یا سورج کو گہن لگا ہو یا سخت آندھی آئی ہو اسی لیے جز اول کی نفی جز ثانی کی نفی کو مستلزم نہیں ہوتی، اس لیے اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ چونکہ حضرت ابراہیم زندہ نہیں رہے اس لیے وہ سچے نبی نہیں ہوئے بلکہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ چونکہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی سچے نبی کا آنا ممکن نہیں تھا اس لیے حضرت ابراہیم کو زندہ نہیں رکھا گیا۔

(۲)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ اِمَّا یَاۡتِیَنَّکُمۡ رُسُلٌ مِّنۡکُمۡ یَقُصُّوۡنَ عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِیۡ ۙ فَمَنِ اتَّقٰی وَ اَصۡلَحَ فَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ۝" اے اولاد آدم! اگر تمہارے پاس تم میں سے ایسے رسول آئیں جو تمہارے سامنے میری آیتیں بیان کریں سو جو شخص اللہ سے ڈرا اور نیک ہو گیا تو ان پر کوئی خوف نہیں ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ ﴿الاعراف: ۳۵﴾

مرزائیہ اس آیت سے اجراء نبوت پر استدلال کرتے ہیں اور پھر اجراء نبوت سے مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت پر دلیل کشید کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اولاد آدم کو حکم دیا کہ جب بھی ان کے پاس ایسے رسول آئیں جو تمہارے سامنے میری آیتیں بیان کریں سو جو شخص اللہ سے ڈرا یعنی جس نے ان رسولوں کے احکام کو مانا اور ان پر ایمان لایا اس پر کوئی غم نہیں اور خوف نہیں ہوگا، اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت تک رسول آتے رہیں گے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسولوں کے آنے کا کوئی استثناء نہیں بیان فرمایا اور نہ کوئی مدت بیان فرمائی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ قیامت تک رسولوں کے مبعوث ہونے کا سلسلہ جاری رہے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں بہت جگہ ایک عام حکم بیان کیا جاتا ہے اور دوسری کسی آیت میں اس حکم کی تخصیص بیان کر دی جاتی ہے جس سے وہ حکم عام نہیں رہتا، اسی طرح بہ ظاہر اس آیت میں قیامت تک رسولوں کی بعثت کا حکم بیان فرمایا ہے لیکن جب الاحزاب: ۴۰ میں فرمادیا: "ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین" تو اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر فرمادیا کہ الاعراف: ۳۵ میں رسولوں کی بعثت کے سلسلہ کا جو ذکر فرمایا تھا، سیدنا محمد ﷺ کی بعثت کے بعد وہ سلسلہ نبوت منقطع ہو گیا ہے اور آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آسکتا ہے، نہ تشریعی نبی، نہ امتی نبی، نہ کامل نبی، نہ ناقص نبی، نہ اصلی نبی اور نہ ظلی و بروزی نبی۔

(۳)

مرزائیوں کا ایک مشہور اعتراض یہ بھی ہے کہ خاتم کا معنیٰ آخر نہیں ہے بلکہ خاتم کا معنیٰ مہر ہے اور مہر نبوت کا معنیٰ ہے جس پر آپ کی مہر لگ جاتی ہے وہ نبی بن جاتا ہے، سو غلام احمد قادیانی پر بھی مہر لگ گئی اور وہ بھی نبی بن گیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ خاتم کا یہ معنیٰ کرنا درست نہیں ہے کہ اگر خاتم کا معنیٰ مہر ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب کسی چیز کو بند کر کے اس پر مہر لگا دی جائے تو اس میں کوئی اور چیز داخل نہیں ہو سکتی، سو نبوت کو بند کر کے اس پر

آپ کی مہر لگادی گئی ہے اب نبوت میں کوئی اور چیز داخل نہیں ہو سکتی۔

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم افریقی مصری متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں: "معنی ختم التغطية على الشيء والا ستيشاق من ان لا يد خله شيء" "ختم کا معنٰی ہے کہ کسی چیز کو ڈھانپنا اور اس کو اس طرح بند کر دینا کہ اس میں کوئی چیز داخل نہ ہو سکے، نیز لکھتے ہیں: "خاتمهم آخرهم، خاتم القوم" کا معنٰی ہے "اخر القوم و خاتم النبيين اى آخرهم" "اور خاتم النبیین کا معنٰی ہے آخر النبیین۔ ﴿لسان العرب: ۱۳/ ۱۶۵ مطبوعہ ایران﴾ اور نبی ﷺ نے فرمایا: "بے شک نبوت منقطع ہو چکی ہے پس میرے بعد کوئی نبی نہ ہو گا"۔ ﴿سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۷۲﴾ اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "وانا أخر الانبياء وانتم أخر الامم" "میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔ ﴿سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۷۷﴾ اور قتادہ نے خاتم النبیین کی تفسیر میں کہا: "اى آخرهم"۔ ﴿جامع البیان: ۲۱۷۶۵﴾ تصریحات لغت، احادیث صحیحہ اور تابعین کی تفسیر سے واضح ہو گیا کہ خاتم کا معنی مہر کرنا باطل ہے بلکہ خاتم کا معنی آخر ہے۔

جب یہ کہا جاتا ہے کہ شاہ عبدالعزیز خاتم المحدثین ہیں تو کیا اس کا عرف میں یہ معنٰی ہوتا ہے کہ شاہ عبد العزیز کی مہر سے محدث بنتے ہیں اور جب یہ کہا جاتا ہے کہ علامہ شامی خاتم الفقہاء ہیں تو کیا اس کا معنٰی یہ ہوتا ہے کہ علامہ شامی کی مہر سے فقہاء بنتے ہیں اور جب یہ کہا جاتا ہے کہ علامہ آلوسی خاتم المفسرین ہیں تو کیا اس کا یہ معنٰی ہوتا ہے کہ علامہ آلوسی کی مہر سے مفسرین بنتے ہیں، معلوم ہوا کہ احادیث، تفاسیر، لغت اور عرف سب کے اعتبار سے خاتم کا معنٰی مہر کرنا صحیح نہیں ہے۔

مرزائی کہتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ نے اس آیت کے تحت "وخاتم النبيين" کے ترجمہ میں لکھا ہے: "ومہر پیغامبران است"۔ ﴿ترجمہ شاہ ولی اللہ: ۵۱۰ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور﴾

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر مہر اس معنٰی میں نہیں ہے جیسا کہ غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے: جس کامل انسان پر قرآن شریف نازل ہوا...... اور وہ خاتم الانبیاء بنے مگر ان معنوں سے نہیں کہ آئندہ اس سے کوئی روحانی فیض نہیں ملے گا بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحب خاتم ہے بجز اس کی مہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا اور بجز اس کے کوئی نبی صاحب خاتم نہیں، ایک وہی ہے جس کی مہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کے لیے امتی ہونا لازمی ہے۔ ﴿حقیقۃ الوحی: ۲۷، روحانی خزائن: ۲۲/ ۲۹، ۳۰﴾

محمد منظور الٰہی قادیانی لاہوری لکھتا ہے: "خاتم النبیین کے بارے میں حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا کہ خاتم

النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ کی مہر کے بغیر کسی کی نبوت کی تصدیق نہیں ہو سکتی، جب مہر لگ جاتی ہے تو وہ کاغذ سند ہو جاتا ہے اور مصدقہ سمجھا جاتا ہے اسی طرح آنحضرت کی مہر اور تصدیق جس نبوت پر نہ ہو وہ صحیح نہیں ہے"۔ ﴿ملفوظات احمدیہ حصہ پنجم: ۲۹۰﴾

قادیانیوں نے خاتم کا جو یہ معنیٰ بیان کیا ہے وہ غلط اور باطل ہے اور شاہ ولی اللہ کے نزدیک مہر سے مراد مہر تصدیق نہیں ہے بلکہ مہر سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز کو بند کر کے اس پر مہر لگا دی جائے تا کہ اس میں اور کوئی چیز داخل نہ ہو سکے جیسا کہ لغت، عرف، احادیث اور تفاسیر سے واضح ہو چکا ہے، خود شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ایک حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: سچا خواب انبیاء کے حق میں نبوت کا ایک جزو ہے پس یقین رکھو کہ وہ برحق ہوتا ہے اور نبوت کے اجزاء ہیں اور اس کا ایک جز خاتم الانبیاء کے بعد بھی باقی ہے۔ ﴿المسوی: ۲/۲۲۶ مطبوعہ مکہ مکرمہ﴾

مرزا غلام احمد قادیانی کے متبعین نے لکھا ہے: ان حوالوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس امت میں سوائے مسیح موعود کے اور کوئی نبی نہیں ہو سکتا کیونکہ سوائے مسیح موعود کے اور کسی فرد کی نبوت پر آنحضرت ﷺ کی تصدیقی مہر نہیں اور اگر بغیر تصدیقی مہر آنحضرت ﷺ کے اور کسی کو بھی نبی قرار دیا جائے تو اس کے دوسرے معنی یہ ہوں گے وہ نبوت صحیح نہیں۔ ﴿تشحیذ الاذہان، قادیان نمبر ۸: ۱۳/۲۵﴾

اور خود مرزا قادیانی نے لکھا ہے: پس اس وجہ سے (اس امت میں) نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہو گا، وہ پیش گوئی پوری ہو جائے۔ ﴿حقیقت الوحی: ۳۹۱، روحانی خزائن: ۲۲/۴۰۶، ۴۰۷﴾

اگر مرزائیہ کے دعویٰ کے مطابق بہ فرض محال ختم نبوت کا معنیٰ مہر تصدیق ہو اور اس کا معنیٰ یہ ہو کہ جس پر آپ اپنی مہر لگا دیتے ہیں وہ نبی بن جاتا ہے تو پھر اس کا تقاضا یہ تھا کہ آپ کی مہر سے زیادہ سے زیادہ نبی بنتے تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس مہر سے صرف غلام احمد قادیانی ہی نبی بنا! صحابہ کرام ﷺ جن کی اطاعت پر مقبولیت کی سند اللہ تعالیٰ نے "رضی اللہ عنہم" فرما کر عطا کر دی وہ نبی نہیں بنے، اگر ختم نبوت کا معنیٰ مہر تصدیق ہوتا تو وہ نبی بنتے اور جب وہ نبی نہیں بنے تو معلوم ہوا کہ ختم نبوت کا معنیٰ مہر تصدیق نہیں ہے بلکہ وہ مہر ہے جو کسی چیز کو بند کرنے کے لیے لگائی جاتی ہے، علاوہ ازیں نبی بنانا اور رسول بھیجنا اللہ کا کام ہے، رسول اللہ ﷺ کا یہ منصب نہیں ہے وہ اپنی مہر لگا کر کسی کو نبی بنا کر بھیج دیں۔

مرزائی یہ بھی کہتے ہیں کہ جس طرح خاتم المحدثین، خاتم المفسرین وغیرہ کہا جاتا ہے اسی طرح آپ کو خاتم النبیین کہا گیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ جن علما کو خاتم المحدثین اور خاتم المفسرین کہا گیا ہے وہ مجازاً کہا گیا ہے اور آپ حقیقتاً خاتم النبیین ہیں نیز مجاز کا ارتکاب اس وقت کیا جاتا ہے جب حقیقت محال ہو اور آپ کے خاتم النبیین ہونے میں کوئی شرعی یا عقلی استحالہ نہیں ہے، اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو خاتم المہاجرین فرمایا، اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے مکہ سے سب کے آخر میں ہجرت کی تھی اس کے بعد مکہ دارالاسلام بن گیا تھا، سو اس حدیث میں بھی خاتم بہ معنیٰ آخر ہے۔

مرزائی یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے میری مسجد آخر المساجد ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس ارشاد کی وضاحت دوسری حدیث میں ہے آپ نے فرمایا میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد، مساجد الانبیاء کی خاتم ہے۔﴿کنز العمال رقم الحدیث: ۳۴۹۹۹﴾

﴿۴﴾

مرزائیوں کا ایک اور مشہور اعتراض یہ ہے کہ "لا نبی بعدی" میں لانفی جنس نہیں ہے، نفی کمال کے لیے ہے جیسے "لا صلاۃ الا بفاتحۃ الکتاب" میں ہے، یعنی سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز کامل نہیں ہوتی، اسی طرح "لا نبی بعدی" کا معنیٰ ہے میرے بعد کوئی کامل نبی نہیں ہوگا اور ناقص اور امتی نبی کی نفی نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس طرح تو کوئی مشرک کہہ سکتا ہے کہ "لا الہ الا اللہ" میں لانفی کمال کے لیے ہے یعنی اللہ کے علاوہ کامل خدا کوئی نہیں ہے، ناقص خدا موجود ہیں، اس کا حل یہ ہے کہ لانفی جنس کا نفی کمال کے لیے ہونا اس کا مجازی معنیٰ ہے اور نفی جنس کے لیے ہونا اس کا حقیقی معنیٰ ہے اور جب تک حقیقت محال یا متعذر نہ ہو اس کو مجاز پر محمول نہیں کیا جاتا "لا نبی بعدی" میں حقیقت متعذر نہیں ہے اس لیے اس کا معنیٰ ہے میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور "لا صلاۃ الا بفاتحۃ الکتاب" میں اس طرح نہیں ہے، سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز ہو جاتی ہے لیکن چونکہ سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے اس لیے نماز کامل نہیں ہوتی اور یہاں حقیقت متعذر ہے اس لیے لا کو نفی کمال اور مجاز پر محمول کیا ہے۔

اسی طرح مرزائیہ اعتراض کرتے ہیں کہ حدیث میں ہے جب کسریٰ مرجائے گا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہو جائے گا تو پھر اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا۔﴿صحیح مسلم: ۲/۳۹۶﴾ اور کسریٰ ایران

کے بادشاہ کو اور قیصر روم کے بادشاہ کو کہتے ہیں اور ان کے بعد بھی ایران اور روم کے بادشاہ ہوتے رہے ہیں۔

علامہ نووی اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کسریٰ ایران کا بادشاہ تھا اور قیصر روم کا بادشاہ تھا اس طرح وہ بعد میں بادشاہ نہیں ہوں گے اور اسی طرح ہوا، کسریٰ کا ملک روئے زمین سے منقطع ہو گیا اور اس کا ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور قیصر شکست کھا کر شام سے بھاگ گیا اور مسلمانوں نے ان دونوں ملکوں کو فتح کر لیا، خلاصہ یہ ہے کہ بعد میں اس نام کے بادشاہ نہیں گزرے۔

مرزائیہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: خاتم النبیین کہو اور یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ﴿مصنف ابن ابی شیبہ: ۵/ ۳۳۷ رقم الحدیث: ۲۶۶۴۳﴾ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا منشا یہ ہے کہ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آسمان سے نازل ہونا ہے اس لیے یوں نہ کہو کہ کوئی نبی نہیں آئے گا بلکہ یوں کہو کہ کوئی نبی نہیں مبعوث ہوگا کیونکہ جب مطلقاً یہ کہا جائے کہ کوئی نبی نہیں آئے گا تو اس کا متبادر معنیٰ یہ ہے کہ کوئی نیا نبی آئے گا نہ پرانا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول ان احادیث کے خلاف نہیں ہے۔ جن میں یہ تصریح ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح سند کے ساتھ روایت ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مبشرات کے سوا میرے بعد نبوت میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہے گی، صحابہ نے پوچھا اور مبشرات کیا ہیں؟ فرمایا: سچے خواب جن کو کوئی شخص دیکھتا ہے یا کوئی اس کے لیے دیکھتا ہے۔ ﴿مسند احمد: ۶/ ۱۲۹ حاشیہ مسند احمد رقم الحدیث: ۲۴۸۵۸ حافظ زین نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے﴾

﴿۵﴾

قادیانیوں کا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ اگر نبی کریم ﷺ کے بعد کسی نبی کا آنا محال ہے تو پھر ان احادیث کی کیا توجیہ ہوگی جن کے مطابق قرب قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ سیدنا محمد ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث (پیدا) نہیں ہوگا اور جو نبی پہلے مبعوث ہو چکے ہیں ان کا آپ کے بعد دنیا میں آنا آپ کی ختم نبوت کے منافی نہیں ہے، جیسے شب معراج تمام نبی مسجد اقصیٰ میں آئے اور انہوں نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی یا جس طرح جن لوگوں کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں تو ان کا آپ ﷺ کے بعد دنیا میں آنا آپ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے منافی نہیں ہے، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قرب قیامت میں آسمان سے زمین پر نازل ہونا

بھی آپ ﷺ کی ختم نبوت کے منافی نہیں ہے کیونکہ یہ تمام انبیاء آپ ﷺ سے پہلے مبعوث ہو چکے ہیں، آپ ﷺ کے بعد مبعوث نہیں ہوئے، اب رہا سوال کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہمارے رسول سیدنا محمد ﷺ کی شریعت کا علم کیسے ہوا حتیٰ کہ وہ اس علم کے مطابق آپ ﷺ کی شریعت کے مطابق اس امت میں احکام جاری فرمائیں گے تو اس کے متعدد جوابات ہیں ایک جواب یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کو ہمارے نبی ﷺ کی شریعت کا علم تھا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی آپ ﷺ کی شریعت کا علم تھا اور اسی کے مطابق آپ اس امت میں احکام جاری فرمائیں گے۔

............☆☆☆............

صدقہ فطر کا بیان

- ......حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زکوۃ فطر ایک صاع خرما یا جو، غلام، آزاد، مرد، عورت، بڑے اور چھوٹے مسلمانوں پر فرض کی اور یہ حکم فرمایا کہ نماز کو جانے سے پیشتر ادا کردیں۔ ﴿صحیح بخاری: ۱/۵۰۷﴾
- ......حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے آخر رمضان میں فرمایا: اپنے روزے کا صدقہ ادا کرو اس صدقہ کو رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمایا ہے، ایک صاع خرما یا جو یا نصف صاع گیہوں۔ ﴿سنن ابی داؤد: ۲/۱۶۱﴾
- ......حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے باپ دادا رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو بھیجا کہ مکہ مکرمہ کے کوچوں میں اعلان کردے، صدقہ فطر واجب ہے۔ ﴿جامع ترمذی: ۲/۱۵۱﴾
- ......حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زکوۃ فطر مقرر فرمائی کہ لغو اور بیہودہ کام سے روزے کی طہارت ہو جائے اور مساکین کی خورش (خوراک) ہو جائے۔ ﴿سنن ابی داؤد: ۲/۱۵۷﴾
- ......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندے کا روزہ زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتا ہے جب تک صدقہ فطر ادا نہ کرے۔ ﴿تاریخ بغداد: ۹/۱۲۲﴾
- ......صدقہ فطر ہر مسلمان آزاد مالک نصاب پر جس کی نصاب حاجت اصلیہ سے فارغ ہو واجب ہے، اس میں عاقل بالغ اور مال نامی ہونے کی شرط نہیں۔ ﴿درمختار: ۳/۳۶۵﴾
- ......صدقہ فطر واجب ہونے کے لیے روزہ رکھنا شرط نہیں، اگر کسی عذر، سفر، مرض یا بڑھاپے کی وجہ سے یا معاذ اللہ بلا عذر روزہ نہ رکھا جب بھی واجب ہے۔ ﴿ردمختار: ۳/۳۶۷﴾
- ......باپ نہ ہو تو دادا باپ کی جگہ ہے یعنی اپنے فقیر اور یتیم پوتے پوتی کی طرف سے اس پر صدقہ دینا واجب ہے۔ ﴿درمختار: ۳/۳۶۷﴾

عقیدہ ختم نبوت اور حضرات انبیاء علیہم السلام کے فیصلے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد بلال مصطفائی مجددی

منزل کہوں کہ رہبرِ اعظم کہوں تجھے
فخرِ خلیل و عظمتِ آدم کہوں تجھے

تیرے تصرفات میں ارض و سما گھرے
دل چاہتا ہے سرورِ عالم کہوں تجھے

میرے وجود ناز پر تیری عطا کا راج
میرے سخی! میں غیرتِ حاتم کہوں تجھے

نورِ ازل کی مظہر کامل ہے تیری ذات
صدفِ رسل کا گوہرِ خاتم کہوں تجھے

① ...... حضرت آدم علیہ السلام اور ختمِ نبوت:

○...... ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام ساری انسانیت کی اصل ہیں، حضرت علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا فرمایا تو نور مصطفیٰ کو ان کی پشت مبارک میں ودیعت کیا، انہوں نے اپنی پشت مبارک سے پرندے کی چہچہاہٹ کی آواز سنی اور پوچھا مولا! یہ آواز کیسی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”ھذا تسبیح خاتم الانبیاء الذی اخرجه من ظھرك“ یہ نبی خاتم کی تسبیح کی آواز ہے جو تمہاری پشت مبارک سے ظاہر ہوگا اور میں اسے پاک پشتوں اور پاک رحموں میں داخل کروں گا۔ ﴿بیان المیلاد النبوی: ۲۰﴾

○...... حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک مروی ہے، فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام کے شانوں کے درمیان محمد رسول اللہ خاتم النبیین رقم تھا۔ ﴿خصائص کبریٰ: ۱/ ۱۹﴾

○...... خود سیدنا آدم علیہ السلام سے حضور تاجدار ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رفعت ظاہر ہوتی ہے، انہوں نے فرمایا: ”اے اللہ محمد مصطفیٰ کے وسیلے سے مجھے معاف فرما دے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تو نے محمد مصطفیٰ کو کیسے پہچانا، انہوں نے کہا: جب تو نے مجھے پیدا کیا تھا اور مجھ میں اپنی روح پھونکی تھی تو میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا اور دیکھا کہ عرش کے ستونوں پر ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ لکھا ہوا ہے، پس میں نے جان لیا کہ جس کا نام تیرے نام کے ساتھ لکھا گیا ہے وہ تجھے بہت ہی محبوب ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تجھے معاف کر دیا، اگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پیدا نہ ہوتی تو میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔ ﴿طبرانی: ۲/ ۸۲﴾ یہ واقعہ مولوی اشرف علی تھانوی نے

بھی لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے محمد مصطفیٰ کا نام مبارک عرش پر لکھا دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا: اگر محمد نہ ہوتے میں تم کو بھی نہ پیدا کرتا۔ ﴿نشر الطیب: ۱۰﴾

○......اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے یہ بھی فرمایا: ''اگر تم ذات مصطفیٰ ﷺ کے وسیلے سے تمام زمین و آسمان والوں کی شفاعت کرتے تو ہم تب بھی تمہاری شفاعت قبول فرما لیتے''۔ ﴿زرقانی: ۱/۶۲﴾

○......امام ابوالحسن احمد البکری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے رخ اقدس پر جو نور مبارک فلک پر سورج کی طرح اور زمین پر چاند کی طرح جلوہ ریز تھا، وہ ہمارے محبوب اکرم ﷺ کا نور مبارک تھا، اسی نور سے آسمان اور اس کے پائے، عرش و کرسی چمکتے تھے۔ ﴿الانوار: ۶﴾

○......فرشتے حضرت سیدہ حوا علیہا السلام کے پاس آتے اور انہیں حضرت شیث علیہ السلام کی ولادت باسعادت کی مبارک پیش کرتے، حضرت حوا علیہا السلام نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں کے درمیان محمد رسول اللہ ﷺ کا نور مبارک ہے۔ ﴿الانوار: ۹﴾

○......حضرت شیث علیہ السلام کی پیشانی پر نور مصطفیٰ کی چمک کا یہ عالم تھا کہ جب آپ بالغ ہوئے تو اس وقت بھی وہ چمک آسمان کیطرف جاتی تھی۔ ﴿ایضا﴾

○......حضرت شیث علیہ السلام سے پہلے حضرت حوا علیہا السلام کے ہاں دو بچے تولد ہوئے مگر آپ تنہا پیدا ہوئے، یہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی کرامت و منزلت کی بدولت تھا۔ ﴿کتاب الوفا: ۱/۳۵﴾

ان محبت افروز روایات سے ثابت ہوا کہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کا کاشانہ نبوت حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی نورانیت سے منور تھا، انہوں نے اپنی تمام عمر مستعار اسی نور مبارک کے سہارے بسر فرمائی، آپ کے جانشین حضرت سیدنا شیث علیہ السلام بھی اسی نور کمال سے باکمال ہوئے اور ان سے عہد وفا لیا گیا کہ تم نے اس نور کمال کو کسی پاکیزہ ترین خاتون کی طرف منتقل کرنا ہے، پھر آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ تو ہی اس نور پر حافظ و شاہد ہے، پھر جب یہ نور حضرت بیضا، زوجہ شیث کے بطن مقدس میں متمکن ہوا تو آسمانی مبارکوں اور بشارتوں نے ہر قدم پر ان کا استقبال کیا۔ ﴿بیان المیلاد والنبوی: ۲۲﴾

لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا　　　بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

۲......حضرت خلیل علیہ السلام اور ختم نبوت:

○......حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی ذات بابرکات تاریخ نبوت کا روشن باب ہے، آپ نے نمرود سے

مقابلہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی کبریائی کے پرچم لہرائے، اپنے رب کریم کے نام پر اپنی جان، مال، اولاد اور وطن سب کچھ قربان کرنے کے لیے ہمیشہ کمر بستہ رہے، ان کے اس جذبہ ایثار پر لاہوتی سلاموں کے ساون برستے رہے، ان کے نقوش پا کو نبیوں اور ولیوں نے حرز جان بنائے رکھا، اللہ اللہ اتنی شوکتوں اور عظمتوں والا پیغمبر بھی جب مکہ مکرمہ کی بے آب وگیاہ وادی میں اللہ تعالیٰ کا گھر تعمیر کرتا ہے، جب اپنی آرزوؤں کا آشیانہ تشکیل دیتا ہے تو اسے آباد کرنے کے لیے جنابِ ختم نبوت کے ظہور نور کی دعا مانگتا ہے، ارشاد خداوندی ہے:

"جب اٹھاتا تھا ابراہیم اس گھر کی بنیادیں اور اسماعیل (یہ عرض کرتے ہوئے) اے ہمارے رب! ہم سے قبول فرما بیشک تو سننے والا جاننے والا ہے، اے ہمارے رب! ہمیں مسلمان رکھ ہماری اولاد میں ایک امت تیری تابع فرمان رہے اور ہمیں مناسک بتادے اور ہم پر (اپنی رحمت کے ساتھ) رجوع فرما بیشک تو ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے، اے ہمارے رب! بھیج ان (تابع فرمان امت) میں ایک رسول انہی میں سے ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور انہیں خوب ستھرا کرے، بیشک تو ہی غالب ہے، حکمت والا ہے"۔ ﴿سورۃ البقرہ: ۱۲۷تا۱۲۹﴾

گویا حضرت خلیل اور ان کے فرزند جلیل علیہم السلام بھی اپنی تمام تر بزرگی کے باوجود ختم نبوت کی ضرورت و اہمیت کو محسوس کرتے رہے، خود تاجدارِ انبیاء، مختارِ دوسرا ﷺ نے فرمایا: "انا دعوۃ ابی ابراھیم" "میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں۔ ﴿دلائل النبوۃ: ۱/۶۹﴾ ؎

ودعوت ابراھیم عند بنائہ
بمکۃ بیتا فیہ نیل الرغائب

○......امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت رقم فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحائفِ ابراہیم میں ارشاد فرمایا: "بے شک تمہاری اولاد میں قبیلے ہی قبیلے ہوں گے یہاں تک کہ نبی امی نبیوں میں آخری نبی کا ظہور ہو گا"۔ ﴿خصائص کبریٰ: ۱/۲۲﴾

○......امام یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت رقم فرمائی ہے کہ جب حضرت خلیل اللہ علیہ السلام اپنی زوجہ سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو لے کر سرزمین مکہ میں تشریف لائے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: اے ابراہیم! یہاں ٹھہر جائیے، آپ نے

فرمایا: یہاں تو کھیت ہیں اور نہ ہی دودھ، انہوں نے عرض کیا: یہاں آپ کی اولاد سے ایک عظیم نبی مبعوث ہوں گے جن کی وجہ سے کلمہ علیا مکمل کیا جائیگا۔ ﴿حجۃ اللہ علی العالمین:۱۱۶﴾

حضرت کلیم علیہ السلام اور ختم نبوت:

○...... حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نہایت برگزیدہ رسول ہیں، قرآن حکیم کا ایک اہم ترین موضوع آپ کی داستانِ حیات ہے، آپ نے اپنی قوم میں حضور ختمی مرتبت ﷺ کا اس انداز سے ذکر فرمایا کہ بنی اسرائیل کے پیرو جوان ان کی محبت سے سرشار ہو گئے، ان کے نام گرامی کو چوم کر آنکھوں سے لگاتے اور ان کے وسیلے سے اپنی دعاؤں میں اثر دیکھتے رہے، حضرت امام ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ روایت نقل فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا کلیم اللہ علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی:

"جو آدمی میرے پاس احمد مجتبیٰ ﷺ کا منکر ہو کر آئے گا میں اسے دوزخ میں ڈال دوں گا، آپ نے عرض کی: مولا! یہ احمد مجتبیٰ کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ وہ ذات اقدس ہے کہ اس سے زیادہ بزرگی والا میں نے کسی کو پیدا نہیں کیا، اس کا نام گرامی زمین و آسمان کی تخلیق سے بھی پہلے میں نے اپنے نام پاک کے ساتھ لکھ دیا تھا اور اپنی تمام مخلوق پر اس وقت تک جنت کا داخلہ حرام کر دیا ہے جب تک وہ اور اس کی امت جنت میں نہ داخل ہو جائے، آپ نے عرض کیا: مولا! اس کی امت کیسی ہے؟ فرمایا: اسکی امت چلتے پھرتے میری حمد و ثنا کرنے والی ہے"۔ ﴿حجۃ اللہ علی العالمین:۱۷۹﴾

○...... حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے بھی ایک روایت مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں: میں نے تورات میں ملاحظہ کیا ہے کہ بیشک حضرتِ کلیم کو حضور محمد مصطفےٰ ﷺ کے ظہور کی خبر تھی، آپ نے اپنی قوم کو آگاہ فرمادیا تھا کہ بیشک وہ معروف ستارہ تمہارے ہی قریب ہے، اس کا اسم گرامی فلاں ہے، جب وہ حرکت کرے اور اپنی جگہ سے چلے تو وہ حضور ختم رسالت ﷺ کی جلوہ نمائی کا وقت ہوگا، اس واقعہ سے بنی اسرائیل کے اہل علم بخوبی آشنا تھے۔ ﴿ایضاً﴾

جس کا صدیوں سے تھا چشم آسماں کو انتظار
آمنہ کے گھر میں وہ پیدا ہوا دریتیم

وہ نہ ہوتے تو کہاں ہوتے خلیل و نوح بھی
وہ نہ آتے تو کہاں آتے کلیمِ ذی وقار

حضرت یعقوب علیہ السلام اور ختم نبوت:

○...... حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام صبر و رضا کے انتہائی مقام پر فائز ہیں، اسکے علم و حکمت کا قرآن پاک بھی اعلان

فرماتا ہے، امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت نقل فرمائی ہے:

''اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ میں تیری اولاد میں انبیاء کرام اور سلاطین عظام بھیجتا رہوں گا، پھر وہ زمانہ آئے گا جب حرم محترم کا نبی محترم مبعوث ہوگا جس کی امت بیت المقدس کی تعمیر بلند کرے گی، وہ سب انبیاء کرام کا خاتم ہے اور اس کا نام مبارک احمد ہے''۔ ﴿خصائص کبریٰ: ۱/ ۲۵﴾

کس کی حسرت موجزن ہے دیدۂ یعقوب میں
کس کی الفت نغمہ زن ہے گوشہ ایوب میں
وہ رسول اعظم و آخر کی ذات پاک ہے
سرورِ دیں، محورِ ہستی، شہِ لولاک ہے

⑤......حضرت زکریا علیہ السلام اور ختم نبوت:

○......حضرت سیدنا زکریا علیہ السلام زھد واستغنا کے مرتبہ عروج پر قائم ہیں، آپ نے ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ سونے کا ایک مینار ہے جو ہاتھ کی ہتھیلی کے اوپر ہے، ہتھیلی کے اوپر سات چراغ ہیں اور ہر چراغ کے سات منہ ہیں، ہتھیلی کے دائیں بائیں دو درخت ہیں، آپ نے یہ خواب ایک فرشتے کو سنایا تو اس نے بتایا، یہ اللہ تعالیٰ کا زربال یعنی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمانِ عالیشان ہے یعنی جب بھی وہ میری بارگاہ میں دعا کرتے ہیں، میں اسے شرف قبول عطا کرتا ہوں اور روئے زمین پر تمام جھوٹے نبیوں اور پلید روحوں کو ختم کردوں گا۔ ﴿حجۃ اللہ علی العالمین: ۱۰۳﴾

⑥......حضرت سلیمان علیہ السلام اور ختم نبوت:

○......حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ہفت اقلیم کی عظیم مملکت سے سرفراز فرمایا، ان کے لیے ہوائیں اور فضائیں مسخر کیں، جن وانس کو خادمِ بارگاہ بنایا اور درندوں، چرندوں، پرندوں تک کے دلوں پر ان کی ہیبت وجلال کے نقش ثبت کیے لیکن ختمِ نبوت کی عظمت کو سلام کیجیے، ایسے شان والے پیغمبر اور مرتبے والے حکمران کی مہر حکومت پر بھی ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' رقم تھا۔ ﴿خصائص کبریٰ: ۱/ ۲۰﴾ یعنی جہاں اللہ کی کبریائی ہے، وہاں مصطفےٰ کی مصطفائی ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام کی کتاب ''غزل الغزلات'' میں تاجدار ختم نبوت کی مدحت سرائی کا انداز دیکھیے:

''میرا محبوب سرخ وسفید ہے، وہ دس ہزار میں ممتاز ہے، اس کا سر خالص سونا ہے، اس کی زلفیں پیچ در پیچ اور کوے (کی رنگ کی) سی کالی ہیں، اس کی آنکھیں کبوتروں کی مانند ہیں، جو دودھ میں نہا کر لب دریا تمکنت سے بیٹھے ہیں، اس کے رخسار پھولوں کے چمن اور بلسان کی ابھری ہوئی کیاریاں ہیں، اس کے

ہونٹ سوسن ہیں جن سے رقیق مر ٹپکتا ہے، اسکے ہاتھ زبر حد سے مرصع سونے کے حلقے ہیں، اس کا منہ از بس شیریں ہے"۔ ﴿غزل الغزلات:۵﴾

ذرے ہیں تیری راہ وفا کے مہ و نجوم — سورج ہے تیرا نقش کف پا کہیں جسے
تیری نظر ہے سرمۂ مازاغ کی امین — تیرا دہن ہے غنچہ اوحی کہیں جسے
بادل ٹھٹک گئے تیری زلفوں کو دیکھ کر — چہرہ ترا ہے نور کا ہالہ کہیں جسے

○......ایک دفعہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے لشکر کے ساتھ اصطخر سے یمن جا رہے تھے، یہ لشکر ہوا میں اڑتا جا رہا تھا کہ مدینہ پاک کی سرزمین کے نزدیک ہو کر گزرا تو فرمانے لگے"ان ھذہ دار الھجرة نبی آخر الزمان طوبیٰ لمن امن بہ واتبعہ "یہ آخر الزمان نبی کی ہجرت گاہ ہے، وہ بڑا خوش نصیب ہوگا، جو آپ پر ایمان لائے گا اور آپ کی اتباع کرے گا...... پھر آپ مکہ شریف تشریف لائے اور فرمایا یہ وہ مقام ہے جہاں نبی عربی ﷺ پیدا ہوں گے، اللہ کی نصرت و تائید انہیں حاصل ہوگی، اس کا حکم اور تازیانہ مخالفین پر نافذ ہوگا، اس کی ہیبت و شوکت سے ایک ماہ کی راہ تک دور رہیں گے، دور و نزدیک کے لوگ سب اس کے حکم حق پر ایمان لائیں گے، وہ کتنے خوش نصیب ہوں گے جو اس کی بعثت کے وقت موجود ہوں گے، لوگوں نے پوچھا اے اللہ کے نبی، آپ اور نبی آخر الزمان کے درمیان کتنا عرصہ ہے، آپ نے فرمایا" تقریباً ایک ہزار سال" یہ بشارت دینے کے بعد آپ وہاں سے روانہ ہوئے اور وادی نمل سے گزرے۔ ﴿معارج النبوة:۲/۳۷﴾

⑦......حضرت دانیال علیہ السلام اور ختم نبوت:

○...... بخت نصر ایک جابر و قاہر بادشاہ تھا، اس نے یروشلم پر حملہ کیا اور بنی اسرائیل پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی، باقی ماندہ قوم کو غلام بنا کر اپنی ریاست میں لے گیا، وہاں ان کی امداد و ہدایت کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا دانیال علیہ السلام کو مبعوث فرمایا، حضرت علامہ عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ السامی رقم طراز ہیں:

"کعب احبار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بخت نصر نے بنی اسرائیل کے قتل و غارت کے بعد ایک نہایت ڈراونا خواب دیکھا لیکن اسے بھول گیا، کاہنوں اور ساحروں کو بلا کر خواب اور تعبیر خواب دریافت کی، انہوں نے کہا، تم اپنی خواب بتاؤ تا کہ اس کی تعبیر کریں، وہ غصہ میں آ کر کہنے لگا، میں نے تمہیں مدت مدید تک اس لئے تربیت دی ہے کہ خواب اور اس کی تعبیر سے عاجز رہو، میں تمہیں تین دن کی مہلت دیتا ہوں تا کہ تم میرے خواب کی تعبیر بیان کر سکو

ورنہ تمہیں قتل کردوں گا، کاہنوں اور ساحروں کے قتل کی خبر مشہور ہوگئی، ان دنوں حضرت دانیال علیہ السلام بخت نصر کی قید میں تھے، انہوں نے ایک کہنے والے سے کہا کہ کیا تو مجھے بادشاہ کے سامنے لے جاسکتا ہے، میں اس کی خواب اور تعبیر جانتا ہوں، کہنے والے نے بخت نصر کو بتایا، اس نے حضرت دانیال علیہ السلام کو اپنے ہاں بلایا، لیکن حضرت دانیال علیہ السلام نے اسے سجدہ نہ کیا، بخت نصر نے تمام آدمیوں کو دربار سے نکال کر آپ سے پوچھا: تو نے مجھے سجدہ کیوں نہیں کیا، آپ نے فرمایا میرا ایک خدا ہے جس نے مجھے اس شرط پر علم رویا عطا کیا ہے کہ غیر خدا کو سجدہ نہ کروں، مجھے ڈر تھا کہ سجدہ کرنے کی صورت میں میرا علم سلب نہ کرلیا جائے اور میں تمہارے خواب کی تعبیر سے عہد برآنہ ہوسکوں اور تم مجھے قتل کردو، میں نے یہی خیال کیا کہ میرا ترک سجدہ تمہارے ان رنج والم کو جن میں تم مبتلا ہو، سہل ہوگا، لہذا میں نے اپنی اور تمہاری خاطر سجدہ ترک کردیا، بخت نصر نے کہا، اب میرا تم سے زیادہ کوئی معتمد نہیں، میرے نزدیک سب سے اچھا انسان وہی ہے جس نے خدا کے ساتھ ایفاء عہد کیا ہے" کیا تم میرے خواب کی تعبیر جانتے ہو؟ آپ نے فرمایا "ہاں" "تم نے ایک بہت بڑا بت دیکھا ہے جس کی آنکھ سونے کی، کمر چاندی کی چوتڑ تانبے کے، پنڈلیاں لوہے کی اور دونوں سیرین کے درمیان پیٹھ کی ہڈی مٹی کی بنی ہوئی تھی، جب تم نے اسے غور سے دیکھا تو ان کی ساخت کی خوبی نے تمہیں حیران کردیا، اچانک آسمان سے ایک پتھر گرا جو اس کے سر کے درمیانی حصے پر لگا، اس کی ضرب شدید سے وہ پس کر آٹا ہوگیا، سونا، چاندی، تانبا، لوہا اور مٹی اس طرح باہم پیوست ہوگئے کہ ایک اندازے کے مطابق انہیں تمام جن وانسان مل کر علیحدہ نہیں کرسکتے اور اگر ہوا چلتی تو وہ بکھر کر رہ جاتے، پھر تم نے دیکھا کہ وہ پتھر اوپر اٹھنا شروع ہوگیا اور اتنا بڑا ہوگیا کہ اس نے تمام زمین کو اپنی گرفت میں لے لیا، تمہیں زمین آسمان اور اس پتھر کے سوا کوئی اور چیز نظر نہیں آتی تھی، بخت نصر نے کہا، بالکل درست ہے، اب اس کی تعبیر بتاؤ، آپ نے فرمایا، "وہ بت مختلف اقوام کا تھا، سونا وہ قوم ہے جسے تم جانتے ہو، اور چاندی وہ قوم ہے جس کا بادشاہ تمہارا بیٹا ہوگا، تانبے کا طلاق اہل روم پر ہوتا ہے، لوہے سے مراد اہل فارس ہیں اور مٹی سے مراد وہ عورتیں ہیں جو روم وفارس کی ملکہ بنیں گی اور وہ پتھر جس نے سب کو پاش پاش کردیا اس سے مراد وہ دین ہے جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا اور رب العزت عرب سے ایک پیغمبر مبعوث فرمائے گا جو تمام ادیان کو منسوخ کردے گا اور تمام زمین پر قبضہ کرے گا"۔ ﴿شواهد النبوة: ۴۲﴾

⑧...... حضرت شعیا علیہ السلام اور ختم نبوت:

○...... حضرت امام محدث ابن جوزی قدس سرہ القوی حضرت وہب بن منبہ سے ایک روایت درج فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت شعیا علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ بیشک میں ایک نبی امی کو مبعوث کروں گا جس کے صدقے بہرے کان کھول دوں گا، غلاف والے دل اور نابینا آنکھیں روشن کر دوں گا، اسکی جائے ولادت مکہ اور جائے ہجرت مدینہ ہوگی، میں اس کو خلق عظیم عطا کروں گا، سکون قلب اور وقار اس کا لباس بناؤں گا، نیکی اس کا شعار ہوگی، تقویٰ اس کا خمیر ہوگا، اس کی بات حکمت ہوگی اور طبیعت صدق وصفا ہوگی، عفو ومغفرت اسکی عادت ہوگی اور عدل اس کی سیرت ہوگی، اظہار حق کو اس کی شریعت، ہدایت کو اس کا امام اور اسلام کو اس کی ملت قرار دوں گا، اس کا نام گرامی احمد ہے، مخلوق کو اس کے سبب گمراہی کے بعد ہدایت، جہالت کے بعد علم، گمنامی کے بعد رفعت عطا کروں گا، اسکی برکت سے قلت کے بعد کثرت، فقر کے بعد دولت، تفرقہ کے بعد الفت ودیعت کروں گا، اسکے ذریعے مختلف قبیلوں، متفرق خواہشوں اور جدا جدا قوموں کے دلوں میں محبت پیدا کروں گا، اس کی امت کو امتوں کا سردار بناؤں گا‘‘۔ ﴿کتاب الوفا:۱/۶۰، شواھد النبوۃ:۱۳﴾

⑨...... حضرت شعیب علیہ السلام اور ختم نبوت:

○...... حضرت سیدنا شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم میں اعلان فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ نے مجھے دو سوار دکھائے ہیں، ایک دراز گوش پر سوار اور ایک اونٹ پر سوار تھا، دراز گوش پر سوار مہر وماہ کی طرح حسین تھا اور شتر سوار کا حسن مہر وماہ کو بھی شرمارہا تھا، پہلے عیسیٰ علیہ السلام تھے اور دوسرے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے‘‘۔ ﴿معارج النبوۃ:۲/۳۸﴾

⑩...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ختم نبوت:

○...... انجیل میں حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے یہ الفاظ ہیں:

’’میں اپنے رب اور تمہارے رب کی طرف جارہا ہوں، میں فارقلیط کے رب کی طرف جارہا ہوں، وہ فارقلیط جو میری شہادت دے گا جس طرح میں اس کی حقانیت کی گواہی دے رہا ہوں، وہ تمہارے لیے تمام چیزوں کی وضاحت کرے گا، فارقلیط سے مراد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اس کے معنی احمد کے معنی سے بڑے قریب ہیں‘‘۔ ﴿معارج النبوۃ:۲/۳۸﴾

○...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

’’اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ وہ اسکے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور اپنی امت کو بھی

ہدایت کریں کہ وہ بھی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے، اگر وہ نہ ہوتے تو آدم علیہ السلام کو بھی پیدا نہ کرتا، جنت اور دوزخ کو بھی پیدا نہ کرتا، جب میں نے عرش کو پانی پر نصب کیا تو وہ کانپنے لگا اور چکر کھانے لگا، میں نے "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" لکھا تو اسکی برکات سے ساکن ہو گیا"۔ ﴿شواھد الحق:۱۳۹، خصائص کبریٰ:۱/۱۹﴾

○......فرمایا: اے عیسیٰ! میرے فرمان کو سن اور اس کی اطاعت کر، اے پاک باکرہ بتول کے فرزند بیشک میں نے تجھے بغیر باپ کے پیدا کیا اور تمام جہانوں کے لیے نشانی بنایا، میری عبادت کر اور مجھ پر ہی توکل کر اور کتاب کو مضبوطی سے پکڑ اور اہل سوریا کو تفصیل سے بتا اور اپنے معاصر میں تبلیغ کر کہ بلا شبہ میں اللہ ہوں، پیدا کرنے والا، ہمیشہ رہنے والا، لازوال ہوں اور ان کو یہ خبر دے کہ وہ نبی امی ﷺ کی تصدیق کریں جن کو میں آخری زمانے میں مبعوث کروں گا۔ ﴿دلائل النبوۃ از بیہقی:۱/۳۸۰﴾

تِلْکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ

حضرات محترم! ہمارے نبی مکرم، رسول معظم، نور مجسم، تاجدار حرم ﷺ کے بارے میں سینکڑوں بشارات موجود ہیں، کائنات کے گوشے گوشے میں اس حاصل کائنات کی داستان پھیلی ہوئی تھی، ہر زبان پر یہی ترانہ تھا کہ حضور آرہے ہیں، حضور آنے والے ہیں، اے چشم فلک انہیں ضرور آنا ہے، گویا ہر طرف ایک محفل جگمگا رہی تھی ؂

نہ دانم آں گلِ رعنا چہ رنگ بو   کہ مرغ ہر چمنے گفتگوئے او دارد

○......مولانا ابراہیم سیالکوٹی نے کیا خوب لکھا ہے:

"کتب سابقہ میں آپ کا مولد، آپ کا وطن و مسکن، آپ کا مہجر، آپ کے جنگی و اسلامی کارنامے، آپ کے معجزات و برکات، آپ کے صحابہ کی نمایاں علامات و نشانات غرض سب کچھ نہایت وضاحت سے مکتوب و مذکور ہے اور باوجود عہد بعید کی تحریفات لفظیہ و معنویہ کے ان جواہر ریزوں پر پردہ نہ پڑ سکا، آپ کے معجزات ظہور قدسی کے نور نے ان تحریفات کی ظلمتوں کو دور کر دیا، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا کی وحی سے بنی اسرائیل کو آپ کی بشارت سنائی، یہودی برابر آپ کے منتظر رہے، چنانچہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے ظہور پر یہودی آپ سے پوچھتے ہیں کیا تو ایلیاہ ہے، حضرت یحییٰ علیہ السلام جواب دیتے ہیں کہ نہیں، وہ پوچھتے ہیں کیا تو مسیح ہے، آپ فرماتے ہیں کہ نہیں، پھر وہ پوچھتے ہیں کیا تو وہ نبی ہے، آپ کہتے ہیں نہیں۔ ﴿انجیل یوحنا باب:۱﴾ وہ نبی سے یہود کی مراد وہی نبی موعود نبی

آخر الزمان تھا جسکی بشارت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو سنائی تھی۔ ﴿استثنا باب ۱۸ درس ۱۸﴾ جب آپ طائف کے تبلیغی سفر سے واپس پھرے تو راستے میں جنات کا ایک ٹولہ آپ کی قرأت سن کر مسلمان ہو گیا، انہوں نے اپنی قوم کے پاس جا کر کہا: "سمعنا کتاباً من بعد موسیٰ"۔ ﴿الاحقاف پ ۲۶﴾ یعنی ہم نے کتاب سنی جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد اتاری گئی ہے، انہوں نے من بعد موسیٰ اس لیے کہا کہ وہ امتِ موسویہ میں سے تھے، حاصل کلام یہ کہ ظہور قدسی سے پہلے یہود و نصاریٰ ہر دو قومیں آپ ﷺ کے ظہور کی منتظر تھیں"۔ ﴿سیرت المصطفیٰ: ۱/۱۳۹﴾

دمِ عیسیٰ ہے ترا، غلبہ موسیٰ تیرا
دلِ یحییٰ کی طلب جلوۂ زیبا تیرا

وقتِ ایثار تری راہ تکے چشمِ ذبیح
اور سمایا ہے سرِ نوح میں سودا تیرا

تیرے عرفان میں کیا نغمۂ داود رچا
ہے سلیماں کا علو نقشِ کفِ پا تیرا

قمریِ شوقِ نظر کرتی رہی تیرا طواف
نادرِ دہر ہوا سرو سراپا تیرا

☆☆☆

شوال کے چھ روزے

⚙......حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس آدمی نے رمضان المبارک کے روزے رکھے، پھر ان کے بعد شوال المکرم کے چھ روزے رکھے تو وہ ایسے ہے جیسے اس نے دہر کا روزہ رکھا۔ ﴿صحیح مسلم: ۱/۵۹۲﴾

⚙......ایک روایت میں ہے جیسے اس نے پورے سال کا روزہ رکھا، جو ایک نیکی لائے گا اسے دس نیکیاں ملیں گی، ایک ماہ کا روزہ دس مہینوں کے برابر ہے اور ان چھ دنوں کے بدلے میں دو مہینے تو پورے سال کے روزے ہو گئے۔ ﴿سنن نسائی: ۲/۱۶۳﴾

⚙......ایک روایت میں ہے کہ وہ شخص گناہوں سے ایسے نکل گیا جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ ﴿معجم طبرانی اوسط: ۶/۲۳۴﴾

تاجدار ختم نبوت کے انتظار کے واقعات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتخاب: پروفیسر محبوب عارف (چونڈہ)

حضور تاجدار ختم نبوت، شہر یار ملک رسالت، محمد مصطفے ﷺ کی اس کائنات رنگ و بو میں آمد آمد کا صدیوں سے شدید انتظار کیا جارہا تھا، انبیاء علیہم السلام کی زبان پر بھی انہی کے ترانے تھے اور الوہی کتابیں بھی انہی کی داستان سنارہی تھیں، بالخصوص یہود و نصاریٰ کے درمیان ان کا کثرت سے ذکر مبارک ہوتا رہتا تھا، آپ ﷺ کے انتظار کے چند ایمان افروز واقعات قارئین کرام کے ذوق مطالعہ کے لیے پیش کیے جاتے ہیں، جو سیرت النبی ﷺ کی معروف کتاب ''حضور پیغمبر نور ﷺ'' سے اخذ کیے گئے ہیں:

بادشاہِ یمن کا عریضہ:

اکابر محدثین رحمہم اللہ نے اپنی اپنی مستند کتابوں میں درج کیا ہے کہ تبع نامی یمن کے بادشاہ کا مدینہ منورہ کی سر زمین پر گزر ہوا تو اس کے ہمراہ تورات کے چار سو جید علما بھی تھے، سب علما نے بادشاہ سے یہ عرض کیا کہ ہم کو اس سر زمین پر ٹھہر جانے کی اجازت دیجیے، ان کے عرض کرنے پر بادشاہ نے اس کا سبب پوچھا تو علما نے یہ کہا کہ ہم انبیا سابقہ کے صحائف میں یہ لکھا ہوا دیکھتے ہیں کہ آخر زمانہ میں ایک نبی تشریف لائیں گے، ان کا مبارک اسم شریف محمد ہوگا اور یہ سرزمین (مدینہ منورہ) ان کی دارالہجرت ہوگی، اس پر بادشاہ نے ان سب علما کو وہاں پر قیام پذیر ہونے کی اجازت دے دی اور ہر عالم کے لیے علیحدہ علیحدہ مکان تعمیر کرایا اور سب کے نکاح کرا دیئے اور ہر ایک کو کثیر تعداد میں مال دیا اور ایک مکان خاص نبی آخر الزمان محمد مصطفیٰ ﷺ کے لیے تیار کرایا کہ جب نبی آخر الزمان ﷺ ہجرت فرما کر آئیں تو اس مکان میں قیام فرمائیں اور آپ کے نام ایک خط لکھا جس میں اپنے اسلام لانے اور دیدار کے اشتیاق کا اظہار کیا، خط کا مضمون یہ تھا:

شھدت علی احمد انہ رسول من اللہ باری النسم

میں گواہی دیتا ہوں کہ احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

فلو مد عمری الی عمرہ لکنت وزیرا لہ و ابن عم

اگر میری عمر اُن کی عمر تک پہنچی تو میں ضرور ان کا معین اور مددگار رہوں گا۔

وجاهدت بالسیف اعداءٗ　　　وفرجت عن صدره کل غم

اور ان کے دشمنوں سے تلوار کے ساتھ جہاد کروں گا اور ان کے دل سے ہر غم کو دور کردوں گا۔

تبع نے اس خط پر اپنی مہر بھی لگادی اور خط کو ایک عالم کے حوالے کر دیا اور کہا کہ اس کو بہت سنبھال کر رکھنا، اگر تم نبی آخر الزمان ﷺ کا زمانہ پاؤ تو ان کی خدمت اقدس میں میرا یہ عریضہ پیش کر دینا، وگرنہ اپنی اولاد کو یہ خط سپرد کر دینا اور ان کو وصیت کرنا کہ اس کو سنبھال کر رکھے اور نبی آخر الزمان ﷺ کی خدمت بابرکت میں پیش کردے، سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اسی عالم کی اولاد میں سے تھے، جس کو تبع نے عریضہ دیا تھا اور وصیت کی تھی اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مکان جہاں سرور کائنات، فخر موجودات، محمد مصطفیٰ ﷺ کی اونٹنی ہجرت کے موقعہ پر رک گئی تھی اور آپ کی قیام گاہ کو رب العالمین نے معین فرمایا تھا، یہ وہی مکان تھا جو تبع نامی بادشاہ نے خصوصاً آپ کے لیے تعمیر کرایا تھا، بقیہ انصار مدینہ منورہ ان ہی چار سو علما کی اولاد سے ہیں، شیخ زین الدین مراغی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: اگر یہ کہہ دیا جائے کہ رسول مقبول ﷺ مدینہ منورہ میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان پر نہیں بلکہ اپنے مکان پر جلوہ افروز ہوئے تھے، تو بیجا نہ ہوگا، اس لیے کہ یہ مکان درحقیقت آپ ہی کے لیے تیار کیا گیا تھا، سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا قیام تو اس مکان میں محض آپ کی تشریف آوری کے انتظار کے لیے تھا، آپ کی تشریف آوری پر سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے تبع بادشاہ کا وہ عریضہ بارگاہ نبوی میں پیش کر دیا۔ ﴿زرقانی شریف: ۱/ ۳۵، وفاء الوفاء ص: ۱/ ۱۳۳، روض الانف ص: ۱/ ۲۴﴾

یہودی کیوں مسلمان ہو گئے؟

حضرت مطرف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت میں تستر فتح ہوا تو مال غنیمت میں ایک صندوق بھی دستیاب ہوا، اس میں ایک کتاب تھی، اس کے ہمراہ ایک عیسائی جس کا نام نعیم تھا، کہنے لگا کہ یہ کتاب میرے ہاتھ فروخت کردو، ہم نے کہا کہ یہ کوئی صحیفہ آسمانی ہے؟ تو اس نے کہا کیوں نہیں، میں نے کتاب بیچنے سے ذرا کراہت محسوس کی اور صندوق سمیت وہ کتاب اس کو دے دی، کچھ عرصہ بعد جب میں بیت المقدس گیا تو وہاں ایک سوار دیکھا جس کی شکل نعیم سے ملتی جلتی تھی، میں نے اس کو بلایا اور پوچھا کہ تو نعیم ہے تو اس نے کہا ہاں، میں نے اس سے پوچھا کہ تم ابھی تک نصرانی ہی ہو تو اس نے کہا کہ میں تو حلیف ہو چکا ہوں، میں اس

کے ساتھ کعب الاحبار کی موافقت میں بیت المقدس چلا گیا، جب یہودیوں کے سرداروں نے یغم اور کعب کے آنے کی خبر سنی تو وہ ان کے پاس آئے، کعب نے وہ کتاب ان کو دی تا کہ وہ یہودی اس کو پڑھیں، ایک قاری پڑھتا رہا، جب آخری سطروں پر پہنچا تو وہ یہودی غصہ میں آگئے اور کتاب کو زمین پر پھینک دیا، اس پر یغم کو بھی غصہ آگیا اور کتاب اٹھا کر کہنے لگے کہ یہ کتاب قدیم ہے، جب تک تم اسے نہ پڑھو گے ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے، چنانچہ جب انہوں نے آخری سطریں پڑھیں تو ان پر یہ مضمون تھا" ومن يبتغ غير الاسلام دينا فلن يقبل منه و هو فى الاخرة من الخاسرين "جو اسلام کے سوا کسی اور دین کی تلاش کرے گا، اس کی کوئی چیز قبول نہیں ہوگی اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا، اسی روز احبار یہود میں سے بیالیس آدمی مسلمان ہوئے اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو بہت سے تحائف اور عطیات دیئے۔ ﴿شواہد النبوۃ: ص ۱۳-۱۴﴾

عبدالمطلب کی نسل سے نبی:

خارجہ بن عبداللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ ہماری قوم کے چند بزرگوں نے بیان کیا کہ ہم مکہ مکرمہ میں بغرض عمرہ جا رہے تھے، ایک یہودی تجارت کے بہانے ہمارے ساتھ ہو لیا، جب ہم مکہ پہنچے تو اس یہودی نے حضرت عبدالمطلب کو دیکھ کر کہا کہ "ما در کتب خود کہ تغیر و تبدل را بداں را نیست یافتہ ایم کہ از نسل ایں مرد پیغمبرے بیروں آید" ہم نے اپنی کتابوں میں جن میں تغیر و تبدل کا شائبہ تک نہیں یہ چیز دیکھی ہے کہ اس شخص کی نسل سے ایک پیغمبر ﷺ پیدا ہوگا، پھر وہ خود اور اس کی قوم ہمیں قوم عاد کی طرح قتل کرے گی۔ ﴿شواہد النبوۃ فارسی: ۱۷، ۱۸﴾

طلب دین کے لیے سفر:

حضرت ورقہ بن نوفل اور زید بن عمرو رضی اللہ عنہما نے دین کی طلب کے لیے سفر کیا، یہاں تک کہ وہ موصل کے ایک راہب کے پاس پہنچے، راہب نے حضرت زید کو مخاطب کر کے کہا: تم کہاں سے آئے ہو؟ زید نے جواب دیتے ہوئے کہا: بیت ابراہیم یعنی مکہ مکرمہ سے، راہب نے کہا: یہاں کیسے آئے ہو؟ زید نے جواب دیا، دین حق کی تلاش میں، اس پر راہب کہنے لگا" ارجع فانه يوشك ان يظهر الذى تطلب فى اوضك "واپس چلے جاؤ جس کی تم کو تلاش ہے اس کے ظہور کا وقت قریب آگیا ہے اور اس کی بعثت تمہاری سرزمین میں ہوگی۔ ﴿شواہد النبوۃ: ۳۷، خصائص الکبریٰ: ۶۰، ۶۱﴾

ہارون علیہ السلام کی اولاد مدینہ منورہ میں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بنی اسرائیل بخت نصر کے قہر وغضب سے ڈر کر منتشر ہو گئے تو حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے ایک ایسی جماعت تھی کہ "در کتابہائے خود نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم خواندہ بودند" جنہوں نے ہمارے آقا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت وتوصیف اپنی کتابوں میں پڑھی تھی، ان کو معلوم ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور عرب کے اس گاؤں میں ہوگا جہاں کھجوروں کے درخت کثرت سے ہوں گے، انہوں نے شام کے علاقہ کو خیر آباد کہا اور شام اور یمن کے درمیان جتنے قصبے واقع تھے ان کو دیکھتے جاتے، لیکن ان کو کھجوروں کے درخت یثرب کے سوا کسی جگہ بھی نظر نہ آئے، پس وہ وہاں پر ہی اقامت گزین ہو گئے، اس امید پر کہ نبی آخر الزمان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوں اور ان کی اتباع کریں لیکن انہیں اس یقین اور ایمان کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے ہی موت آگئی، انہوں نے اپنی اولاد کو وصیت کر دی کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور آپ کی متابعت کریں لیکن بدقسمتی سے ان کے بعض فرزند حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پانے اور ان کو پہچاننے کے باوجود بھی ایمان نہ لائے۔ ﴿شواہد النبوۃ: ۱۵، خصائص الکبریٰ: ۱/۶۳﴾

اپنے بچوں کو شان محمدی بتانا:

ابن ابو نملۃ نے روایت کی ہے "یدرسون ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی کتبھم و یعلمون الولدان بصفتہ واسمہ و مہاجرہ المدینۃ فلما ظھر حسدوا و بغوا و انکروا" بنو قریظہ کے یہودی علما نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کا جو ان کی کتابوں میں ہے، درس دیا کرتے تھے اور اپنے بچوں کو آپ کی صفات، اسم مبارک اور مدینہ منورہ میں ہجرت کے متعلق بتاتے تھے مگر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے تو انہوں نے حسد کی وجہ سے انکار کر دیا۔ ﴿کتاب الوفا: ۱/۴۲، طبقات ابن سعد: ۱/۱۰۴، خصائص الکبریٰ: ۱/۶۵﴾

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت گاہ:

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ بنی عبد الاشہل میں ایک یوشع نامی یہودی تھا، میں نے بچپن میں اس کی زبان سے بیت اللہ شریف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سنا کہ یہاں سے ایک نبی عنقریب مبعوث ہوگا جو اس نبی کو دیکھے گا اس کی تصدیق کرے گا، جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہوئے تو ہم سب مسلمان ہو گئے لیکن وہ

یوشع حسد اور نافرمانی کی وجہ سے مسلمان نہ ہوا۔﴿خصائص الکبریٰ:۱/۲۶، کتاب الوفا باحوال المصطفےٰ:۱/۴۳﴾

یہودیوں کا ذکرِ رسول کرنا:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو مالک بن سنان رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ انہوں نے کہا، میں قبیلہ بنو قریظہ کے یہود کے پاس آیا" فاخذوا جمیعاً فتذاکرو النبی صلی اللہ علیہ وسلم "تو وہ سب یہود نبی پاک ﷺ کا ذکر خیر کر رہے تھے، ﴿کتاب الوفا:۱/۴۲، خصائص الکبریٰ:۱/۶۵﴾ بنو خزرج کے علاقوں میں یہودی آباد تھے، اور وہ یہودی عالم تھے، بنو خزرج بت پرست تھے، اور یہودیوں نے ان کے علاقوں پر قبضہ کر رکھا تھا، جب کبھی ان کے درمیان جھگڑا ہوتا تو یہودی ان سے کہتے تھے کہ بہت جلد ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے، اس کا زمانہ بالکل قریب ہے۔ ہم اس کے ساتھ ہو کر تمہارا قلع قمع کر دیں گے، جیسا کہ عاد اور ارم ملیا میٹ ہوئے ہیں، جب رسول کریم ﷺ نے بنو خزرج کو دعوت اسلام دی تو ان میں سے ایک نے دوسرے کو کہا، جانتے ہو بخدا ضرور یہ ہی وہ نبی ہیں جن کے مبعوث ہونے سے یہودی ہم کو ڈراتے تھے، اب یہ نہ ہو کہ وہ تم سے پہلے ان کے پاس پہنچ جائیں اور ان کی دعوت قبول کر کے ان کی تصدیق کریں، اور اسلام لے آئیں، تو انہوں نے بارگاہ نبوی میں عرض کیا کہ ہم اپنی قوم اور مذہب کو چھوڑتے ہیں اور آپ کے دست حق پرست پر آپ کا دین اسلام قبول کرتے ہیں۔ ﴿تاریخ طبری:۱/۱۴۴﴾

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ ایک روایت تحریر فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی زمین مدینہ منورہ سے باہر تھی، آپ اکثر اس کی دیکھ بھال کیلئے جاتے تھے، وہاں سے قریب ہی یہودیوں کا ایک مدرسہ تھا، آپ جب بھی اپنی زمین میں جاتے تو ضرور اس مدرسہ میں جاتے اور وہاں کے وعظ و نصیحت سنتے، اتفاقاً ایک دن مدرسہ میں اس وقت پہنچے جب وہاں یہودیوں کے سارے علماء جمع تھے، سب نے کہا مرحبا! ہم آپ سے بہت محبت کرتے تھے اور غالباً آپ بھی ہم سے محبت رکھتے ہیں، کیونکہ آپ کے سوا اور کوئی صحابی ہمارے مدرسہ میں نہیں آتا، آپ نے فرمایا اے یہودیو! میں اس لئے نہیں آتا کہ مجھے تم سے کوئی محبت ہے یا اپنے دین میں کوئی شک ہے یا تمہارے مذہب کی طرف کچھ میلان ہے، میں تو صرف اس لئے آتا ہوں کہ تمہاری کتابوں سے اپنے قرآن پاک کی حقانیت اور اپنے پیارے محبوب ﷺ کے فضائل معلوم کر کے اپنا ایمان مزید قوی کروں، الحمد للہ اتنے روز کی آمدورفت میں اپنے دین پر میرا یقین اور بڑھ گیا اور تمہاری بدنصیبی اور بدبختی پر افسوس کرتا ہوں کہ تم تورات میں اس نبی ﷺ کے ایسے فضائل دیکھ کر بھی اس پر ایمان نہیں لاتے۔ ﴿تفسیر کبیر، کتاب الوفا:۱/۵۱﴾

ابو عامر راہب اور شان مصطفےٰ ﷺ:

عمارہ بن خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اوس اور خزرج قبائل میں سب سے زیادہ نبی کریم ﷺ کی صفات بیان کرنے والا ابو عامر راہب تھا، یہ یہودیوں سے نبی کریم ﷺ کی عقیدت اور محبت کا اظہار کرتا تھا اور ان کو ان کے دین کے متعلق بتاتا تھا، نیز اس نے یہ بتایا کہ مدینہ منورہ انکی ہجرت گاہ ہے، پھر وہ تما کے یہودیوں کے پاس گیا اور ان کو بھی یہی باتیں بتائیں، پھر وہ ملک شام میں گیا اور ان کو بھی یہی بتایا، ابو عامر جب واپس آیا تو اس نے کہا: ''انا دین علیٰ دین الحنیفة ''میں سیدھے دین پر ہوں، وہ راہب بن کر ہی زندگی گزارتا رہا، اور کھدر کے کپڑے پہنتا تھا ''انه ینتظر خروج النبی ''وہ نبی کریم ﷺ کے ظہور کا انتظار کررہا تھا۔ ﴿کتاب الوفا:۱/۴۳، خصائص الکبریٰ:۱/۶۸﴾

یہودی ہمسائے کی گواہی:

سلمہ بن سلامہ بن وقش بیان کرتے ہیں کہ بنی عبد الاشہل یہودیوں کے قبیلہ میں سے ایک یہودی ہمارا ہمسایہ تھا، وہ ایک دن حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل ہمارے پاس آیا، میں ان دنوں جوان تھا، اس یہودی نے قیامت، حساب، میزان، جنت اور دوزخ کا ذکر کیا، نیز کہا کہ مشرکوں اور بت پرستوں کو معلوم نہیں کہ ایک دن مرنے کے بعد زندہ ہونا ہے اور بارگاہ الٰہ میں پیش ہونا ہے، مشرکین نے اس سے پوچھا کہ کیا تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد لوگوں کو زندہ کیا جائے گا اور ان کو اپنے اعمال کی وجہ سے جنت اور دوزخ کے مقام میں بھیجا جائے گا تو اس یہودی نے کہا ہاں، یہ سب کچھ ہوگا، تو مشرکین نے پوچھا یہ سب کچھ کب ہوگا (قال نبی یبعث من نحو هذا البلاد و اشار بیده نحو مکة والیمن) تو یہودی نے مکہ مکرمہ اور یمن کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ جب ایک نبی پاک ﷺ ان شہروں میں مبعوث ہوں گے، اس پر مشرکین نے پوچھا کہ اس نبی پاک ﷺ کو ہم کب دیکھیں گے تو اس نے میری (سلمہ بن سلامہ کی) طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ جب یہ لڑکا بڑھاپے کو پہنچ جائے گا، سلمہ بن سلامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ عرصہ گزرا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی پاک ﷺ کو مبعوث فرمایا اور وہ خبر دینے والا یہودی بھی اس وقت زندہ تھا، ہم آپ پر ایمان لے آئے مگر وہ محروم ہی رہا۔ ﴿کتاب الوفا:۱/۱۴۷، تفسیر عزیزی فارسی:۱/۳۲۹﴾

یہودی اور حلیہ مصطفےٰ ﷺ کا بیان:

علامہ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھ سے زید بن عمرو بن

نفیل کہا کرتا تھا کہ میں اولاد اسماعیل میں ایک نبی مکرم کے مبعوث ہونے کا منتظر ہوں اور وہ عبدالمطلب کی اولاد میں سے ہوگا، مجھے علم ہے کہ میں اتنی دیر تک زندہ نہ رہوں گا کہ انکو پاسکوں اور ان پر ایمان لاؤں اور ان کی نبوت کی شہادت دوں اور انکی تصدیق کر سکوں، البتہ اگر تم اس وقت تک زندہ رہو اور ان کو دیکھو تو ان کو میرا اسلام کہنا، میں ان کا حلیہ تم کو بتائے دیتا ہوں تا کہ تم کو ان کی شناخت کرنے میں کوئی دشواری نہ ہو، میں نے کہا حلیہ بتایئے تو اُس نے کہا کہ وہ نہ کوتاہ قامت ہوں گے نہ دراز قامت، نہ ان کے سر کے بال بہت گھنے ہوں گے، اور نہ جھریے، ان کی آنکھوں میں سرخی ہوگی، مہر نبوت ان کے شانوں کے درمیان میں ہوگی، نام احمد ہوگا، اسی شہر میں وہ پیدا اور مبعوث ہوں گے، پھر ان کی قوم ان کو یہاں سے نکال دے گی اور ان کی تعلیم کو پسند نہ کرے گی، پھر وہ یثرب کو ہجرت کر جائیں گے، وہاں ان کی بات بن جائے گی، دیکھو تم ان کے متعلق دھوکہ میں نہ آجانا، میں دین ابراہیم کی تلاش میں دنیا بھر میں پھرا ہوں، جس یہودی، عیسائی اور مجوسی سے میں نے دین ابراہیم کے متعلق پوچھا تو اس نے مجھ سے یہی کہا کہ وہ تو تمہارے وطن میں ہے، اور انہوں نے آنے والے نبی کی وہی صفات بیان کیں جو میں نے تم کو بتائی ہیں، وہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ اب صرف وہی نبی مبعوث ہوں گے، حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ جو کہ راوی ہیں، فرماتے ہیں کہ جب میں اسلام لایا تو زید بن عمرو کا قول رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا اور اس کا سلام عرض کیا تو نبی کریم ﷺ نے اس کا جواب دیا، اس کیلئے رحمت کی دعا فرمائی، نیز فرمایا کہ میں نے زید بن عمرو کو جنت میں خوب راحت کے ساتھ دیکھا۔ ﴿طبقات ابن سعد: ۱/ ۱۰۵، تاریخ طبری: ۱/ ۷۰، ۷۱، تاریخ کامل: ۲/ ۲۰﴾

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ:

محدث بیہقی اور ابن حجر عسقلانی اور دیگر محدثین رحمہم اللہ نے اپنی کتاب میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ درج فرمایا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں رسول اللہ ﷺ کا نام مبارک، آپ کی صفات اور آپ کا حلیہ مبارک پہلے ہی سے جانتا تھا، مگر کسی سے ظاہر نہیں کرتا تھا، جب آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے اور میں نے آپ کی خبر سنی تو میں اس وقت ایک کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا تھا، وہیں سے خوشی میں اللہ اکبر کا نعرہ لگایا، میری پھوپھی جان خالدہ بنت حارث نے کہا اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خبر سنتا تو اس سے زیادہ خوش نہ ہوتا، میں نے کہا ہاں، خدا کی قسم یہ بھی موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہیں، وہی دین دے کر بھیجے گئے ہیں جو موسیٰ علیہ السلام دے کر بھیجے گئے تھے، میری پھوپھی نے کہا، اے میرے بھتیجے! کیا یہ وہی نبی ہیں، جن کی ہم خبریں سنتے

آئے ہیں کہ وہ قیامت کے ساتھ مبعوث ہوں گے، میں نے کہا، ہاں! یہ وہی نبی ہیں، پھر میں گھر سے نکل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مشرف بہ اسلام ہو گیا، اور واپس آکر اپنے تمام اہل خانہ کو اسلام کی دعوت دی تو سب نے اسلام قبول کیا۔ ﴿فتح الباری: ۱/ ۱۹۷﴾

ایک روایت حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے اس طرح سے بھی مروی ہے جب رسول پاک ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو میں آپ کی تشریف آوری کی خبر سنتے ہی آپ کو دیکھنے کیلئے حاضر ہوا، پس میں نے آپ کے چہرۂ انور کو دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں، نبی پاک ﷺ کی زبان مبارک سے پہلا کلام جو سنا، یہ تھا:

⊙......"ایها الناس افشوا السلام اطعموا الطعام وصلوا لا رحام وصلوا باالليل والناس نيام تدخلوا الجنة بسلام" "اے لوگو! آپس میں سلام پھیلاؤ، آدمیوں کو کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو، رات میں نماز پڑھو، جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں، تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو گے۔ ﴿ترمذی، مدارج النبوۃ﴾

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب میں نے رسول کریم ﷺ کا چرچا سنا اور حضور ﷺ کی صفات و علامات اور جن جن باتوں کو ہم حضور ﷺ کیلئے توقع کر رہے تھے، سب پہچان لیں تو میں نے خاموشی کے ساتھ اسے دل میں رکھا، یہاں تک کہ حضور اقدس ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو مجھے خبر پہنچی، میں نے تکبیر کہی تو میری پھوپھی بولی اگر تم موسیٰ بن عمران علیہ السلام کا آنا سنتے تو اس سے زیادہ کیا کرتے، میں نے کہا "اے پھوپھی خدا کی قسم وہ موسیٰ بن عمران کے بھائی ہیں" جس پر موسیٰ علیہ السلام بھیجے گئے تھے اسی پر یہ بھی مبعوث ہوئے ہیں، وہ بولی یا ابن اخی أهو النبي الذي كنا نخبر به انه يبعث مع الساعة، اے میرے بھتیجے! کیا یہ وہی نبی محترم ﷺ ہیں جن کی ہم خبر دیئے جاتے تھے کہ وہ قیامت کے ساتھ مبعوث ہوں گے، میں نے کہا، ہاں! ﴿دلائل النبوۃ بیہقی﴾

ہجرتِ یہود کا سبب:

حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنو قریظہ کے ایک عمر رسیدہ شخص نے مجھ سے کہا کہ کیا تم کو ثعلبہ بن سعید، اسد بن سعید، اسد بن عبید اور بنی ہزل کی ایک جماعت کے مسلمان ہونے کے متعلق کچھ علم ہے، میں نے اس کی نفی میں جواب دیا تو اس شخص نے مجھے ان کے اسلام لانے کا سبب یہ بتایا کہ شام کے یہود میں سے ابن

الہیبان ایک شخص تھا، زمانہ اسلام سے کچھ عرصہ پہلے وہ آیا اور ہمارے پاس آکر ٹھہرا، اس کی نیکی، پرہیز گاری اور بزرگی کا یہ عالم تھا کہ ہم نے اس سے بڑھ کر کسی شخص کو پانچ نمازیں اس خضوع اور خشوع سے پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا، جب کبھی بارش کا قحط پڑتا تو ہم اس کے پاس آتے اور وہ بارش کیلئے دعا کرتا تو بارش ہو جاتی، جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے کہا: "یامعشر الیھود ماترون اخرجنی الارض الحوع والبؤس "اے گروہ یہود! کیا تم جانتے ہو کہ مجھے کون سی چیز اس بھوک اور تکلیف والی سرزمین پر لائی، ہم نے اس کو جواب دیا کہ تم بہتر جانتے ہو تو اس نے کہا: "انی قدمت ھذہ البلدۃ اتوکف خروج نبی قد اظل زمانہ فلا تسبقن الیہ یامعشر الیھود فانہ یبعث بسفك الدماء وسبی الذراری والنساء ممّا خالفه فلا یمنعکم ذالك منه "میں اس شہر میں صرف اس لئے آیا تھا کہ یہ شہر اس نبی آخر الزمان کی ہجرت گاہ ہے جو عنقریب ہجرت فرمانے والے ہیں، مجھے امید تھی کہ شاید وہ میری زندگی میں ہی مبعوث ہو جائیں گے تو میں ان پر ایمان لا کر ان کی اتباع کروں گا مگر ایسا نہ ہوا، اب تمہارے لئے وہ موقع آئے گا، دیکھنا ان پر ایمان لانے میں کوئی تم سے پہل نہ کر جائے، بلاشبہ ان کو اپنے دشمنوں سے جنگ بھی کرنا پڑے گی اور انہیں عورتوں اور بچوں کو قید بھی کرنا پڑے گا، مگر ان کا یہ برتاؤ اور رویہ تمہیں ان پر ایمان لانے سے روک نہ دے یہ کہہ کر وہ مرگیا، جب سرور عالم ﷺ مبعوث ہوئے اور وہ وقت آیا کہ آپ نے بنی قریظہ کا محاصرہ فرمایا تو ثعلبہ، اسد بن سعید اور اسد بن عبید نے کہا: "یابنی قریظة واللہ انہ النبی الذی عھد الیکم فیہ ابن الھیبان فنزلوا فاسلموا واحرزو ادماء ھم واموالھم واھالیھم "اے بنو قریظہ! اللہ کی قسم بلاشک یہ وہی نبی ہیں جن کے متعلق تم نے ابن الہیبان سے وعدہ کیا تھا، پس وہ اپنی قوم سے نکلے اور مسلمان ہو گئے اور اپنی جانوں اور اپنے مالوں کی حفاظت کرنے لگے۔ ﴿کتاب الوفا:۱/۵۵،طبقات ابن سعد:۱/۱۰۳،سیرت ابن ہشام جلد۱﴾

خالد بن سعید کا خواب:

محدث ابن جوزی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: حبیب کبریا، شہنشاہ ہر دوسرا، احمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت سے قبل ایک رات کو مجھے خواب آیا کہ مکہ مکرمہ پر ظلمت اور تاریکی اس قدر چھائی ہوئی ہے کہ آدمی کو اپنا ہاتھ تک نظر نہیں آتا، پھر اچانک زمزم شریف کے کنواں سے ایک نور نمودار ہوا اور وہ نور آسمان کی طرف بلند ہوا، اور اس نے بیت اللہ شریف کو بھی منور کر دیا، پھر سارے مکہ مکرمہ کو بقعۂ نور بنا دیا، مدینہ منورہ کے کھجوروں کے درختوں کو بھی منور کر دیا، یہاں تک کہ میں نے کھجوروں کے درختوں میں ان کے پھلوں کو دیکھ لیا،

جب بیدار ہوا تو یہ خواب اپنے بھائی عمرو بن سعید رضی اللہ عنہ کو سنایا، انہوں نے کہا: ''یا اخی ان ھذا الامر یکون فی بنی عبد المطلب'' اے برادر! یہ نور بنو عبدالمطلب میں ظہور پذیر ہوگا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پر نور، نور علیٰ نور، شافع یوم النشور، محمد مصطفےٰ ﷺ کی بدولت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے مجھے ہدایت نصیب ہوئی، حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ میرا لخت جگر خالد جب مشرف بہ اسلام ہوا اس نے بارگاہ حبیب ﷺ میں اپنا یہ خواب عرض کیا تو نبی غیب دان، محمد مصطفےٰ ﷺ نے فرمایا: ''واللہ انا ذالك النور انا رسول اللہ'' اللہ کی قسم! وہ نور میں ہی ہوں، اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ ﴿کتاب الوفا: ۱/۸۰، ۸۱﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور امت محمدیہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''ان موسیٰ لما نزلت علیہ التوراۃ'' کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل ہوئی اور انہوں نے اس میں اس امت مرحومہ کے فضائل پڑھے تو بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: ''یا رب انی احد فی الالواح امۃ ھم الاخرون السابقون'' اے میرے پروردگار! میں نے تورات کی تختیوں میں ایک ایسی امت کا تذکرہ پایا ہے جو سب سے آخری ہوگی مگر سب پر سبقت لے جانے والی ہے'' فاجعلھا امتی'' اس کو میری امت بنادے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تلك امۃ احمد'' وہ احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت ہے، پھر عرض کی: ''یارب انی احد فی الالواح امۃ ھم السابقون المشفوع لھم فاجعلھا امتی'' اے رب کریم! میں نے تورات کی تختیوں میں ایک ایسی امت کا تذکرہ دیکھا ہے جس کے بارے میں سب سے پہلے شفاعت قبول فرمائی جائے گی، پس اس کو میری امت بنادے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ حضرت احمد مجتبےٰ ﷺ کی امت ہے، پھر عرض کی: ''یا رب انی احد فی الالواح امۃ لھم المستجیبون المستجاب لھم فاجعلھا امتی'' اے رب کائنات! میں نے تورات کی تختیوں میں ایک ایسی امت کا ذکر خیر دیکھا ہے کہ جو تیری طرف رجوع کرتی رہے گی اور تو اس کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشتا رہے گا، اسے میری امت بنادے تو خدا تعالیٰ نے فرمایا وہ حضرت احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت ہے، پھر عرض گزار ہوئے: ''یا رب انی احد فی الالواح امۃ اناجیلھم فی صدورھم یقرؤنھا ظاھرا فاجعلھا امتی'' اے رب اکبر! میں نے تورات کی تختیوں میں ایک ایسی امت کا بیان پڑھا ہے کہ جو تیرے احکامات کی کتاب کو اپنے سینوں میں محفوظ کرے گی اور اسے از بر پڑھے گی، اسے تو میری امت کردے، تو ارشاد باری ہوا وہ حضرت احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت ہے، پھر عرض کی: ''یارب انی

احدفی الالواح امۃ یاکلون الفئی فاجعلھا امتی "اے میرے رب میں نے تورات کی تختیوں میں ایک ایسی امت کا حال پڑھا ہے جو فئی کھائے گی اسے تو میری امت قرار دے دے تو فرمان ہوا کہ وہ حضرت احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت ہے، پھر عرض کی:" یارب انی احد فی الالواح امۃ یجعلون الصدقۃ فی بطونھم ویوجرون علیھا فاجعلھا امتی "اے میرے پروردگار! میں نے تورات کی تختیوں میں ایک ایسی امت کو دیکھا ہے جو صدقہ کھائے گی لیکن اس پر بھی وہ ثواب کی حقدار ہوگی، اس کو میری امت بنا دے تو جواب ملا وہ حضرت احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت ہے، پھر عرض کیا:" یارب انی احد فی الالواح امۃ اذاھم احدھم بسیئۃ فلم یعملھا کتب لہ حسنۃ واحدۃ فان عملھا کتب لہ عشر حسنات فاجعلھا امتی "اے رب العالمین! میں نے تورات کی تختیوں میں ایک ایسی امت کے بارے میں دیکھا ہے کہ جب وہ لوگ نیکی کا ارادہ کریں گے تو ایک نیکی کا ثواب ان کے اعمال میں اسی وقت لکھ دیا جائے گا، اگرچہ اس پر عمل نہ کر سکیں اور اگر اسی نیکی کو کر لیں تو ان کے نامہ اعمال میں دس نیکیاں لکھ لی جائیں گی، اس امت کو میری امت بنا دے تو ارشاد ہوا کہ وہ حضرت احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت ہے، پھر عرض کرنے لگے:" یارب انی احدفی الالواح امۃ، اذا ھم احد ھم بسیئۃ ولم یعملھا لم تکتب وان عملھا کتبت علیہ سیئۃ واحدۃ فاجعلھا امتی" اے رب تعالیٰ! میں نے تورات کی تختیوں میں ایک ایسی امت کے متعلق پڑھا ہے کہ وہ لوگ اگر برائی کا قصد کریں گے، اور اس کا ارتکاب نہ کر سکیں گے تو کوئی گناہ نہیں لکھا جائے گا اور اگر ارتکاب کر لیں تو صرف ایک گناہ لکھا جائے گا، تو اس امت کو میری امت بنا دے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ حضرت احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت ہے، پھر عرض کیا: یارب انی احد فی الالواح امۃ یؤتون العلم الاول والعلم الاخر فیقتلون قرون الضلالۃ المسیح الدجال فاجعلھا امتی "اے میرے پروردگار میں نے تورات کی تختیوں میں ایک امت کے بارے میں دیکھا ہے کہ جن کو اول و آخر کا علم عطا فرمایا جائے گا اور وہ گمراہی کے سب سے بڑے مرکز دجال کے ساتھ جہاد کریں گے جس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہلاک کرنا ہے، اسے میری امت بنا دے، تو جواب ملا وہ حضرت احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت ہے، اس کے بعد حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے عرض کیا:" یارب فاجعلنی من امۃ احمد "اے رب کریم! پس مجھے ہی احمد مجتبیٰ ﷺ کا امتی بنا دے۔ (جواہر البحار: ۱/۳۷۳، ۳۷۴، خصائص الکبریٰ، کتاب الوفا: ۱/۳۹، جلاء الافہام: ۱۰۸، الصلوٰۃ والسلام: ۱۰۶، حجۃ اللہ علی العالمین: ۱۱۸)

قرآن اور تورات:

علامہ یوسف بن اسماعیل النبھانی قدس سرہ الربانی تحریر فرماتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے

روایت ہے کہ یہودیوں کا ایک جید عالم نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، آپ اس وقت سورۂ یوسف کی تلاوت فرمار ہے تھے تو اس عالم نے عرض کیا: "یامحمد من علمکھا" اے محمد مصطفےٰ ﷺ آپ کو اس سورۃ کی کس نے تعلیم دی ہے، حضور پر نور ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے، آپ کے اس ارشاد پر یہودی عالم نے تعجب کیا، جب وہ یہودی عالم اپنے یہودیوں کی طرف گیا تو واضح الفاظ میں ان سے کہنے لگا: "واللہ ان محمداً یقرا القرآن کما انزل فی التوراۃ" اللہ تعالیٰ کی قسم بیشک حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ قرآن پاک کو اسی طرح پڑھتے ہیں جیسا کہ تورات میں نازل ہوا ہے، یہ سن کر ان یہودیوں میں سے ایک گروہ نے آپ کی صفات کو پہچانا اور مہر نبوت کو جو آپ کے کندھوں کے درمیان تھی دیکھا اور آپ کے دست اقدس پر اسلام قبول کر لیا۔ ﴿حجۃ اللہ علی العالمین: ۱۱۸﴾

ایک یہودی بچے کا اقرار:

ابو صخر عقیلی فرماتے ہیں کہ اعرابیوں میں سے ایک اعرابی نے مجھے بتایا کہ حضرت امام الانبیاء، محمد مصطفےٰ ﷺ ایک یہودی کے پاس سے گزرے، اس کے پاس ایک رجسٹر تھا جس میں تورات لکھی ہوئی تھی، اس یہودی کا لڑکا جو کہ بیمار تھا وہ اس کو تورات پڑھ کر سنا رہا تھا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اوہ یہودی! تجھے اس کی قسم جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی: "افتجد فی توراتك نعتی وصفتی ومخرجی" کیا تو نے اپنی تورات میں میری نعت، صفت اور بعثت کو پایا ہے، اس یہودی نے سر سے اشارہ کرتے ہوئے کہا نہیں، اس کے بیٹے نے فوراً کہا: "لکنی اشھد بالذی انزل التوراۃ علیٰ موسیٰ ان لنجد نعتك وزمانك وصفتك و مخرجك فی کتابہ" لیکن میں گواہی دیتا ہوں اس ذات کی قسم کے ساتھ جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات کو نازل فرمایا، یقیناً میں نے اس کی کتاب تورات میں آپ کی نعت، آپ کا زمانہ، آپ کی صفت اور آپ کی بعثت کو پایا ہے" وانا اشھد ان لا الہ الا اللہ وانك رسول اللہ "اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں تو حضور پر نور ﷺ نے فرمایا: "اقیمو الیھود ی عن صاحبکم و قبض الفتی فصلی علیہ النبی ﷺ" اس یہودی کو اپنے ساتھی سے ہٹا دو، وہ نوجوان اسی وقت انتقال کر گیا تو حضور اکرم ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ﴿حجۃ اللہ علی العالمین: ۱۲۴، خصائص الکبریٰ: ۱/۴۲، ۴۳﴾

گنہگار یہودی کی نجات:

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی، محدث ابو نعیم، علامہ حلبی، علامہ یوسف نبہانی اور علامہ اسماعیل حقی جیسے

جلیل القدر محدثین اور مفسرین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت وہب ؓ فرماتے ہیں: بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے دوسو سال تک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، پھر وہ مر گیا تو لوگوں نے اس کی میت کو مزبلہ (روڑی، کوڑا کرکٹ والی جگہ) پر پھینک دیا، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ حکم فرمایا کہ اس شخص کا جنازہ پڑھو تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ قوم بنی اسرائیل اس کے متعلق یہ شہادت دیتی ہے کہ دوسو سال تک یہ شخص تیری نافرمانی کرتا رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے متعلق جو کہا جاتا ہے، بالکل ٹھیک ہے "الا انه كان كلما نشر التوراة ونظر الى اسم محمد صلى الله عليه وسلم قبله ووضعه علىٰ عينيه وصلى عليه فشكرت له ذالك وغفرت ذنوبه و زوجته سبعين حوراء" مگر وہ جب تورات کھولتا اور میرے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کا نام دیکھتا تو وہ اس نام کو چومتا اور اپنی آنکھوں پر لگاتا اور اس پر درود بھیجتا، پس اس کے بدلے میں، میں نے اس کے گناہ بخش دیئے اور ستر حوروں سے اس کا نکاح کر دیا۔ ﴿خصائص الکبریٰ: ۱/۴۲، سیرت حلبیہ: ۱/۱۳۶، حجۃ اللہ علی العالمین: ۱۲۳، حلیۃ الاولیاء﴾

یہ نام کوئی کام بگڑنے نہیں دیتا
بگڑے بھی بنا دیتا ہے یہ نام محمد ﷺ

سرکار دوعالم ﷺ کی تصاویر:

حضرت جبیر بن مطعم ؓ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ کو قریش کی ایذا رسانی مجھے سخت ناپسندیدہ تھی، جب مجھے یہ خطرہ لاحق ہوا کہ قریش سرور دوعالم ﷺ کو قتل کر دیں گے تو میں مکہ مکرمہ سے ملک شام چلا گیا، وہاں میں ایک گرجا میں جا پہنچا، وہاں کے راہب اپنے سردار کے پاس گئے اور میرے متعلق اس کو بتایا، سردار نے ان کو کہا کہ تین دن تک اس کی مہمان نوازی کرو، تین دن کے بعد کہا کہ اس کو ضرور کوئی خاص واقعہ پیش آیا ہے، جاؤ اس سے پوچھو کہ کیا واقعہ پیش آیا ہے، حضرت جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ وہ میرے پاس آئے اور پوچھا تو میں نے ان کو جواب دیا کہ اور تو کوئی بات نہیں صرف اتنی بات ہے کہ "ان فی قریة ابراهیم ابن عمی یزعم انه نبی فاذاه قومه فخرجت لئلا اشهدذالك" حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وطن مکہ مکرمہ میں میرے چچازاد بھائی کا خیال ہے کہ وہ نبی ہے، یہ کہ قوم نے اس کو ایذا دینی شروع کی ہے، میں وہاں سے چلا آیا ہوں تاکہ میں اپنی آنکھ سے ان واقعات کو نہ دیکھوں۔

ان راہبوں نے میری یہ ساری داستان اپنے سردار کو سنائی، جسے سن کر سردار نے ان کو حکم دیا کہ اسکو میرے پاس بلاؤ، میں اس کے پاس چلا گیا اور اپنا سارا ماجرا کہہ سنایا تو اس نے کہا کہ تم کو یہ ڈر ہے کہ وہ لوگ اس کو

قتل کر ڈالیں گے، میں نے کہا ہاں، اس سردار نے مجھے کہا کہ کیا تم ان کی صورت پہچان لو گے، میں نے کہا ابھی ابھی تو میں ان کے پاس سے آرہا ہوں، بعد ازیں اس نے چند تصویریں دکھائیں، جو غلاف کے اندر رکھی ہوئی تھیں، میں نے ان کو دیکھ کر کہا کہ یہ تصویر ان سب تصویروں میں ان کے مثل ہے، بس وہی قد و قامت، وہی جسامت اور وہی آپ کے شانوں کے درمیان فاصلہ ہے، اس نے کہا کیا تم کو یہ ڈر ہے کہ وہ ان کو قتل کر دیں گے، میں نے کہا: میرا یہ یقین ہے وہ تو ان کو قتل بھی کر چکے ہوں گے، راہبوں کے سردار نے کہا: "واللہ لا یقتلوہ ویقتلن من یرید قتلہ وانہ لنبی ولیظھر نہ اللہ" اللہ کی قسم وہ ان کو قتل نہیں کر سکتے بلکہ جو ان کے قتل کا ارادہ کرے گا اس کو وہ قتل کریں گے، وہ نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو ضرور ظاہر کر کے رہے گا۔ ﴿مجمع الزوائد:۱/۲۳۳، فتح الباری:۷/۱۰، طبرانی شریف، تاریخ کبیر از امام بخاری، کتاب الوفا:۱/۵۷، شواہد النبوۃ:۱۰﴾

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ ہی بیان فرماتے ہیں کہ جب اللہ نے اپنے نبی پاک ﷺ کو مبعوث فرمایا اور مکہ مکرمہ میں آپ کی شہرت ہوئی تو اتفاق سے میں ملک شام کی طرف نکلا، جب بصریٰ میں پہنچا تو میرے پاس نصاریٰ کی ایک جماعت آئی اور اس نے مجھ سے کہا: "من اھل الحرم انتك" کیا تم حرم کے رہنے والے ہو، میں نے جواب دیا، ہاں، انہوں نے مجھ سے پوچھا: "تعرف ھذ االذی تنباء یکم" کیا تم اس شخص کو بھی جانتے ہو جس نے تم میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے، میں نے کہا ہاں، ان کو جانتا ہوں، بعد ازاں وہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے گرجا میں لے گئے، گرجا میں کچھ تصویریں تھیں، پھر انہوں نے مجھے کہا "انظر ھل تری صور ۃ ھذا لنبی الذی بعث فیکم" غور سے دیکھو کہ ان تصاویر میں اس نبی کی سی کوئی شکل وصورت ہے جو نبی تم میں مبعوث کئے گئے ہیں، میں نے دیکھا تو ان میں کوئی شکل وصورت آپ جیسی نہ ملی، میں نے ان کو کہا کہ کوئی نہیں ہے، پھر وہ مجھے اس سے بڑے گرجے میں لے گئے جس میں پہلے سے زیادہ تصویریں تھیں اور مجھ سے کہا اچھا ان میں سے کسی کی صورت ان سے ملتی جلتی نظر آتی ہے، میں نے غور کیا تو ایک تصویر بالکل آپ کے مشابہ تھی، بلکہ ایک تصویر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسی بھی تھی، اس تصویر میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کے پاؤں مبارک پکڑے ہوئے تھے، انہوں نے کہا خوب غور سے دیکھنا، یہ تصویر تم کو بالکل آپ ﷺ کی معلوم ہوتی ہے، میں نے کہا جی ہاں، میں اس کا گواہ ہوں کہ یہ آپ کی ہی تصویر ہے، پھر انہوں نے کہا "نشھد ان صاحبکم وان ھذا الخلیفۃ من بعدہ" ہم سب گواہی دیتے ہیں کہ تمہارے نبی یہی ہیں اور جو شخص ان کے پاؤں کے پاس ہیں یہ ان کے بعد خلیفہ ہیں۔ ﴿کتاب الوفا:۵۷، دلائل النبوۃ لابی نعیم، شواہد النبوۃ:۱۰، ترجمان السنۃ:۴/۱۲۵، ۱۲۶، تاریخ کبیر لامام بخاری﴾

تمام بت سرنگوں ہوں گے:

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سطیح غسانی ایک ایسا کاہن ہوا ہے جس کا اپنی تمام اولاد میں مثیل پیدا نہیں ہوا، اس کے بدن میں سوائے سر کی کھوپڑی اور ہاتھ کی ہتھیلی کے کوئی ہڈی اور پٹھے نہ تھے، اور اس کی زبان کے سوا کوئی عضو بدن متحرک نہ تھا، اس کیلئے کھجور کے پتوں اور شاخوں کا ایک تخت بنا ہوا تھا، جس میں پاکتی سے لے کر بالیس تک چھوٹے چھوٹے سوراخ تھے، جیسے کپڑے میں ہوتے ہیں، اس تخت پر بٹھا کر جہاں چاہتے لے جاتے تھے، ایک دفعہ اسے مکہ معظمہ لائے تو قریش میں سے چار آدمی تحائف لے کر اسے دیکھنے کیلئے آئے، انہوں نے تحائف کو اور اپنے حسب نسب کو اس سے پوشیدہ رکھا اور کسی دوسرے حیلے سے اپنی نسبت ظاہر کر دی، اس نے کہا، تم اس قبیلہ سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ تمہارا تعلق قبیلہ قریش سے ہے، انہوں نے اپنے تحائف اس کے سامنے پیش کیے اور اس سے مستقبل کی باتیں پوچھنے لگے، اس نے بہت سی باتیں بتائیں در آخر گفت کہ در مکہ جوانے بیروں آید از عبد مناف کہ براہ راست خواند و اصنام را نگونسار گرداند و خدائے یگانہ را پرستد و وے را خلفاء باشند ونشان ہر یک را بہ تفصیل باز گفت وہم چنیں از ملوکے بعد از ایشاں باشد خبر دار و تفصیل آں در کتب مبسوطہ مسطور است، آخر کار کہا کہ عبد مناف سے ایک ایسا جوان پیدا ہوگا جو نہ خود پڑھا لکھا ہوگا، بتوں کو سرنگوں کر کے خدائے واحد کی عبادت کرے گا، اس کے خلفا ہوں گے، پھر ان خلفا کی نشانیاں تفصیل سے بتائیں اور اس طرح جو بادشاہوں کے بعد ہونے والا ہے، خبر دی جن کی تفصیل بڑی کتابوں میں موجود ہے۔ ﴿شواہد النبوۃ فارسی: ۱۶، حجۃ اللہ علی العالمین: ۱۶۸، ۱۶۹، خصائص الکبریٰ: ۱/۸۴﴾

رسالتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک ہوگی:

یمن کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ نے خواب دیکھا جس سے وہ بہت پریشان ہوگیا، اس نے کاہنوں اور نجومیوں کو جمع کیا اور ان سے اپنا خواب اور اس کی تعبیر کے متعلق دریافت کیا، کاہنوں نے بادشاہ سے کہا کہ تم اپنا خواب بیان کرو، تاکہ ہم اس کی تعبیر بیان کریں، بادشاہ نے کہا، میں چاہتا ہوں کہ تم خود ہی میرا خواب بیان کرو تاکہ مجھے اطمینان قلبی ہو، تو انہوں نے کہا کہ یہ ہم سے نہیں ہوسکتا، ایسا کام تو سطیح غسانی اور شق کاہن ہی کر سکتے ہیں، بادشاہ نے سطیح سمیت تمام نجومیوں کو بلا بھیجا، پہلے سطیح آیا اور بادشاہ کا خواب خود ہی اس نے بیان کیا، کہنے لگا تو نے یہ دیکھا ہے کہ کوئی چیز راکھ کی طرح جلی ہوئی اندھیرے سے باہر نکلی ہے اور اسے سب نے کھایا ہے، اس کی

تعبیر یہ ہے کہ تیری سلطنت پر حبشہ والے غالب ہو جائیں گے۔

بادشاہ نے پوچھا کب ہوں گے، سطیح نے کہا، ساٹھ یا ستر سال بعد، بادشاہ نے پوچھا، کیا ان کی یہ سلطنت ہمیشہ رہے گی، سطیح نے جواب دیا کہ سیف بن ذی یزن انہیں بھگا دے گا، بادشاہ نے پوچھا، کیا ابن ذی یزن کے خاندان میں سلطنت ہمیشہ رہے گی، سطیح نے جواب دیا کہ نہیں، بادشاہ نے پوچھا، اس کی سلطنت کو کون ختم کرے گا، سطیح نے جواب دیا "نبی زکی یاتیه الوحی من قبل العلی" ایک نبی اس کی سلطنت کو ختم کرے گا جو زکی ہوگا اور اللہ تعالیٰ بلند و بالا کی طرف سے اس کے پاس وحی آتی ہوگی، بادشاہ نے پوچھا، وہ بادشاہ کن سے ہوگا؟ سطیح نے جواب دیا: " رجل من ولد غالب بن فهر بن مالك بن النضر يكون الملك في قومه الى آخر الدهر " وہ غالب بن فہر بن مالک بن نضر کی اولاد میں سے ہوگا، اس کی بادشاہت اور حکومت اس کی قوم میں رہتی دنیا تک رہے گی، بادشاہ نے پوچھا، کیا دنیا کی بھی آخیر ہوگی، سطیح نے جواب دیا: " نعم يوم يجمع فيه الاولون والاخرون واليعد فيه المحسنون واليشقى به المسيئون " ہاں ایک دن ایسا آئے گا جس میں اولین و آخرین کے زمانے کے نیک و بد جمع ہوں گے، نیک اپنی نیکیوں کی جزا اور بد اپنی برائیوں کی سزا پائیں گے، جب سطیح بادشاہ سے فارغ ہو کر چلا گیا تو شق کاہن آیا، بادشاہ نے اس سے خواب کا تذکرہ کیا تو شق کاہن نے بھی وہی کچھ بتایا جو کچھ سطیح نے بتایا تھا، نیز کہا: " ياتي رسول بالحق والعدل يكون الملك في قومه الى يوم الفصل " ایک رسول حقانیت اور انصاف کے ساتھ تشریف لائے گا اور اس کی حکومت اپنی قوم میں قیامت تک قائم رہے گی۔ ﴿کتاب الوفاء: ۱/۷۴تا۷۶، شواہد النبوۃ: ۱۶، ۱۷، خصائص الکبریٰ: ۱/ ۸۷، ۸۸﴾

شاہ ہرقل کے پاس تصویرِ مصطفیٰ ﷺ:

حضرت ہشام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں مجھے ایک شخص کے ہمراہ شاہ روم ہرقل کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ ہم اسے اسلام پیش کریں، جب ہم غوطہ میں پہنچے تو جبلہ غسانی جو ہرقل کے امرا میں سے تھا وہاں موجود تھا، ہم نے اسے دیکھنا چاہا، ہرقل نے ہمارے پاس ایک پیغام رساں بھیجا اور کہا کہ جو گفتگو چاہو اس سے کرلو، ہم نے کہا بخدا ہم گفتگو نہیں کرتے، مگر وہ ہمیں جبلہ غسانی کے روبرو لے آئے، وہ بولا جو کہنا چاہتے ہو کہو، حضرت ہشام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے باتیں کیں اور اسے اسلام پیش کیا، میں نے دیکھا وہ سیاہ لباس زیب تن کیے ہوئے تھا، میں نے پوچھا، سیاہ لباس کیوں پہنے ہوئے ہو؟ اس نے

کہا، اس لئے کہ میں نے قسم کھا رکھی ہے جب تک تمہیں ملک شام سے نہ نکال دوں اسے جسم سے نہ اتاروں گا، میں نے کہا بخدا جس سرزمین پر ہم بیٹھے ہیں اس پر تو ہم قبضہ کرلیں گے بلکہ تمہارے ملک کا بہت سا حصہ بھی ان شاء اللہ فتح کرلیں گے، کیونکہ ہمارے پیغمبر ﷺ کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اسکی فتح کی خوشخبری دے دی ہے، اس نے کہا کہ تم وہ قوم نہیں ہو جو اس ملک پر قبضہ کرلے بلکہ وہ ایسی قوم ہے، صبح کو روزے رکھتے ہیں اور شام کو افطار کرتے ہیں، اس کے بعد اس نے ہمارے روزوں کے متعلق پوچھا، ہم نے اسے بتایا تو اس کا رنگ سیاہ ہوگیا، پھر کہا اٹھو، ہم اٹھے تو ہمارے ساتھ ایک سفیر روانہ کیا جو ہمیں ہرقل کے پاس لے جائے، جب ہم اس کے شہر کے نزدیک پہنچے تو اس سفیر نے ہم سے کہا کہ تمہاری سواریوں جیسی سواریاں لوگ اس شہر میں نہیں لاتے، اگر چاہو تو تمہیں دوسری سواریوں پر سوار کردیں، ہم نے کہا، نہیں خدا کی قسم ہم انہیں سواریوں پر شہر میں داخل ہوں گے، ان کی یہ بات بادشاہ تک پہنچی تو ہمیں انہی سواریوں پر تلواریں حمائل کیئے ہوئے شہر میں لے آئے، جب وہاں پہنچے تو ہم نے اپنی سواریاں دریچے کے نیچے ٹھہرادیں، بادشاہ ہمیں دیکھ رہا تھا، ہم نے لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر کا ورد کیا تو خدا جانتا ہے کہ دریچہ ہوا سے ہلنے والے کھجور کے درخت کی طرح ہلنے لگا، بادشاہ نے ایک گماشتے کے ہاتھوں پیغام بھیجا کہ تمہیں ہمارے سامنے اپنے دین کا اظہار نہ کرنا چاہئے، اس کے بعد اندر آنے کی اجازت دی، ہم اندر گئے تو وہ سرخ کپڑوں میں ملبوس فرش پر بیٹھا تھا، وہاں کا ہر دریچہ سرخ رنگ کا تھا اور اس کے پاس امراء و اعیانِ سلطنت کی ایک جماعت بھی تھی، جب ہم اس کے نزدیک پہنچے تو وہ ہنس دیئے اور کہنے لگے کہ تمہارا کیا جاتا ہے، اگر تم ہمیں رواج کے مطابق دعا اور سلام کہتے، ہم نے کہا جو دعا اور سلام ہم ایک دوسرے پر بھیجتے ہیں، تم پر بھیجنا جائز نہیں، جس قسم کی دعا تم ایک دوسرے کو دیتے ہو، ہم اسے بھی روا نہیں سمجھتے، بادشاہ کہنے لگا، تمہاری دعا اور سلام کس طرح ہوتی ہے، ہم نے کہا السلام علیکم، وہ کہنے لگا اپنے بادشاہ کو کس طرح سلام کرتے ہو، ہم نے کہا اسی طرح، کہنے لگا، وہ تمہیں جواب کس طرح دیتا ہے؟ ہم نے کہا اسی کلمہ سے، پھر کہا، تمہارا سب سے بڑا کلام کون سا ہے؟ ہم نے لا الہ الا اللہ، واللہ اکبر کہا تو دریچہ جنبش میں آگیا، جب اس نے اپنا سر اٹھایا تو وہ بھی ہلنے لگا، اس نے کہا، جب تم اس کلمہ کو اپنے گھروں میں پڑھتے ہو تو کیا تمہارے گھروں کے دریچے بھی اسی طرح جنبش کرتے ہیں؟ ہم نے کہا، بخدا ہم نے تو اس جگہ کے سوا ایسا کبھی نہیں دیکھا، اس نے کہا، مجھے یہ بات پسند ہے کہ تم جس جگہ اس کلمہ کو پڑھتے ہو وہی جنبش میں آجاتی ہے اور میرے ملک کا کچھ حصہ

میرے ہاتھ سے نکل جاتا ہے، ہم نے کہا کیوں؟ کہنے لگا اگر ایسا ہوتا تو یہ نبوت کا تقاضا نہ ہوتا، بلکہ محض کسی شخص کا حیلہ ومکروفریب ہوتا، اس کے بعد اس نے مختلف سوالات کیے اور ہم جواب دیتے رہے، بعد میں اس نے ہم سے نماز اور روزہ کے متعلق بھی پوچھا تو ہم نے جواب دیا، پھر کہا، اٹھو، تمہارے لئے ایک اچھا سا مکان تعمیر کر دیا گیا ہے، جہاں جملہ اسباب مہمانی مہیا ہیں، چونکہ ہم وہاں تین دن تک قیام پذیر رہے، اس لئے وہ ہمیں ہر رات طلب کرتا اور جن چیزوں کے متعلق ہم سے پوچھ چکا تھا دوبارہ پوچھتا اور ہم بھی اعادۃً جواب کرتے جاتے، پھر اس نے کوئی چیز طلب کی تو ایک چار گوشہ صندوق لایا گیا، جو زروجواہرات سے بھرا ہوا تھا اور اس میں چھوٹے چھوٹے بہت سے خانے تھے، ہر خانے کا ایک دروازہ تھا اور ہر دروازے پر ایک تالا تھا، اس نے ایک تالا کھولا اور ایک سیاہ ریشمی کپڑے کا ٹکڑا باہر نکالا، اس کو کھولا تو اس پر ایک شخص کی تصویر تھی، جس کا رنگ سرخ، آنکھیں کشادہ اور گردن دراز کہ ایسی گردن پہلے نہیں دیکھی تھی، لیکن بے ریش تھا اور اس کے گیسو ایسے عمدہ تھے گویا دست قدرت نے خود بنایا ہے، کہنے لگا اسے پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں، کہنے لگا، یہ آدم علیہ السلام ہیں، اس کے بعد دوسرا دروازہ کھولا اور سیاہ پارچہ کا ٹکڑا نکالا تو اس پر ایک سفید رنگ، سرخ چشم اور ایک بڑے سر والے آدمی کی تصویر تھی، یہ شخص اپنے محامد اور محاسن میں یکتا نظر آتا تھا، کہنے لگا اسے پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں، اس نے کہا یہ نوح علیہ السلام ہیں، پھر ایک دروازہ کھولا اور دوسرا قطعہ حریر سیاہ نکالا تو اس پر ایک شخص کی تصویر تھی جس کا رنگ نہایت سفید، نہایت عمدہ جسم، پیشانی روشن، کشیدہ رخسار، سفید داڑھی گویا وہ زندہ تھا اور ہنس رہا تھا، کہنے لگا کہ اسے پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں، کہا یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں، پھر ایک دروازہ کھولا ایک سیاہ ریشمی کپڑے کا ٹکڑا نکالا تو اس پر ایک سفید رنگ کی تصویر تھی، جب ہم نے دیکھا، یہ ہمارے پیغمبر ﷺ کی تصویر تھی ہم پر گریہ طاری ہو گیا اور ہم تعظیماً اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر بیٹھ گئے تو اس نے کہا، تمہیں تمہارے پروردگار کی قسم سچ بتاؤ کہ یہ تمہارے پیغمبر ہیں؟ ہم نے کہا ہاں، یہ ہمارے پیغمبر ہیں، جنہیں ہم اب بھی دیکھتے ہیں، وہ کچھ دیر ہماری طرف بھی دیکھتا رہا، اس صندوق کا آخری خانہ بھی ہے، لیکن میں نے تمہیں دکھانے میں عجلت کی ہے کہ تم کیا کہتے ہو، بعد ازاں ایک اور دروازہ کھولا جس میں پہلے کی طرح پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر کی تصویر تھی، آخر میں ایک ایسے جوان شخص کی تصویر تھی جس کے محاسن نیک تھے، جسم پر بہت سے سیاہ بال تھے، خوبصورت چہرہ تھا، بادشاہ نے کہا کہ اسے پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں، کہا یہ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام ہیں، پھر ہم نے

پوچھا، یہ تصویریں کہاں سے آئی ہیں؟ جو انبیا کرام علیہم السلام کے حلیوں کے موافق ہیں، اور ہمارے رسول کریم ﷺ کی تصویر بالکل ان کے حلیہ کے موافق تھی، اس نے کہا آدم علیہ السلام نے خدا سے درخواست کی تھی ان کی اولاد سے جتنے نبی ہوں گے ان کی شکلیں انہیں دکھائے تو خدا نے ان کی تصویریں ان کے پاس بھیج دیں اور خزانہ آدم میں مغرب شمس کے نزدیک تھیں، ذوالقرنین علیہ السلام ان تصویروں کو مغرب شمس سے لے آئے اور حضرت دانیال علیہ السلام کو دے دیں، پھر کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنے ملک سے نکل جاؤں اور تمہارا ادنیٰ غلام بن کر رہوں، جب مروں تو نیک سلوک کیا جائے اور مجھے واپس لوٹا دیا جائے، واپسی پر جب ہم امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے تو ہم نے تمام گفتگو کا اعادہ کیا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سن کر رو پڑے اور فرمایا، خداوند تعالیٰ نے اس کیلئے کسی چیز کا ارادہ فرمایا ہے تو جو وہ چاہتا ہے کر دے گا، پھر فرمایا ہمارے رسول کریم ﷺ نے ہمیں خبر دی تھی کہ تورات وانجیل میں یہود اور نصاریٰ آپ کی مدحت ونعت پڑھتے ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اُنہیں اپنے ہاں تورات وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ ﴿شواہد النبوۃ: ۱۰ تا ۱۲﴾

وصیِ عیسیٰ علیہ السلام کا بیان:

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جنگ قادسیہ کے دوران حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خط لکھا کہ آپ نضلہ بن معاویہ رضی اللہ عنہ کو حلوان بھیج دیں، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے انہیں بھیج دیا، جب حضرت نضلہ بن معاویہ رضی اللہ عنہ نے حلوان کے مضافات پر حملہ کیا تو بہت سے قیدی اور مال غنیمت ہاتھ لگا، ظہر کی نماز ادا کرنے کیلئے آپ نے ایک پہاڑ کے دامن میں اقامت اختیار کی، جب نماز کیلئے اذان کے دوران اللہ اکبر کہا تو پہاڑ سے آواز آئی، اے نضلہ! تو نے بڑے کی بڑائی بیان کی، جب انہوں نے ”اشھد لا الہ الا اللہ“ کہا تو آواز آئی، اے نضلہ! تو نے زبان سے کلمہ اخلاص نکالا، جب ”اشھد ان محمد رسول اللہ“ کہا تو آواز آئی ”ھو الذی بشر نی عیسیٰ ابن مریم وعلیٰ رائس امتہ الی یوم القیامۃ“ یعنی اس کی بشارت مجھے حضرت عیسیٰ نے عطا فرمائی ہے، جب ”حی علیٰ الصلوٰۃ“ کہا تو آواز آئی ”طوبیٰ لمن مشیٰ الیھا واطب الیھا“ جب ”حی علی الفلاح“ کہا تو آواز آئی ”قد افلح من اجاب“ جب ”اللہ اکبر“ کہا تو آواز آئی اے نضلہ! تو نے کلمہ اخلاص ادا کیا ہے، جب وہ اذان سے فارغ ہوئے تو کہنے لگے، اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے تو کون ہے، جب

تو نے اپنی آواز ہمیں سنوا دی ہے تو اپنی شکل بھی دکھا دے، کیونکہ ہم بھی بندگان خدا ہیں اور اس کے رسول کی امت ہیں اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی جماعت ہیں، اس کے بعد پہاڑ میں اچانک شگاف آیا اور اس میں سے ایک بہت بڑا سر نکلا، جس پر سفید بال اور پرانے پشمینہ کا کپڑا تھا، وہ بولا السلام علیکم ورحمۃ اللہ، انہوں نے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کے بعد پوچھا، تو کون ہے؟ کہنے لگا میں زریب بن برثملی، بندہ نیکوکار حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا وصی ہوں، انہوں نے مجھے اس پہاڑ پر بٹھا رکھا ہے اور اب وقت تک میری زندگی کیلئے دعا کی ہے جب وہ آسمان سے اتریں، خنزیر کو قتل کریں اور صلیب کو توڑ کر عیسائیوں کے بہتان وافترا سے بریت کا اظہار کریں، پھر اس نے کہا! جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری ملاقات نہیں ہوئی، میرا اسلام حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو پہنچا دیجئے، اس کے علاوہ اور بہت سی باتیں کیں اور غائب ہو گیا، حضرت نضلہ رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو لکھا اور حضرت سعد نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لکھا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو جوابی خط لکھا کہ آپ مہاجرین وانصار کی جماعت کے ساتھ اس پہاڑ پر جایئے، اگر اسے وہاں پالیں تو اس سے میرا اسلام کہئے، کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وصیوں میں سے کوئی ایک وصی اس پہاڑ میں اقامت گزین ہے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ چار ہزار مہاجر وانصار کی معیت میں چالیس روز تک اس پہاڑ پر رہے، ہر نماز کے وقت اذان کہی مگر کوئی جواب نہ آیا۔ ﴿شواہد النبوۃ: ۱۴۲، حجۃ اللہ علی العالمین: ۱۶۱﴾

آمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر:

عیسائیوں میں سے ایک شخص مکہ مکرمہ میں آیا، چند عورتیں ایک مقام پر خوشی کی تقاریب میں سے ایک تقریب پر جمع تھیں، ان کے خاوند اپنے کام کاج کی وجہ سے وہاں پر موجود نہ تھے، پس اس عیسائی شخص نے کہا: "یانساء قریش انہ سیکون فیکم نبی یقال لہ احمد" "اے قریش کی عورتو! عنقریب تم میں ایک نبی تشریف لانے والے ہیں جن کا اسم مبارک احمد ہوگا۔ ﴿کتاب الوفا: ۱/ ۶۱، حجۃ اللہ علی العالمین: ۲۰۶﴾

ختم نبوت کے عقلی دلائل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جسٹس محمد کرم شاہ الازہری

جب حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت جملہ اقوام عالم کے لیے اور قیامت تک کے لیے ہے، جب حضور پر نازل شدہ کتاب بغیر کسی ادنیٰ تحریف کے جوں کی توں ہمارے پاس موجود ہے، جب سرور دو عالم ﷺ کی سنت مبارکہ اپنی ساری تفصیلات کے ساتھ اس کتاب کی تشریح و توضیح کر رہی ہے، جب شریعت اسلامیہ روز اول کی طرح آج بھی انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں ہماری راہنمائی کر رہی ہے، جب قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ آج بھی اعلان کر رہی ہے: ''الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا'' تو پھر کسی اور نبی کی بعثت کا کیا فائدہ ہے اور اس سے کس مقصد کی تکمیل مطلوب ہے، آفتاب محمدی طلوع ہو چکا، عالم کا گوشہ گوشہ اس کی کرنوں سے روشن ہو رہا ہے تو پھر دن کے اجالے میں کسی چراغ کو روشن کرنا قطعاً قرین دانشمندی نہیں ہے۔

مزید غور فرمائیے، نبی کی آمد کوئی معمولی واقعہ نہیں ہوتا کہ نبی آیا، جس نے چاہا مان لیا اور جس نے چاہا انکار کر دیا اور بات ختم ہو گئی بلکہ نبی کی بعثت کے بعد کفر اور اسلام کی کسوٹی نبی کی ذات بن کر رہ جاتی ہے، کوئی کتنا نیک، پاکباز، پارسا اور عالم باعمل ہو، اگر وہ کسی سچے نبی کی نبوت کو تسلیم نہیں کرے گا تو اس کا نام مسلمانوں کی فہرست سے خارج کر دیا جائیگا اور کفار و منکرین کے زمرہ میں اسکا نام درج کر دیا جائیگا اور یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں۔

اب ذرا عملی دنیا میں مرزا (غلام قادیانی) کے آنے کا جائزہ لیجیے:

مسلمانوں کی تعداد کم سے کم اعداد و شمار کے مطابق ڈیڑھ ارب سے زائد ہے، یہ سب اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان رکھتے ہیں، قرآن مجید کو کلام خدا تسلیم کرتے ہیں، تمام انبیاء ﷺ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوئے ان کی نبوت و رسالت کا اقرار کرتے ہیں، قیامت کی آمد کے قائل ہیں، عملی طور پر غافل و کاہل سہی لیکن احکام خداوندی اور ارشادات نبوی ﷺ کے برحق ہونے پر یقین رکھتے ہیں، ضروریات دین میں سے ہر چیز پر ان کا ایمان ہے اور اس امت میں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں کی تعداد میں ایسے بندگان خدا بھی ہر زمانہ میں موجود رہے ہیں جو شریعت پر

پوری طرح کاربند، عبادات پرسختی سے پابند رہے ہیں، انکے اخلاص وللہیت پر فرشتے رشک کرتے ہیں اوران کے کارہائے نمایاں پرخودان کے خالق کوناز ہے، اسی پاک امت میں آکر مرزا (قادیانی) نے نبوت کا دعویٰ کردیا، اس کے آنے سے پہلے تو سارے کے سارے مسلمان تھے، چلو بعض میں عملی کوتاہیاں ہم تسلیم کرتے ہیں لیکن کم ازکم نعمت ایمان سے تو وہ بہرہ ور تھے، اب حقیقت حال یہ ہے کہ پچاس سالہ کوششوں کے باوجود چند لاکھ کی نفری نے مرزا (قادیانی) کو نبی مانا اور باقی نے اس کو دجال اور کذاب قرار دیا، نبی کو ماننا اسلام ہے اور انکار کفر ہے، مرزا (قادیانی) نے جب اپنا سبز قدم دنیائے اسلام میں رکھا تو یہ بہار آئی کہ سارے کے سارے مرتد قرار پائے اور اسلام سے محروم ہوکر کفر میں مبتلا ہوگئے، صرف گنتی کے چند آدمی مسلمان باقی رہے، ان میں بھی غالب اکثریت بلیک مارکیٹ کرنے والوں، رشوت لینے والوں، اقربا نوازی اور مرزائیت پروری کی قربان گاہ پر لاکھوں حقداروں کے حقوق بھینٹ چڑھانے والوں کی ہے، ان میں اکثر بے نماز، داڑھی منڈے اور آوارہ مزاج لوگ ہیں، ہر قسم کی رذیل حرکتیں کرنے والوں کا ایک لشکر جرار ٹھاٹھیں مارتا ہوا آپ کو نظر آئے گا، آپ خود فیصلہ کریں کہ دنیائے اسلام کے لیے عملی طور پر مرزا (قادیانی) کا آنا برکت کا باعث بنا یا نحوست کا۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت اس کو پسند نہیں کرتی کہ مرزے (قادیانی) کو سچا نبی بنا کر بھیجا جائے تاکہ اسلام کے سارے کے سارے ہرے پیڑ اپنے خنک سائیوں، میٹھے پھلوں، رنگین اور مہکتے پھولوں سمیت اکھاڑ کر پھینک دیئے جائیں اور چند خاردار جھاڑیوں کے جھرمٹ پر گلشن اسلام کا بورڈ آویزاں کردیا جائے، متقیوں، پرہیزگاروں، عالموں اور عاشقوں کی امت پر کفر کا فتویٰ لگادیا جائے اور چند زاغ صفت طالع آزما افراد کو مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ دے دیا جائے، مرزا (قادیانی) کے امتی بڑی ڈینگیں مارتے ہیں کہ ہم دنیا کے گوشے گوشے میں اسلام پہنچا رہے ہیں، ہماری کوششوں سے یورپ میں اتنی مسجدیں تعمیر ہوئیں، اتنے لوگوں کو ہم نے کلمہ پڑھایا تو گزارش ہے کہ تم تو مرزے (قادیانی) کو اس لیے نبی کہتے ہو کہ اس نے چند کافروں کو کلمہ پڑھایا، ہم اولیا کرام ﷭ کے زمرہ کے آپ کو ایسے ایسے مبلغ دکھاتے ہیں جنھوں نے ہزاروں لاکھوں کفار کو کفر کی ظلمتوں سے نکال کر ہدایت کی شاہراہ پر گامزن کردیا، خواجہ خواجگان سلطان الہند معین الحق والدین اجمیری ﷫ نے لاکھوں مشرکوں کے زنار توڑے اوران کی پیشانیوں کو بارگاہ رب العزت میں شرف سجود بخشا، داتا گنج بخش نے اس کفرستان میں راوی کے کنارے پر توحید کا جو پرچم گاڑا تھا وہ آج بھی لہرا رہا ہے اور لاکھوں خفتہ بختوں کو خواب غفلت سے جگا رہا ہے، مشائخ چشت اوردیگر

اولیا کرام رحمہم اللہ نے اسلام کی جو تبلیغ کی اور جو فرشتہ صفت مرید بنائے ان کے مقابلہ میں ساری امت مرزائیہ کی تبلیغی کوششوں کی نسبت سمندر اور قطرہ کی بھی نہیں، ان کارہائے نمایاں کے باوجود ان حضرات نے نہ نبوت کا دعویٰ کیا، نہ مہدیت کا، نہ مسیحیت کا، نہ ظلی کا، نہ بروزی کا بلکہ اپنے آپ کو غلامان مصطفےٰ ﷺ ہی کہا اور اسی کو اپنے لیے باعث صد افتخار اور موجب سعادت دارین سمجھا۔

مرزا (قادیانی) کو اپنی نبوت تک پہنچنے کے لیے بڑا دور کا چکر کاٹنا پڑا، آخر کار اس کی کمند فکر یہاں آ کر رکی کہ یہ تو احادیث سے ثابت ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آئیں گے، میں کیوں نہ اپنے آپ کو مسیح موعود کہنا شروع کر دوں تا کہ مجھے لوگ مسیح مان لیں لیکن اس میں مشکل یہ پیش آئی کہ حضرت مسیح تو زندہ ہیں، ان کی زندگی میں میں مسیح کیسے بن سکتا ہوں، خیال آیا کہ پہلے مسیح کو مردہ ثابت کرو جب وہ مردہ قرار پا گئے تو پھر میرا میدان صاف ہو جائے گا چنانچہ اس نے اپنا سارا زور وفات مسیح علیہ السلام ثابت کرنے پر لگا دیا، بے شک رحمت عالم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت سے قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نزول فرمائیں گے، جن احادیث میں نزول مسیح کے متعلق تشریح کی گئی ہے، وہ اس کثرت سے مروی ہیں کہ معنوی طور پر وہ درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں، آیئے آپ بھی ان احادیث کی جھلک ملاحظہ کیجئے، آپ کو پتا چل جائیگا کہ نبی برحق نے کوئی مبہم پیش گوئی نہیں کی، کسی ایسے مسیح کی آمد کی اطلاع نہیں دی جس کی پہچان نہ ہو سکے اور جس شاطر کا جی چاہے وہ آنے والا مسیح بن بیٹھے بلکہ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو اس کا نام بتایا، اس کی والدہ کا نام بتایا، اس کے لقب سے خبردار کیا، اس وقت اور مقام کی نشاندہی کی جس وقت اور جس مقام پر وہ نزول فرمائے گا، جو کارہائے نمایاں وہ انجام دے گا، اس کی تفصیل بیان فرما دی اور اس کے مدفن کا بھی تعین فرما دیا اور اس کا حلیہ بھی بیان کر دیا، اب اگر وہ احادیث صحیح ہیں جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کی خبر دی گئی ہے تو ان تفصیلات کو بھی من وعن صحیح اور سچ تسلیم کرنا پڑے گا جو ان کے متعلق بتائی گئی ہیں اور اگر کوئی شخص ان تفصیلات کو ماننے سے انکار کر دے گا تو پھر اسے ان تمام احادیث کو بھی ساقط الاعتبار قرار دینا پڑے گا جن میں ان کی آمد کی پیش گوئی کی گئی ہے، تحقیق اور انصاف کا یہ کیسا معیار ہے کہ ایک روایت کی مفید مطلب آدھی بات تو مان لی اور اسی روایت کی دیگر تفصیلات کو نظر انداز کر دیا، ان کثیر التعداد احادیث میں سے چند احادیث جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا ذکر ہے پیش خدمت ہیں، پہلی حدیث کو امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی اور امام احمد رحمہم اللہ نے اپنی کتب احادیث میں نقل کیا ہے:

﴿۱﴾

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس خدا کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، ضرور اتریں گے تمہارے درمیان ابن مریم عادل حاکم کی حیثیت سے، پھر وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے اور خنزیر کو مار ڈالیں گے اور جنگ کا خاتمہ کر دیں گے اور مال کی اتنی فراوانی ہوگی کہ اسے کوئی لینے والا نہ ہوگا اور (دینداری کا یہ عالم ہوگا) کہ اپنے پروردگار کی جناب میں ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا''۔ ﴿صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، مسند احمد﴾

﴿۲﴾

امام بخاری نے کتاب المظالم باب کسر الصلیب میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''لا تقوم الساعة حتی ینزل عیسیٰ'' اس وقت تک قیامت برپا نہ ہوگی جب تک عیسیٰ بن مریم کا نزول نہ ہو۔ ﴿صحیح بخاری﴾

﴿۳﴾

مشکوٰۃ المصابیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: حضور علیہ السلام نے خروج دجال کے ذکر کے بعد فرمایا، اس اثنا میں کہ مسلمان اس سے لڑنے کی تیاری کر رہے ہوں گے صفیں درست کر رہے ہوں گے اور نماز کے لیے اقامت کہی جا چکی ہوگی کہ حضرت عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے اور مسلمانوں کی امامت کرائیں گے (ایک روایت ہے کہ امام مہدی کے پیچھے پڑھیں گے) اور دشمن خدا دجال ان کو دیکھے گا تو پگھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں پگھلتا ہے، اگر آپ اس کو اپنی حالت پر ہی چھوڑ دیں تو وہ از خود پگھل کر مر جائے، مگر اللہ تعالیٰ اس کو ان کے ہاتھ سے قتل کرائے گا اور آپ اپنے نیزے میں اس کا خون لگا ہوا لوگوں کو دکھائیں گے۔ ﴿مشکوٰۃ المصابیح﴾

﴿۴﴾

''حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میرے اور (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے اور یہ کہ وہ اترنے والے ہیں پس جب تم ان کو دیکھو تو پہچان لینا، ان کا قد درمیانہ، ان کی رنگت سرخ و سپید، دو زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوں گے، وہ اسلام پر لوگوں سے جنگ کریں گے، صلیب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے، خنازیر کو مار ڈالیں گے، جزیہ ختم کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں اسلام کے بغیر تمام ملتوں کو ختم کر دے گا اور وہ مسیح دجال کو قتل کر دیں گے اور وہ زمین میں چالیس سال قیام فرمائیں گے، پھر وہ وفات

پا جائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے"۔ ﴿ابوداؤد، مسند احمد﴾

﴿۵﴾

"عن جابر بن عبد الله قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم ...... فينزل عيسىٰ مريم عليه السلام فيقول اميرهم تعال فصل فيقول لا ان بعضكم على بعض امراء تكرمة الله هذه الامة "حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو یہ فرماتے سنا: "عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اتریں گے، مسلمانوں کا امیر ان سے عرض کرے گا کہ حضور تشریف لایئے اور امامت فرمایئے تو آپ فرمائیں گے نہیں تم میں سے بعض دوسروں کے امیر ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امت کی تکریم کے طور پر ہے"۔ ﴿صحیح مسلم﴾

﴿۶﴾

"حضرت نواس بن سمعان نے دجال کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا، اس اثنا میں اللہ تعالیٰ مسیح بن مریم کو بھیج دے گا اور وہ دمشق کے مشرقی حصہ میں سفید مینار کے پاس زرد رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے دو فرشتوں کے پروں پر اپنے ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے، جب وہ سر جھکائیں گے تو یوں محسوس ہوگا کہ قطرے ٹپک رہے ہیں اور جب سر اٹھائیں گے تو موتیوں کی طرح قطرے ڈھلکتے نظر آئیں گے، ان کے سانس کی ہوا جس کافر تک پہنچے گی اور وہ ان کی حد نظر تک جائیگی، وہ زندہ نہ بچے گا، پھر ابن مریم دجال کا پیچھا کریں گے اور لد کے دروازے پر اسے جا پکڑیں گے اور قتل کر دینگے"۔ ﴿جامع ترمذی﴾

﴿۶﴾

"عن ثوبان مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن النبي صلى الله عليه وسلم عصابتان من امتي احرزهما الله تعالىٰ من النار عصابة تغزو الهند وعصابة تكون مع عيسىٰ بن مريم عليه السلام "حضور نبی کریم ﷺ کے غلام ثوبان سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میری امت کے دو لشکر ایسے ہیں جن کو اللہ نے دوزخ کی آگ سے بچالیا، ایک وہ لشکر جو ہندوستان پر حملہ کرے گا اور دوسرا وہ جو عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے ساتھ ہوگا"۔ ﴿سنن النسائی کتاب الجہاد، مسند احمد﴾

آپ نے ان احادیث کا مطالعہ فرمالیا، ان میں مسیح موعود کا حلیہ، نام، والدہ کا نام، مقام اور وقت نزول، آپ کے کارہائے نمایاں سب کے سب مذکور ہیں، خدا کی شان ملاحظہ ہو کہ یہ شخص مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، اس کا نام بھی عیسیٰ نہیں حالانکہ ہزاروں مسلمان اس نام کے موجود ہیں، اس کی والدہ کا نام بھی مریم

نہیں حالانکہ ہزاروں عورتیں اس نام کی بھی ہیں اور خود قادیان میں اس نام کی کئی لڑکیاں ہوں گی، صلیب کو توڑنا، خنزیر کو قتل کر کے عیسائیت کو نیست و نابود کرنا تو کجا میاں جی ساری عمر عیسائی حکومت کے جھولی چک بنے رہے اور اس کی خیرات پر پلتے رہے اور اس کی اسلام کش سرگرمیوں پر تعریف و توصیف کے قصیدے لکھتے رہے، اب بھی جو لوگ اسے مسیح موعود مانتے ہیں ان کی نادانی قابل افسوس ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو اپنا رسول بنایا اور پھر اس کی ذات پاک پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا وہ ہر چیز کو اچھی طرح جانتا ہے...... دنیا کے حالات ہزاروں پلٹے کھائیں، معاشی اور سیاسی میدانوں میں کتنے ہی انقلاب کیوں نہ برپا ہوں، ہر قوم کے لیے ہر زمانہ میں فلاح دارین کا راستہ دکھانے کے لیے اب کسی دوسرے نبی کی ضرورت نہیں، یوں نہیں ہے کہ سلسلہ نبوت بند کرنے کا فیصلہ کسی ایسی ہستی نے کیا ہو جو آنے والے حالات سے بے خبر ہے، مختلف قوموں اور ملکوں کی ضرورتوں سے ناواقف ہے بلکہ یہ فیصلہ اس ذات والا صفات کا ہے جو کائنات کی ہر چیز سے واقف ہے اور ان تمام امور سے بھی باخبر ہے جن پر عالم انسانیت کی فلاح و بقا کا انحصار ہے اس لیے اس کے فیصلے اٹل ہیں، وہ منسوخ نہیں ہو سکتے، ان میں کسی ترمیم کی گنجائش نہیں۔

..........☆☆☆..........

مقام شہدائے احد رضی اللہ عنہم

✿...... حضور سرور کائنات ﷺ شہدائے احد کے مزارات کی زیارت کے لیے بھی تشریف لے جاتے تھے، حضرت ابو فروہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز آپ ﷺ تشریف لے گئے تو بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: اے اللہ! تو ہی عبادت کا مستحق ہے، بے شک تیرا یہ بندہ اور تیرا یہ رسول گواہی دیتا ہے کہ یہ جماعت فقط تیری رضا میں شہید ہوئی ہے، بعد ازاں فرمایا: جو شخص ان کی زیارت کے لیے آتا اور ان کی تحیت و سلام بجالاتا ہے تو یہ قیامت تک سلام کا جواب دیتے رہیں گے۔ ﴿مدارج النبوۃ: ۲/ ۲۳۵، حضور پیغمبر نور: ۲/ ۲۹۶﴾

✿...... حضور اکرم ﷺ جب بھی ان کی زیارت کے لیے تشریف لے جاتے تو فرماتے: "السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار" آپ ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم بھی اسی راہ پر گامزن رہے۔ ﴿دلائل النبوۃ: ۳/ ۳۰۶﴾ علاوہ ازیں حضرت ام سلمہ، حضرت فاطمہ زہرا، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ کرام بھی ان کی زیارت کے لیے تشریف لایا کرتے تھے۔ ﴿مدارج النبوۃ: ۲/ ۲۳۵، حضور پیغمبر نور: ۲/ ۲۹۶﴾

کلکی اوتار اور مرزا کے دعوے کا رد

محمد اسد رضوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انسان کی رشد و ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہر دور اور علاقے میں انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''وان من امة الا خلا فیھا نذیر '' اور کوئی قوم ایسی نہیں جس میں (اللہ کی طرف سے) کوئی ڈر سنانے والا نہ آیا ہو۔ ﴿سورۃ الفاطر﴾

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا: ''ولکل قوم ھاد '' اور ہر قوم کے لیے (اللہ کی طرف سے) ایک ہدایت دینے والا (بھیجا جا چکا) ہے۔ ﴿سورۃ الرعد﴾

ایک اور مقام پر فرمایا: ''ولقد بعثنا فی کل امة رسولا '' اور ہم نے یقیناً ہر قوم میں کوئی نہ کوئی رسول بھیجا ہے۔ ﴿سورۃ النحل﴾

انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اپنے وقت کے تقاضوں اور ضروریات کے مطابق اللہ تعالیٰ کا حکم پا کر مختلف علاقوں میں توحید و رسالت کا نور پھیلانے کے لیے سرگرم عمل رہے، انبیاء کرام علیہم السلام کی آمد کا یہ تسلسل سلسلہ نبوت کہلاتا ہے جو سرورِ انبیا، جناب احمد مجتبیٰ، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر آ کر اختتام پذیر ہو جاتا ہے، جیسا کہ فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

''انا خاتم النبیین لا نبی بعدی'' میں انبیاء کا آخر ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ ﴿متفق علیہ﴾

نہ رکھی گل کے جوش حسن نے گلشن میں جاں باقی
چٹکتا پھر کہاں غنچہ کوئی باغ رسالت کا

ان جملہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنے اپنے دور کے تقاضوں اور لوگوں کی ذہنی و فکری استعداد کو پیش نظر رکھ کر لوگوں کو راہ راست دکھائی اور مختلف علاقوں میں رہنے والوں کو ان کی اپنی زبان میں تبلیغ کی لہٰذا یہی وجہ ہے کہ آج مختلف ادیان کے ماخذ و مصادر کی زبان مختلف ہے اور یہی بنیادی اختلاف تمام ادیان کی ایکتا کو سمجھنے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے، اگر یہ اختلاف کسی حد تک ختم کر دیا جائے تو ہر دین، قرآن مجید، دین اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی کاملیت و اکملیت اور جامعیت کو تسلیم کرنے کا درس دیتا دکھائی دے گا، اس سلسلے میں یہودیت و

نصرانیت کے بعد "سناتن دھرم یعنی ہندوازم" بھی اپنا کردار ادا کرتا نظر آتا ہے، جی ہاں! دیگر ادیان کی طرح سناتن دھرم میں بھی نبوت کا بنیادی تصور موجود ہے اور بہت سے ہندو گیانی (علماء) اس تصور نبوت کو الوہیت سے جدا ایک مختلف حقیقت تسلیم کرتے ہیں، یہاں پر اختلاف صرف زبان کا آجاتا ہے کہ ہم خدا کے فرستادہ نفوس کو عربی، فارسی اور اردو میں نبی و رسول کہتے ہیں جبکہ سنسکرت میں ان کو "اوتار" کہا جاتا ہے، چنانچہ ڈاکٹر پنڈت وید پرکاش آپادھیائے لکھتے ہیں:

> **"The word "avthar" means coming to the globe earth. The meaning of the words "Eshwar Ka Avthar" is to take birth of a Mahatama to communication the message to all."** (Kalki avthar & Muhammad Saheb:30)

"لفظ اوتار کا مطلب ہے کہ کرہ ارض پر آنا، ایشور کا اوتار الفاظ کا مطلب ہے سب کو پیغام پہنچانے والا مہاتما یعنی عظیم روح کا کرہ ارض پر پیدا ہونا"۔ ﴿کلکی اوتار اور محمد صاحب:۳۰﴾

مذکورہ بالا تعریف سے واضح ہو جاتا ہے کہ نبوت و رسالت کے متعلق جو بھی بنیادی عقیدہ اور نظریہ مسلمانوں میں رائج ہے بالفاظ دیگر وہی عقیدہ و نظریہ سناتن دھرم میں بھی موجود ہے، لطف کی بات یہ ہے کہ سناتن دھرم کے چوٹی کے علماء آخری اوتار بالفاظ دیگر ختم نبوت کا عقیدہ رکھتے ہیں اور آخری اوتار سے مراد نبی محتشم جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی مراد لیتے ہیں، مگر یہاں بھی اپنے دیگر متعدد دعووں کے سلسلے میں مرزا غلام احمد قادیانی دعویٰ کرنے سے باز نہیں آتا اور اُس آخری اوتار سے مراد اپنی ذات کو لیتا ہے، چنانچہ لکھتا ہے:

"خدا نے مجھے مسلمانوں اور عیسائیوں کے لیے مسیح موعود کر کے بھیجا ہے اور ایسے ہی ہندوؤں کے لیے بطور "اوتار" کے ہوں"۔ ﴿لیکچر سیالکوٹ:۲۶، روحانی خزائن:۲۰/ ۲۲۸﴾ مزید لکھتا ہے: "خدا کا وعدہ تھا کہ آخری زمانے میں اس کا بروز یعنی "اوتار" پیدا کرے، سو یہ وعدہ میرے ظہور سے پورا ہوا"۔ ﴿لیکچر سیالکوٹ:۲۷، روحانی خزائن:۲۰/ ۲۲۷﴾

مرزا قادیانی نے اپنی روش غارت گری کو بحال رکھتے ہوئے انتہائی نفیس موضوع کو بھی محل اختلافات اور موجب بحث بنا دیا ہے، تاہم انصاف پسندی کا تقاضا یہ ہے کہ اس سارے موضوع پر سناتن دھرم کے علماء کی آراء سے استدلال کو لے لیا جائے اور پھر ان آراء اور استدلال کے تناظر میں اس کا تعین کیا جائے کہ آخری اوتار سے مراد

کون ہے؟ تا کہ حق واضح ہو جائے اور باطل کا بطلان ثابت ہو جائے، یہ بات پیش نظر رہے کہ اوتار کے متعلق کسی مسلمان کی ذاتی رائے ایک ظن وتخمین سے زیادہ کچھ حیثیت رکھے گی اور نہ ہی مرزا قادیانی کی رائے اہمیت کی حامل ہے کیونکہ اس موضوع کو سمجھنے کے لیے سنسکرت کا علم اور پرانوں اور ویدوں کا فہم درکار ہے اتنا نہ تو مسلمان علماء کے پاس ہے اور نہ ہی مرزا قادیانی کے پاس، لہذا یہاں مسلمانوں اور مرزا قادیانی کے دلائل پر بحث کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی، بلا شبہ اس موضوع کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس مسئلہ میں ان علماء کی آراء کو سامنے رکھا جائے جو سناتن دھرم کے پیروکار ہیں اور جن کے پاس سنسکرت کے ساتھ ساتھ ویدوں اور پرانوں کا علم وفہم ہے اور اس کی تدریس میں ایک طویل تجربہ بھی رکھتے ہیں کیونکہ ان کی رائے ہی فی الحقیقت جانب داری اور تعصب سے پاک ہوسکتی ہے، اس ضمن میں ڈاکٹر پنڈت وید پرکاش آپادھیائے کی رائے انتہائی اہم ہے جو الہ آباد یونیورسٹی میں سنسکرت کے پروفیسر ہیں، جن کے انقلابی مقالے ''کلکی اوتار اور محمد صاحب'' پر مشہور زمانہ نومعتبر پنڈتوں نے مہر تصدیق ثبت کی ہے لہذا وہ اوتار کی تعریف کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں:

> "Eshwar ka Avthar" the word "ka" is the word which shows the relationship with God acquires the place of 'avthar'. Who is related to God? He is related to God who obeys him. In rigved such person is called 'keri' the meaning of the word 'keri' in Hindi is "one who praises God" and this in Arabic "Mohammad".

''ایشور کا اوتار'' میں لفظ ''کا'' تعلق ہونے کی علامت ہے چنانچہ خدا سے تعلق رکھنے والے شخص کا 'اوتار' کی حیثیت حاصل کر لینا بالکل واضح ہے، خدا سے تعلق رکھنے والا کون؟ یہ تعلق رکھنے والا وہی ہے جو اس کا بندہ ہے، رگ وید میں ایسے کو کیری کہا جاتا ہے، لفظ کیری کے ہندی میں معنی خدا کی تعریف کرنے والا ہوتے ہیں اور اس کو عربی میں 'محمد' کہتے ہیں''۔ ﴿کلکی اوتار اور محمد صاحب: ۳۰﴾

یہاں پر ایک شبہ پیدا ہونے کا احتمال تھا کہ جب ''کیری'' کا مطلب ''خدا کی تعریف کرنے والا ہے'' تو کیا وہ ہر شخص جو خدا کی تعریف کرتا ہے کیا وہ ''کیری'' ہوسکتا ہے؟ اس کا جواب ڈاکٹر صاحب یوں دیتے ہیں:

> "The word "Muhammad" or "keri" is particularly meant for the person who specially praises God the word coined for the particular person becomes his

symbol or identity. Hazrat Adam (PBUH) also praised God but his name was not Muhammad. So, the conclusion is that every person who is related to God and praise him cannot be 'keri".

''خدا کی خصوصی تعریف کرنے والے کے لیے ہی لفظ ''کیری'' یا ''محمد'' مختص ہو گیا ہے، تو جس کے لیے جو لفظ مختص ہو جاتا ہے اسی سے اس کی شناخت بن جاتی ہے، حضرت آدم علیہ السلام بھی تو خدا کی تعریف کرنے والے ہی ہیں لیکن ان کا نام محمد نہیں ہوا، نتیجہ یہ نکلا کہ خدا سے تعلق رکھنے والا اور اس کی تعریف کرنے والا ہر شخص ''کیری'' نہیں ہو سکتا''۔ ﴿کلکی اوتار اور محمد صاحب:۳۰﴾

سناتن دھرم کے علماء کی معتبر آراء اور استدلال سے اس بات کا تعین ہو جاتا ہے کہ آخری اوتار سے مراد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہے نہ کہ مرزا قادیانی کی جو بزعم خویش اور بخانہ خویش اوتار بنا بیٹھا تھا، مزید یہ کہ جب اس تخصیص میں سیدنا آدم علیہ السلام شامل نہیں ہیں تو ایک کذاب اور دجال کیونکر ایسا دعویٰ کرنے کا اہل ہو سکتا ہے؟ اس استدلال کو بلاشبہ جانبداری اور تعصب سے پاک ہونے کا نمونہ قرار دیا جا سکتا ہے کیونکہ ڈاکٹر صاحب کا تعلق نہ مسلمانوں سے ہے اور نہ مرزا قادیانی سے کوئی بغض، اس لیے ان کی آزادرائے اور آزاد استدلال سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ بلاشبہ آخری اوتار جسے آنا تھا وہ رسول اللہ ﷺ کی ذات والا صفات ہے۔

مشہور زمانہ پنڈتوں کی تصدیق:

یاد رہے کہ ڈاکٹر پنڈت وید پرکاش آپادھیائے کے اس استدلال پر (کہ آخری اوتار یعنی کلکی اوتار سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں) دس معتبر پنڈتوں اور اسکالرز نے اس کے درست ہونے پر مہر تصدیق ثبت کی ہے، جن کے نام مع قابلیت درج ذیل ہیں:

① ......ڈاکٹر گووند کوی راج (ایم اے، ایم اے ایم ایس، ایچ ایم ڈی، پی ایچ ڈی)

② ...... پروفیسر بھدر گا آچاریہ (ویدرتن، ہندی ساہتیہ رتن، ویدانت شاستری (انگریزی ساہتیہ) پروفیسر آف وارناسی سنسکرت یونیورسٹی، پرنسپل نیپالی سنسکرت یونیورسٹی وارناسی)

③ ......ڈاکٹر شری گوپال چند مشر (ایم اے، پی ایچ ڈی، دھرم شاستر آچاریہ، ویدآچاریہ، وید وبھاگ ادھکیش، سنسکرت یونیورسٹی وارناسی)

④ ......ایس پی چتر ویدی (ایم اے سنسکرت وید، دیاکرن آچاریہ، سابق صدر شعبہ سنسکرت پریاگ یونیورسٹی)

⑤...... پنڈت شری اشوک تیواری

⑥...... شری رام بھون مشرا، ضلع بھوج کوال ہوا، مرزاپور (یوپی)

⑦...... شری اندر جیت شکلا

⑧...... ڈاکٹر رام سہائے مشرا، شاستری بہادر گنج الہ آباد

⑨...... پنڈت رام بہادر مشرا، لوگاواں، بھی یادو، الہ آباد

⑩...... اشوک کمار جیسوال، رکن سارسوت: پریاگ مجلس عامہ سارسو ویدانت پرکاش سنگھ الہ آباد یوپی

مذکورہ بالا دس ناموراور معتبر علمائے ہنادکہ کی مہر تصدیق اور ڈاکٹر وید پرکاش آپادھیائے کی تحریر دراصل وہ گیارہ تازیانے ہیں جو مرزا قادیانی اور اس کے پیروکاروں کے لیے نشان عبرت ہیں، یہ بات قابل غور ہے کہ جن کی یہ کتاب ہے وہ شاستری آچاریہ اور پنڈت ہو کر کلکی اوتار سے مراد جناب محمد مصطفےٰ ﷺ کو لے رہے ہیں جبکہ اس منظر میں کوئی معمولی سا پنڈت بھی مرزا قادیانی کی ہمنوائی اور حمایت کے لیے کھڑا نہیں ہے، اس بنیاد پر مرزا قادیانی کے دعوے کی کوئی حقیقت نہیں رہتی، کیونکہ جس دعویٰ پر دلائل وشواہد اور گواہان نہ ہوں وہ ناقابل التفات ہے، اس لیے کہ اس میں جھوٹ، دروغ گوئی اور دجل وفریب شامل ہوتا ہے۔

انصاف پسندی پر مبنی تقابل:

کلکی اوتار کے متعلق پیشگوئیوں کے تناظر میں اگر ڈاکٹر وید پرکاش آپادھیائے کا استدلال اور مرزا قادیانی کی زندگی کا تقابل کیا جائے تو حقیقت کا چہرہ مزید کھل کر سامنے آجائے گا اور مرزا قادیانی اپنے دیگر دعووں کی طرح اس دعوے میں بھی ریت کی دیوار پر کھڑا نظر آتا ہے چنانچہ درج ذیل نکات پر اس تجزیاتی تقابل کو حقیقت پسند جائزے کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے:

گھڑسواری اور تیغ زنی:

ڈاکٹر وید پرکاش آپادھیائے کلکی اوتار کے متعلق پیشگوئی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"Kalki will ride a horse given by God and will eliminate the rogues with sword. The God's gift this horse will be best".

کلکی خدا کے عطا کردہ گھوڑے پر سواری کرے گا اور تلوار سے سرکشوں کا صفایا کرے گا، خدا کا عطا کردہ گھوڑا بہترین رہے گا۔ ﴿کلکی اوتار اور محمد صاحب:۲۸،۲۹﴾

اس سے معلوم ہوا کہ سناتن دھرم کے مطابق آخری اوتار گھڑ سوار ہوگا، تلوار اور گھوڑے کا دور تو گزر چکا ہے، اب تو جیٹ طیاروں اور ایٹمی ہتھیاروں کا دور ہے، آخری اوتار کا دور آج سے پہلے ہی ثابت ہو چکا ہے، محمد (ﷺ) صاحب کو بھی فرشتوں کے ذریعے گھوڑا ملا تھا جس کا نام ''براق'' تھا، اس پر سوار ہو کر محمد (ﷺ) صاحب نے آسمانوں کی سیر کی تھی، ان کے ساتھ گھوڑے تھے، انس نے کہا کہ میں نے محمد (ﷺ) صاحب کو دیکھا کہ گھوڑے پر سوار تھے اور گلے میں تلوار لٹکی ہوئی تھی ذوالفقار نام کی تلوار اور قلعی نام والی تلوار۔ ﴿ایضا﴾

مذکورہ بالا استدلال سے یہ ثابت ہوا کہ کلکی اوتار کی دو بڑی نشانیاں ہیں ایک گھڑ سواری ردوسری تلوار زنی، یہ نشانیاں بقول ڈاکٹر صاحب کے سید کائنات جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات پر صادق آتی ہیں، کہ آپ ﷺ گھڑ سواری بھی کیا کرتے تھے اور تلوار زنی بھی، اب اگر اس سارے منظر میں مرزا قادیانی کا کردار دیکھیں تو وہ بالکل برعکس نظر آئے گا، چنانچہ مرزا قادیانی لکھتا ہے:

''میں اس بات کا مخالف ہوں کہ دین کے لیے تلوار اٹھائی جائے اور مذہب کے لیے خدا کے بندوں کے خون کیے جائیں''۔ ﴿اربعین نمبر۱:۱﴾

اس سے پتا چلا کہ مرزا قادیانی نہ تلوار زنی پسند کرتا تھا اور نہ اسے جائز سمجھتا تھا بلکہ اس کے خلاف تھا جبکہ کلکی اوتار کی تو یہ نشانی ہے کہ وہ تلوار سے سرکشوں کا صفایا کرے گا مگر مرزا قادیانی تلوار کے استعمال کے بھی خلاف ہے اور سرکشوں کا صفایا کرنے کے بھی لہذا کسی طور پر بھی یہ نشانی مرزا قادیانی میں نہیں پائی جاتی اور ہمیشہ کی طرح وہ یہاں بھی جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔

کلکی اوتار کی جائے پیدائش:

کلکی کا مقام شمبھل ہوگا اور وہ وہاں کے پروہت کے یہاں پیدا ہونگے، پروہت کا نام وشنویش ہوگا، لفظ شمبھل کے معنی ''پر سکون'' کرنا ہیں چنانچہ لفظ شمبھل کا معنی ہوگا ''امن کا گھر'' اور مکہ معظمہ کو عربی میں دارالامان بھی کہا جاتا ہے جس کے معنی ہیں ''امن کا گھر''۔ ﴿کلکی اوتار اور محمد صاحب:۳۶﴾

جبکہ مرزا قادیانی بھارت کے ضلع گرداسپور کے ایک شہر قادیان میں پیدا ہوا اور اس شہر کا ابتدا میں اصل نام ''قاضی آباد'' تھا، وقت کے ساتھ نام بدل کر ''قاضی ماجھی'' ہوا، پھر صرف ''قاضی'' اور ''قادی'' اور بالآخر قادیان بن گیا، لہذا اس معیار پر بھی مرزا قادیانی فیل ہو گیا اور کامل و اکمل طور پر یہ معیار ذات رسالت مآب ﷺ پر صادق آتا ہے۔

کلکی اوتار کے والدین کے نام:

کلکی اوتار کی والدہ کا نام کلک پران میں سمتی (سوم وتی) آیا ہے، جس کے معنی ہیں ''امن پسند اور نرم کردار والی'' اور آمنہ نام کا بھی یہ مطلب ہے ''امن والی اور امن پسند'' جو کہ رسول اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی ہے اور والد کا نام ''وشنو یش'' آیا ہے، جو بہت پاکباز اور خدا کا عبادت گزار ہوگا، وشنو یش کا ترجمہ کیا جائے تو اس کا مطلب بنے کا خدا کی عبادت کرنے والا، اب اگر اس کا عربی میں ترجمہ کیا جائے تو بنے گا عبداللہ جو کہ رسول اللہ ﷺ کے والد گرامی کا اسم مبارک ہے، جبکہ مرزا قادیانی کی ماں کا نام چراغ بی بی اور وہ عرف گھسیٹی کے نام سے پکاری جاتی تھی اور باپ کا نام غلام مرتضی تھا، بس مرزا قادیانی اس معیار پر بھی پورا نہیں اترتا اور ہمیشہ کی طرح یہ معیار بھی رسول محتشم ﷺ کی ذات پر صادق آتا ہے۔

علم غیب:

بھاگوت پران کے مطابق کلکی اوتار علم غیب کی صفت سے متصف ہوگا، ڈاکٹر وید پرکاش آپادھیائے لکھتے ہیں: ''ماضی، حال اور مستقبل کی سب ہی باتیں بتانے کی محمد صاحب (ﷺ) مکمل صلاحیت رکھتے تھے'' اس ضمن میں مرزا قادیانی علم غیب تو درکنار وہ تو دن کی روشنی میں کھلی آنکھ سے بھی چیزوں میں امتیاز نہیں کرسکتا تھا چنانچہ بشیر احمد قادیانی لکھتا ہے: ''بعض اوقات کوئی دوست حضور کے لیے گرگابی (جوتا) ہدیتاً لاتا تو آپ بسا اوقات دایاں پاؤں، بائیں میں ڈال لیتے اور بایاں دائیں میں'' ۔﴿سیرت المہدی حصہ دوم:۵۸﴾

مذکورہ بالا پیشگوئی کے مطابق علم غیب کلکی اوتار کا خاصا اور صفت ہے اور مرزا قادیانی غیب تو درکنار، ظاہری علم سے بھی محروم تھا، لہذا اس معیار پر جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات صادق آتی ہے۔

فیاضی:

بھاگوت پران کے مطابق کلکی اوتار فیاض ہوگا، رسول اللہ ﷺ کس قدر فیاض تھے، اسکا اعتراف تو

مخالفین نے بھی کیا ہے، چنانچہ سر ولیم میور لکھتا ہے:

"Indeed outside the Prophet's house was a bench or gallery on which were walways to he found a number of poor, who lived entirely upon his generosity and hence were called the people of the bench".(The life of Muhammad by William Muir: 523)

"رسول اکرم ﷺ کے کاشانہ مبارک کے باہر ایک چبوترا یا نشست گاہ تھی جس پر ہمیشہ غرباء پائے جاتے تھے جو کامل طور پر آپ ﷺ کی فیاضی پر انحصار کرتے تھے اس لیے ان کو اصحاب چبوترا (صفہ) کہا جاتا ہے"۔

جبکہ مرزا قادیانی فیاضی جیسے جوہر سے بالکل خالی تھا اور غربا کی مدد کرنے کی بجائے ان سے چندے کے نام پر رقم بٹورتا تھا چنانچہ میاں محمود احمد قادیانی لکھتا ہے:

"لدھیانہ کا ایک شخص تھا جس نے ایک دفعہ مسجد میں مولوی محمد علی صاحب، خواجہ کمال الدین اور شیخ رحمت اللہ کے سامنے کہا کہ جماعت مقروض ہو کر اور اپنے بیوی بچوں کا پیٹ کاٹ کر چندہ بھیجتی ہے اور یہاں بیوی صاحبہ کے کپڑے اور زیورات بن جاتے ہیں"۔ ﴿اخبار الفضل: ۲۶/۳۰۰، ۲۱ اگست ۱۹۳۸ء﴾

ان جملہ دلائل کی روشنی میں یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ مرزا قادیانی کا دعویٰ محض ایک دعویٰ ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ کلکی اوتار کی کوئی ایک نشانی بھی مرزا قادیانی میں نہیں پائی جاتی اور نہ ہی کوئی پنڈت اس کی حمایت کے لیے تیار ہے، اس کے برعکس ہندو دھرم کے چوٹی کے علماء کلکی اوتار کی تمام نشانیوں کو جناب محمد رسول اللہ ﷺ میں موجود ہونے کے قائل ہیں کیونکہ درحقیقت آپ ﷺ کی ذات ہی تمام حقائق کی اصل اور عالم ایجاد کی روح ہے، تاجدار بریلی نے کیا خوب کہا ہے ۔

یہی ہے اصل عالم مادہ ایجاد خلقت کا
یہاں وحدت میں برپا ہے عجب ہنگامہ کثرت کا

............☆☆☆............

تحفظ ختم نبوت کی فضیلت واہمیت

محمد بدیع الزمان بھٹی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ختم نبوت دین اسلام میں انتہائی نازک مسئلہ ہے، یہ اسلام کی جان ہے، ختم نبوت دین کا ایک جزیا رکن نہیں بلکہ یہ اسلام کی بنیاد ہے، ختم نبوت فقط ایک مسئلہ نہیں بلکہ آبروئے مصطفےٰ ﷺ کا دوسرا نام ختم نبوت ہے، مقام مصطفےٰ ﷺ کا دوسرا نام ختم نبوت ہے، عظمت مصطفےٰ ﷺ کا دوسرا نام ختم نبوت ہے، ختم نبوت کی حفاظت کائنات کی اصل اور ایمان کی جان ہے، ختم نبوت کی حفاظت جنت کا آسان ترین راستہ ہے، ختم نبوت کی حفاظت دین کی مکمل حفاظت ہے، ختم نبوت کی حفاظت کا عمل مسجد نبوی یا بیت المقدس میں لیلۃ القدر کو ساری رات عبادت کرنے سے افضل ہے، ختم نبوت کی حفاظت کرنے والا اگرچہ گناہوں کی دلدل میں پھنسا ہوا بھی ہو تو رحمت خاتم النبیین ﷺ کے صدقے جنت کا حقدار ہوتا ہے، ختم نبوت کی حفاظت کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی نچھاور ہوتی ہے، ختم نبوت کی حفاظت کرنے والا پیارے آقا ﷺ کی نظر رحمت میں رہتا ہے، ختم نبوت کی حفاظت کرنے والے پر حضور اکرم ﷺ کا دست شفقت ہوتا ہے، کسی صاحب حال اور صاحب نظر بزرگ نے کیا خوب کہا: اگر ہمیں ختم نبوت کے اجر وثواب کا پتا چل جائے تو خوشی سے ہمارے دل ودماغ پھٹ جائیں، اگر کسی قاری کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو جائے کہ تحفظ ختم نبوت کی فضیلت میں یہ تحریر بس ایک الفاظ کی مالا ہے اس میں کسی حدیث کی سند تو موجود نہیں، جناب عرض ہے کہ یہ الفاظ احادیث مبارکہ کے مفہوم سے اخذ کیے گئے ہیں تو لیجیے چند احادیث مبارکہ ملاحظہ کیجیے:

- ......حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں اگر تین راتیں مسلمانوں کے مرکز کی چوکیداری میں گزاردوں یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے کہ مجھے مسجد نبوی یا بیت المقدس کی رات مل جائے۔

اگر مسلمانوں کے مرکز کی چوکیداری کا یہ مقام ہے تو آمنہ رضی اللہ عنہا کے لال پیغمبر اعظم ﷺ کی ختم نبوت کی حفاظت کا کیا مقام ہوگا؟

- ......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے میں نے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: دو

قسم کی آنکھیں ہیں کہ جن کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی، ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئی اور دوسری وہ آنکھ جس نے رات اللہ تعالیٰ کے راستے میں چوکیداری میں گزار دی۔

اندازہ فرمائیں جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں چوکیداری میں رات گزاری ہو اس کی آنکھیں جہنم میں نہیں جائیں گی تو جن آنکھوں نے اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کی ختم نبوت کے لیے راتوں کو جاگ کر مرزائی ملعونوں، کذابوں، دجالوں کا محاسبہ کر کے ناموس رسالت ﷺ کی چوکیداری کی ہو وہ آنکھیں بھلا کیسے جہنم میں جائیں گی۔

⭘......حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے راستے میں ایک گھڑی گزارنا ۷۰ سال کی عبادت سے افضل ہے، اگر اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک گھڑی گزارنے کا یہ مقام ہے تو اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کی عزت و ناموس کی حفاظت میں گھڑی گزارنا تو بدرجہ اولیٰ افضل ہوگا۔

⭘......حضرت ابن عائذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک دفعہ ایک شخص کی نماز جنازہ میں تشریف لائے، جب جنازہ پڑھانے کے لیے رکھا گیا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھائیں کیونکہ یہ ایک فاسق و فاجر آدمی تھا، یہ سن کر نبی کریم ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر پوچھنے لگے کہ کسی نے اس شخص کو اسلام کے کسی عمل پر دیکھا ہے، اس پر ایک شخص نے جواب دیا کہ ہاں یا رسول اللہ ﷺ اس شخص نے ایک رات جہاد فی سبیل اللہ میں (مدینہ کی سرحد) کا پہرہ دیا تھا۔

پس رسول اللہ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھا دی اور خود اپنے دست مبارک سے اس کی قبر پر مٹی ڈال دی اور پھر (اس کو مخاطب کر کے) فرمایا کہ تیرے ساتھی خیال کرتے ہیں کہ تو دوزخیوں میں سے ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو اہل جنت میں سے ہے۔ ﴿بیہقی شریف﴾

اندازہ فرمائیے! جس نے مدینے کی سرحد کا ایک رات پہرہ دیا اگرچہ اس کے فاسق و فاجر ہونے کی گواہی بھی مل رہی ہے مگر نبی کریم ﷺ نے نہ صرف اس کی نماز جنازہ پڑھائی بلکہ اس کے جنتی ہونے کی بشارت عطا فرمائی، غور تو کیجئے پھر اس محبوب کریم ﷺ کی عزت و ناموس اور ختم نبوت کی حفاظت کرنے کا کیا درجہ و مقام ہوگا۔

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم ﷺ سے نہایت درجہ کی عقیدت و محبت رکھتی تھیں، آقا ﷺ بھی ان پر

بڑی شفقت فرماتے تھے، جنگ احد میں حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر حضرت زید بن عاصم رضی اللہ عنہ اور اپنے دو بیٹوں عمار رضی اللہ عنہ اور عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ جنگ میں شریک ہوئیں، حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا اور ان کے خاندان کی شجاعت و بہادری اور جانثاری دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت ان کے لیے، ان کے شوہر کے لیے اور ان کے دونوں بیٹوں کے لیے دعا کی (اے اللہ ان سب کو جنت میں میرا رفیق بنادے) ام عمارہ رضی اللہ عنہا زندگی بھر یہ بات علی الاعلان کرتی تھیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کے بعد میرے لیے دنیا کی بڑی بڑی مصیبت بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتی، جو عزت وناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا پہرہ دیتے ہوئے دشمنان اسلام سے لڑتا ہے، اسے پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا عظیم تحفہ نصیب ہوتا ہے، کسی صاحب حال بزرگ نے کیا خوب کہا کہ جو تحفظ ختم نبوت کا کام کرتا ہے اس کے لیے گنبد خضریٰ سے دعا آتی ہے، سوچیے! جسے صاحب گنبد خضریٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا نصیب ہو جائے بھلا اسے کسی چیز کی کمی رہ سکتی ہے۔

ایک دن مکہ میں ایک افسوس ناک خبر پھیل گئی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین نے گرفتار کرلیا ہے اور کچھ کا کہنا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیا گیا ہے، بنو ہاشم سخت غیظ وغضب کے عالم میں تھے، ابھی کوئی قدم اٹھانے کے بارے میں سوچ ہی رہے تھے کہ نوعمر زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ (رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے فرزند) کے کانوں میں بھی یہ خبر پڑ گئی، اس سولہ سالہ کشیدہ قامت اور قوی الجثہ نوجوان کو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت تھی، یہ خبر سنتے ہی تڑپ کر اٹھا، کھونٹی سے تلوار اتار کر اس کا نیام زمین پر پھینک دیا اور شمشیر بکف مکہ کی گلیوں میں کود گیا، اس کا رخ مکہ کے بالائی حصے میں واقع سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاشانہ اقدس کی جانب تھا، اس وقت جوش وغضب سے اس کا چہرہ تمتما رہا تھا، وہ نہایت تیزی سے گلیاں طے کر رہا تھا، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، زبیر خیریت تو ہے اس وقت برہنہ شمشیر لے کر کدھر کا ارادہ ہے، زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں نے سنا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں نے شہید کر دیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: زبیر رضی اللہ عنہ اگر ایسا ہو جاتا تو تم کیا کرتے؟ زبیر رضی اللہ عنہ نے بے ساختہ عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی قسم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے لڑتا اور مکہ کی گلیاں کفار کے خون سے رنگین کر دیتا، اس کا جواب سن کر رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر دیا اور اپنی مزمل کی چادر مبارک زبیر رضی اللہ عنہ کو تحفے میں دی اور تلوار کو بھی دعا دی جو رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس کے تحفظ میں بلند ہوئی، اتنے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض

کی: یارسول ﷺ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ زبیر رضی اللہ عنہ کو بھی میرا سلام ہو۔

جنگ احد میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے سرورِ عالم ﷺ کو مشرکین کے حملوں سے بچانے کے لیے جان لڑادی، آپ کی صاحبزادی عائشہ بنت سعد رضی اللہ عنہا اس دن کے بارے میں آپ سے روایت کرتی ہیں، وہ خود بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے مجھے اپنے سامنے بٹھالیا اور میں دشمن پر تیر چلانے لگا جب میں کوئی تیر چلاتا تو کہتا: اے اللہ! یہ تیرا تیر ہے، اسے اپنے دشمن کے سینے میں پیوست کر، میں یہ کہتا تو حضور اکرم ﷺ فرماتے: اے اللہ! سعد کی دعا قبول فرما، اے اللہ! سعد کا تیر نشانہ پر لگے، واہ سعد تیر چلاؤ، میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔﴿بخاری شریف﴾ میں جب بھی تیر چلاتا، حضور ﷺ مجھے اس دعا سے سرفراز فرماتے، جب میرے ترکش کے تیر ختم ہو گئے تو سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنے ترکش کے تیر نکال کر میرے سامنے بکھیر دیئے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز محض اس لیے حاصل تھا کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے دشمنوں کے خلاف آپ ﷺ کا دفاع کیا تھا، قدرت کا یہ انعام آج بھی ہر اس شخص کو ملتا ہے، جو آپ ﷺ کے دشمنوں کے خلاف برسرِ پیکار ہو کر ختم نبوت کی حفاظت کرتا ہے، دانشور لوگ کہتے ہیں کہ ہیرے کی قدر جوہری کو ہوتی ہے اور نیکی کی قدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو، ایک دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کرنے لگے: اے امیر المومنین! مجھ سے ایک سودا کرلو، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کون سا سودا؟ عرض کیا میری ساری زندگی کی نیکیاں (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقات، خیرات، ہجرت، جہاد، نوافل) لے لو اور مجھے دو نیکیاں دے دو، نیکیوں کا سودا کرنے والا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کون ہے، جس کی نیکیوں کے بارے میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ میرے عمر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر ہیں، نیکیوں کا سودا کرنے والا وہ عمر رضی اللہ عنہ جس کے بارے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عمر کی زبان پر حق بولتا ہے، عمر رضی اللہ عنہ کے سائے سے شیطان پناہ مانگتا ہے، وہ عمر رضی اللہ عنہ جو مرادِ رسول ﷺ ہے، وہ عمر بن خطاب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نیکیوں کا سودا کر رہا ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، بھائی عمر کون سی دو نیکیاں؟ جواب دیا ایک کا تعلق دن سے ہے اور دوسری کا تعلق رات سے، فرمایا: رات کی کونسی نیکی اور دن کی کونسی؟ عرض کیا رات کی نیکی وہ جب غارِ ثور میں پیارے نبی کریم ﷺ کی حفاظت کی تھی اور دن کی نیکی وہ جب مسیلمہ کذاب نے دعویٰ نبوت کیا تو آپ نے اس کے قتل کے لیے حضرت خالد بن

ولید رضی اللہ عنہ کے لشکر کو روانہ کیا، مفسرین فرماتے ہیں کہ ان دونوں نیکیوں کا تعلق نہ نماز سے، نہ روزہ سے، نہ حج سے، نہ زکوۃ سے بلکہ کسی بھی ظاہری عبادت سے نہیں، ان دونوں نیکیوں کا تعلق صرف اور صرف ذات مصطفےٰ ﷺ سے ہے، غار ثور میں ذات مصطفےٰ ﷺ کی حفاظت ہوئی اور میدان یمامہ میں مسیلمہ کذاب کا قتل کروا کے ختم نبوت کی حفاظت ہوئی تو گویا حضرت عمر رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان دو نیکیوں کی وجہ سے پوری امت میں افضل ہے، حضرت پیر سید مہر علی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ جوانی میں علم دین حاصل کر کے حج کے لیے روانہ ہوئے تو دل میں یہ ارادہ کیا کہ باقی ساری عمر دیار رسول ﷺ مدینہ منورہ میں بسر کروں گا، آپ فرماتے ہیں کہ ایک دن مجھے خواب میں پیارے آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بیٹا مہر علی! ہندوستان میں مرزا غلام احمد قادیانی تعویلات کی قینچی سے میری احادیث کتر رہا ہے، تم میرے قدموں میں بیٹھے ہو، جاؤ جا کر اس کا محاسبہ کرو"۔

یاد رہے کہ شریعت کا کلیہ ہے کہ نبی کے سامنے جب دو نیکیاں ہوں تو نبی چھوٹی نیکی کا حکم نہیں دیتا بلکہ بڑی نیکی کا حکم دیتا ہے، سید مہر علی رحمۃ اللہ علیہ مسجد نبوی شریف میں تھے، جب خواب میں ارشاد ہوا، یہ بھی یاد رہے کہ مسجد نبوی میں ایک نماز پڑھنے سے ۵۰ ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے، روضہ رسول اکرم ﷺ اور منبر رسول ﷺ کے درمیان والی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، جس نے ریاض الجنۃ میں نفل پڑھے گویا اس نے جنت میں نفل پڑھے، جو ریاض الجنۃ میں بیٹھا گویا وہ جنت میں بیٹھا اور پھر روضہ رسول اکرم ﷺ کہ جہاں ہر وقت ہر لحہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتوں کا نزول ہوتا ہے، اس مقدس جگہ اور معطر ماحول میں درود و سلام کے گلدستے پیش کرنا کتنا بڑا ثواب ہے، یقیناً انسان کی عقل اس کا احاطہ نہیں کر سکتی، ایک طرف یہ انمول نیکیاں، انمول خزینے ہیں اور دوسری طرف سرور دو عالم ﷺ کا خواب میں پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو ارشاد فرمانا کہ ہندوستان جا کر مرزا قادیانی کا محاسبہ کرو، اس بات کا بین ثبوت ہے کہ مسجد نبوی شریف میں بیٹھ کر عبادت کرنے سے ختم نبوت کی حفاظت کا کام کرنا افضل و اعلیٰ ہے۔

............☆☆☆............

ظہور ختم نبوت سے پہلے

مختلف تہذیبوں کا مطالعہ

(غلام مصطفےٰ امجدی نوری)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

"تہذیب" عربی زبان کا لفظ ہے، جب کہا جاتا ہے "هَذَّبَهٗ" تو اس کا مطلب ہے "اَصْلَحَهٗ" یعنی اس کی اصلاح کی، اس کو درست کیا تو گویا تہذیب کا معنیٰ ہے کسی درخت یا مضمون یا قانون کو درست کرنا، اصطلاح میں اس لفظ کے بہت وسیع معانی پائے جاتے ہیں، یعنی عقیدے، ارادے، خیال، عادت، رسم و رواج، معاشرت، معیشت، تمدن، صنعت و حرفت، سیاست، زبان و ادب وغیرہ کی اصلاح کرنا، گویا انسانی زندگی کے تمام شعبوں کی درستگی کا نام "تہذیب" ہے، جناب سر سید نے لکھا ہے:

"جب ایک گروہ انسانوں کا کسی جگہ اکٹھا ہو کر بستا ہے تو اکثر ان کی ضرورتیں اور ان کی حاجتیں، ان کی غذائیں اور ان کی پوشاکیں، ان کی معلومات اور ان کے خیالات، ان کی مسرت کی باتیں اور ان کی نفرت کی چیزیں سب یکساں ہوتی ہیں اور اسی لیے برائی اور اچھائی کے خیالات بھی یکساں ہوتے ہیں اور برائی کو اچھائی سے تبدیل کرنے کی خواہش بھی ایک سی ہوتی ہے اور یہی مجموعی خواہش تبادلہ یا مجموعی خواہش سے وہ تبادلہ اس قوم یا گروہ کی سولزیشن (تہذیب) ہے"۔ ﴿مقالات:۴/۳﴾

اس سے ملتا جلتا لفظ تمدن بھی ہے جسکا مادہ مدن ہے، اس کا معنیٰ ہے جگہ اور بستی وغیرہ، اصطلاح میں تمدن باہمی زندگی گزارنے کا نام ہے، جس میں انسانی حقوق و فرائض، شخصی اور اجتماعی آزادی کے متعلق قوانین اور اخلاقی و معاملاتی اصول کو مدنظر رکھا جاتا ہے، علمائے عمرانیات نے اس کی کئی اقسام بیان کی ہیں، مثلاً الہامی تمدن، حسی تمدن، عقلی تمدن، اشراقی تمدن وغیرہ، پھر آگے تمدن کی ارتقائی صورتیں بیان کی ہیں، پہلی صورت اس دور سے متعلق ہے جس میں انسان وحشی پن کا شکار تھا، اس میں انسان نے آگ جلانے کا طریقہ سیکھا، پھر ارتقائی سفر کرتے ہوئے تیر کمان کی ایجاد تک پہنچ گیا، اس کے بعد دوسری صورت بربریت کی سامنے آئی، اس دور میں اس نے برتن بنائے، جانوروں کو سدھایا، اینٹ اور پتھر کے گھر تعمیر کیے، اس دور کا انجام لوہے کے اوزاروں اور مختلف دھاتوں سے بنائی گئی چیزوں پر ہوا، بعد ازاں تمدن کی تیسری صورت "تہذیب" کی سامنے آئے، اس میں انسان نے حکومت و ریاست کے ضابطے وضع کیے، حروف تہجی کا علم ایجاد کیا، اس دور کے ارتقائی سفر میں بادشاہت اور پھر جمہوری اور شورائی طرز حکومت کا نام تاریخ کی زینت بنتا ہے، گویا تمدن کا آخری درجہ "تہذیب" کہلاتا ہے، تہذیب اور تمدن سے ملتا جلتا لفظ "ثقافت" ہے، اسکا معنیٰ ہے کسی چیز کو پرکھنا اور کسی کام کو مہارت سے سرانجام

دینا، جناب پروفیسر غلام رسول نے لکھا ہے:

"ثقافت (CULTURE) سے مراد بڑے بڑے شہروں کا آباد کرنا، عالی شان عمارات کا تعمیر کرنا، چوڑی اور وسیع سڑکیں بنانا، موسیقی چنگ ورباب اور رقص وسرود کی محفلیں جمانا، عیش وعشرت کے سامان کا حصول نہیں بلکہ ثقافت سے مراد مخفی استعدادوں کی نشوونما ہے کیونکہ اس نشوونما میں ہی انسانی ترقی کا راز مضمر ہے، جس طرح کسی درخت کا ایک بیج ہوتا ہے، اس میں بالقوہ پھل، پھول، شاخیں، پتے وغیرہ موجود ہوتے ہیں، جب اس بیج کو مناسب آب وہوا اور زمین میسر آتی ہے اس بیج سے بالفعل پھل، پھول، شاخیں اور پتے نکل آتے ہیں، اس بیج کی زندگی ان مخفی استعدادوں کے ظہور سے ہے، اسی طرح انسان کی ترقی اس کی مخفی استعدادوں کی نشوونما سے ہے، جب وہ ظاہر ہوتی ہیں تو ثقافت کی تشکیل ہونا شروع ہو جاتی ہے"۔ ﴿اسلام کے کارہائے نمایاں:۶۹﴾

عمرانیات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ثقافت کی اصطلاح فکری ارتقا پر دلالت کرتی ہے، جبکہ تمدن معاشرتی ترقی کے بلند درجے کو ظاہر کرتا ہے، پہلی ایک داخلی کیفیت ہے جبکہ دوسرا خارجی دنیا میں اس کی عملیت کا نام ہے، فیضی نے لکھا ہے، کلچر (ثقافت) باطنی روح کا نام ہے اور تمدن خارجی مظہر ہے۔ ﴿اسلامک کلچر:۲۰﴾ اس سارے نظام کی اصلاح اور درستگی کا نام تہذیب ہے، اسی لیے اس اصلاح اور درستگی پر عمل پیرا انسان کو "مہذب" کہا جاتا ہے، تہذیب، تمدن اور ثقافت کے اس مختصر تعارف سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ان الفاظ اور اصطلاحات کی شرم وحیا دنیا کے کس مذہب اور تہذیب میں پائی جاتی ہے، عمرانیات میں تہذیب کے کچھ عناصر ترکیبی کا مطالعہ بھی کروایا جاتا ہے تاکہ اس کی ناکامی اور کامرانی کا اندازہ کیا جائے، وہ عناصر ترکیبی مندرجہ ذیل ہیں:

① ...... دنیاوی زندگی کے متعلق تصور اور اس میں انسان کا مقام کیا ہے۔

② ...... انسان کی منزل مقصود کیا ہے۔

③ ...... تہذیب کے عقائد ونظریات کیا ہیں۔

④ ...... کن اخلاق کو اپنانے اور کن اخلاق کو چھوڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔

⑤ ...... تہذیب کا اجتماعی نظام کیسا ہے۔

ان تمام عناصر ترکیبی کو مدنظر رکھ کر دیکھا جائے کہ کون سی تہذیب صحیح معنوں میں انسان کی دنیاوی زندگی کا معیاری تصور پیش کرتی ہے اور اس کے مقام کا تعین کرتی ہے، انسان کی منزل مقصود کی خبر دیتی ہے، حقیقت پر مبنی عقائد ونظریات بتاتی ہے، اچھے اور برے اخلاق سے روشناس کرواتی ہے اور انسان کے ایک فرد سے لے کر عالمی سطح تک کے اجتماعی نظام کا خاکہ مرتب کرتی ہے، اس سوال کا جواب بھی اسلام کی صورت میں میسر آتا ہے، حضور پیغمبر

نور ﷺ نے از سرِ نو مکمل اور احسن طریق پر نظام انسانیت کی عمارت کو تعمیر کیا اور ایسا ضابطہ حیات عطا کیا جس نے جان بلب انسانیت کو حیات نو بخشی اور لوگوں کو گمراہی اور ضلالت کی پر خطر وادیوں سے نکال کر صراط مستقیم پر گامزن کیا۔﴿اسلام کارہائے نمایاں:۹۸﴾۔

وہ دانائے سبل، ختم رسل، مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا

تہذیب، تمدن اور ثقافت کی مذکورہ تعریف اور تعارف کی روشنی میں حضور رسول آخر الزمان ﷺ کی آمد اور بعثت سے ماقبل دنیا کی مختلف تہذیبوں، تمدنوں اور ثقافتوں کا مطالعہ نہایت ضروری ہے تا کہ معلوم ہو کہ ان سے پہلے زمانہ کیا تھا اور انہوں نے زمانے میں کیا انقلاب برپا کیا، تہذیب وتمدن کے اعتبار سے پوری سرزمین کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

① ......مشرقی بحر روم کا نواحی علاقہ، اس علاقے میں مصر، عراق، شام، فلسطین، ایران اور عرب وغیرہ شامل ہیں، ان میں جس ملک کو طاقت ملتی وہ دوسرے ممالک پر اقتدار حاصل کر لیتا۔

② ......بحر ہند اور بحر عرب کا ملحقہ علاقہ، اس میں ہندوستان، چین اور تاتار وغیرہ شامل ہیں۔

③ ......امریکہ اور اس کے متعلقہ علاقے، ان کی تہذیب وتمدن کا علم پہلے علاقوں کی نسبت بہت کم معلوم ہے، اس مضمون میں زیادہ متذکرہ بالا دو علاقوں اور خطوں کی تہذیب وتمدن کے جملہ شعبوں اور پہلوؤں پر گفتگو کی جائے گی:

ایرانی تہذیب:

ایران اپنی قدیم تہذیب وتمدن کی بدولت بہت مشہور ہے، اس علاقے میں زرتشت پہلا مصلح ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا درس دیا، اس نے "کتاب ژند" رقم کی، وہ پانچ چھ سو سال قبل مسیح کے دور انیے میں آیا، بعد میں ایرانی قوم نے اس کی تعلیمات کو بگاڑ دیا، وحدانیت کی جگہ ثنویت آگئی، اس میں دو خداؤں کا تصور پیش کیا گیا، ایک خدائے خیر یعنی "یزدان" اور دوسرا خدائے شر یعنی "اہرمن" بعد ازاں خدا کی صفات واوصاف کی حامل سات ہستیوں کا تصور آگیا، ان سات ہستیوں میں سرفہرست "اہورامزدا" کی ہستی تھی جسکو پہلے خدائے واحد کی حیثیت سے پوجا گیا اور بعد میں اس کے بیٹے کی حیثیت سے آگ کی پرستش کی گئی، جب شرک کا سلسلہ چل نکلا تو پھر چاند، ستارے، سورج اور پانی وغیرہ کے دیوتے اور دیوتیاں انسانی تصورات پر قابض ہو گئیں اور عقیدہ اپنا لیا گیا کہ خدائے واحد یعنی "اہورامزدا" نظام کائنات کو چلانے کے لیے ان تمام دیوتاؤں اور دیویوں کا محتاج ہے، پھر مانی آیا تو اس نے عیسائیت اور مجوسیت کو ملا کر ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی، اس کی بنیادی تعلیم یہ تھی کہ انسان تارک الدنیا ہو جائے، جنگلوں میں نکل جائے، ترک ازواج کر کے انسانی نسل کے انقطاع کا باعث بنے تا کہ دنیا سے برائی ختم

کی جائے، پھر اس کے بالکل برعکس نظریات کا حامل شخص خراسان کے شہر نیشا پور سے اٹھا جس کا نام مزدک تھا، اس نے بتایا کہ دنیا کے تمام جھگڑے عورت، زمین اور مال و دولت کی وجہ سے ہیں، ان تینوں اشیاء پر شخصی ملکیت ختم کر دی جائے تو اختلاف ختم ہو سکتا ہے، لہذا جس طرح ہر انسان آگ، ہوا اور پانی وغیرہ سے یکساں متمتع ہو سکتا ہے اس طرح ہر مرد ہر عورت سے متمتع ہو سکتا ہے، اس طرح زمین اور مال و دولت میں یکساں اشتراک کو بیان کیا تا کہ اختلاف ختم ہو جائے، اس مزدکی اشتراکیت سے یہ نتیجہ پیدا ہوا کہ ایرانی معاشرہ ماں، بہن، بیٹی اور دیگر مقدس رشتوں کی حرمت سے بھی بیگانہ ہو گیا، اس نے باپ بیٹی اور بھائی بہن کی زوجیت کو جائز قرار دیا، ایک دوست کا دوسرے دوست کی بیوی سے تعلقات قائم کرنا جائز قرار دیا، اس ناپاک فلسفے سے عیاشی اور فحاشی کے وہ راستے کھلے کہ تہذیب وتمدن شرمندہ ہو گئے، پانچویں صدی عیسوی کے وسطی دورانیے میں ایک ایرانی بادشاہ یزدگرد نے اپنی حقیقی بیٹی سے شادی کی اور بعد میں اس کو قتل کر دیا۔ ﴿تاریخ عالم: ۸/۸۴﴾ اس طرح مشہور ہے کہ مزدک کے اس ناپاک فلسفے کے اثرات غالب آگئے تو کیقباد بادشاہ نے اس کی ارادت کی انتہا کر دی حتیٰ

کہ اپنی بیوی مادر ملکہ ایران کو مزدک کے حوالے کرنے پر راضی ہو گیا، نوشیروان نے اپنی ماں کی آبرو بچانے کے لیے اس کی منت سماجت کی اور کچھ مال و دولت کا لالچ دیا، بعد ازاں جب وہ تخت نشین ہوا تو اس نے فتنہ مزدکیت کو ختم کرنے کے لیے اہم کردار ادا کیا مگر پھر بھی اس کے پلید اثرات معاشرے میں برقرار رہے، مزدک سے بہت پہلے بھی ایرانی معاشرہ کچھ اتنا صاف نہیں تھا، مشہور ہے کہ ایک ایرانی بادشاہ بہمن نے اپنی بہن ہمائی (یا بروایت دیگر بیٹی خمانی) سے شادی کی اور اس سے دارا پیدا ہوا، جب بہمن مرنے لگا تو اس کی بہن یا بیٹی نے کہا کہ تمہارا بچہ جو میرے شکم میں ہے، اس کی تاج پوشی کرو اور اپنے تخت کا وارث بناؤ۔ ﴿تاریخ طبری: ۲/۴﴾ ایران میں اس قسم کی شادی کو ''خویذو گدس'' کہا جاتا اور اس کو انسان کے کبیرہ گناہوں کا کفارہ سمجھا جاتا، ایرانی تہذیب وتمدن میں معاشرتی شعبہ چار حصوں میں منقسم تھا، آذروان یعنی مذہبی طبقہ، ارتشتاران یعنی عسکری طبقہ، دبیران یعنی عاملین حکومت اور استر پوشان یعنی عام لوگ، ایران کا ہر قانون ان معاشرتی حصوں اور طبقوں کو سامنے رکھ کر بنایا جاتا تھا، پہلے تین طبقے تو عیش وعشرت کے رسیا تھے، عوام کو ذلت وخواری کا سامنا تھا، بالخصوص عام لوگوں کو حکومتی کاموں اور سرکاری دفتروں میں کوئی مقام حاصل نہیں تھا، وہ کسی امیر کی جائیداد کو خریدنے کا خیال بھی نہیں لا سکتا تھا، عوام میں عورت اور غلام کی حالت بہت قابل رحم تھی، بیویوں کی دو قسمیں تھیں، ''زن بادشائی ہا'' اور ''زن چگاری ہا'' پہلی قسم کی بیویوں اور ان کی اولادوں کو جائیداد سے حصہ دیا جاتا جبکہ دوسری قسم کی بیویوں اور ان کی اولادوں کو محروم رکھا جاتا، آپس میں لوگ بیویاں تبدیل بھی کر سکتے تھے، غلام اگر غلطی کرتا تو اس کے مالک کو اس کی زندگی ختم کرنے کا بھی اختیار حاصل تھا، زیادہ غلاموں کو رکھنا اپنی شان وشوکت کا سبب سمجھا جاتا تھا، غلاموں اور لونڈیوں کی خرید وفروخت عام

تھی، تیسری صدی عیسوی میں ایران کا رقبہ بہت وسیع علاقوں پر مشتمل تھا، یہ سلطنت بلوچستان، کچ، مکران، کرمان، غور، بامیان، ہندوکش، سیستان، زابلستان، خراسان، ماوراء النہر، رشت، اصفہان، مازندران، استر آباد، گرگان، فارس، لارستان، خورستان، افغانستان، کابلستان، پنجاب، کردستان، شیروان، بابل، موصل اور دیار بکر پر مشتمل تھی۔ ﴿دائرہ معارف اسلامیہ: ۳/۶۲۷﴾ اتنے بڑے رقبے پر ایک ہی مطلق العنان بادشاہ حکومت کرتا تھا، مختلف علاقوں میں اس کے نمائندے حاکم ہوتے جو اس کی بادشاہت کا تحفظ کرتے، بادشاہ کو خداؤں کا اوتار سمجھا جاتا، ساسانی خاندان کا بانی اردشیر تھا، اس نے عدل وانصاف کا درس دیا مگر اس کے اکثر جانشین ظلم وبربریت کے علم بردار ثابت ہوئے، ان کے تکبر کا یہ عالم تھا کہ اپنے اصل نام کے ساتھ خدائی القاب کا استعمال کرتے، مثلاً شاہ پور نے قیصر روم کے نام جو خط رقم کیا اس میں اپنے نام کے ساتھ "قرین سیارگان، برادر مہر و ماہ" کے القاب درج کیے، خسرو اول نوشیروان نے اپنے آپ کو "شہنشاہ ارجمند، ہم شکل خدایان، وجود ربانی" وغیرہ کے القابات دیئے ہیں، ان القاب سے ان کے وسیع اختیارات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، ان لوگوں نے مختلف طریقوں سے باقی تمام طبقات انسانی میں یہ چیز راسخ کردی تھی کہ بادشاہ کا ہر حکم واجب الاطاعت ہے، وہ لوگوں کے جان ومال واولاد میں جب چاہتا، جس وقت چاہتا اور جتنا چاہتا تصرف کرسکتا ہے، کسی عام شہری بلکہ کسی امیر ورئیس کو بھی یہ جرأت نہیں ہوتی تھی کہ بادشاہ یا اس کے خاندان کے کسی ظالمانہ فعل پر صدائے احتجاج ہی بلند کرسکے، اگر باپ کے سامنے اس کے بے گناہ بچے کو بادشاہ اپنے تیر سے گھائل کردیتا اور اس نوجوان کی لاش خاک وخون میں تڑپ رہی ہوتی تو باپ اس دلدوز منظر کو دیکھ کر خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتا اور وہ اظہار تاسف کی بجائے اپنے بادشاہ کی تعریف کرتا کہ ہمارے جہان پناہ کا نشانہ بہت اچھا ہے، بادشاہ کی قوت کا دارومدار عسکری قوت پر ہوتا، ایران کا ہر شہری جس کی عمر پندرہ سال اور پچاس سال کے درمیان ہوتی اس پر لازم تھا کہ وہ فوجی خدمات ادا کرے، ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک باپ کے تین بیٹے تھے، اس نے درخواست کی کہ دو بچوں کو فوجی خدمات انجام دینے کے لیے پیش کردیا ہے، از رعایا پروری میرے تیسرے بیٹے کو اجازت دیں کہ وہ میرے پاس رہے اور میری امداد کرے، بادشاہ نے اس وفادار شہری کی درخواست سن کر حکم دیا کہ اس کے تینوں بیٹوں کو تہ تیغ کردیا جائے، مملکت میں بادشاہ کے ارادے اور لشکر کی قوت کے بغیر اور کوئی قانون نہ تھا جس کا تقدس اور احترام بادشاہ اور رعایا سب پر ضروری ہو، اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ ان لوگوں کا اعتقاد تھا کہ بادشاہ کے سارے فیصلے "اھورامزدا" کی طرف سے اس پر وحی کیے جاتے ہیں، اب خدا کے فیصلے کے خلاف کون علم بغاوت بلند کرسکتا ہے۔ ﴿قصہ الحضارۃ: ۴۱۸، ضیاء النبی: ۱/۶۸﴾ ایرانی حکمران بہت ظالم ہوا کرتے، ان کی سیاسی زندگی کی بنیاد ہی انسانوں اور غیر قوموں کی تباہی وبربادی پر استوار ہوتی تھی، چنانچہ شاہ پور دوم کے عہد میں جب بازنطینی رومی سلطنت سے جنگ شروع ہوئی تو ایران کے عیسائیوں نے اپنے ہم مذہب

رومیوں کا ساتھ دیا، اس پر شاہ پور نے ان کے تمام دیہات وقصبات برباد کر دیئے، سولہ ہزار افراد موت کے گھاٹ اتار دیئے، پھر خسرو پرویز نے جب اہل روم کے خلاف مقدس جنگ شروع کی تو اس کے لشکر جرار میں ۲۶ ہزار یہودی شامل ہو گئے، پھر اس مشترکہ لشکر نے یروشلم پر حملہ کیا اور نوے ہزار عیسائی قتل کیے اور پورے شہر کو لوٹ مار کا نشانہ بنایا، تمام عمارات تباہ کر دیں جن میں کلیسہ القیامہ بھی شامل تھا، ان کی صلیب مقدس بھی اپنے ہمراہ لے آئے، تمام گرجوں کو مسمار کر دیا، ان کی دولت پر بھی قبضہ کر لیا، عیسائی رعایا کو دوگنا ٹیکس کی سزا دی، ایک کیتھولک پادری مارشیمون کو ٹیکس جمع کر کے شاہی خزانے میں داخل کروانے کی خدمت سونپی گئی، اس نے کہا غریب عوام اتنا ٹیکس نہیں دے سکتے، دوسرا پادری کا کام ٹیکس جمع کرنا نہیں، اس جرأت پر اسے اس کے پانچ بشپوں اور سو پادریوں کے ساتھ پھانسی پر لٹکا دیا، اس کے بعد چالیس سال تک یہ ظلم جاری رہا، جب یزدجرد کا دور آیا تو وہ ایک عیسائی پادری "مارو تھا" کے دم کی وجہ سے شفایاب ہوا، اس لیے اس نے عیسائی رعایا پر سختی کم کر دی، پھر اس نے محسوس کیا کہ وہ عیسائی رعایا پر کچھ زیادہ ہی مہربان ہو گیا ہے اور اس کے درباری (ماگی) اس کی مخالفت پر اتر آئے ہیں تو اس نے بھی عیسائی رعایا پر ظلم کی انتہا کر دی، بادشاہوں کا تاج، تخت، محلات، دربار اور فرش بہار، سونے، چاندی، جواہرات سے مرصع ہوتے، ان کو سجدہ کیا جاتا، خسرو کے حرم میں تین ہزار بیویاں تھیں، ہزاروں لونڈیاں تھیں، تین ہزار خدمتگار تھے، آٹھ ہزار پانچ سو سواری کے گھوڑے تھے، سات سو ساٹھ ہاتھی تھے، بارہ ہزار باربرداری کے خچر تھے، سونے اور جواہرات کے ظروف تھے، رقص وسرود کی محفلیں سجائی جاتی تھیں، اس نے قیصر روم کو بہت متکبرانہ خط لکھا، اس کے الفاظ یہ تھے، خسرو جو سب خداؤں سے بڑا خدا ہے اور ساری زمین کا مالک ہے، اس کا خط اپنے کمینے اور احمق غلام کے نام، تم کہتے ہو کہ تم اپنے خدا پر یقین رکھتے ہو، پھر اس نے کیوں میرے ہاتھ سے یروشلم آزاد نہیں کروایا، اگر مسیح اس قابل ہوتا تو اپنے آپ کو یہودیوں سے بچا نہ لیتا جنہوں نے اسکو صلیب پر لٹکایا اور قتل کر دیا۔ ﴿ملخصا ضیاء النبی: ۱/۱۷﴾

بادشاہوں میں تخت نشینی کی جنگ شروع ہوتی تو زبردست اپنے زیردستوں کو قتل وغارت کا نشانہ بناتے اور کسریٰ کے عہدے پر فائز ہو جاتے، خود نوشیروان "عادل" نے اپنے اقتدار کے لیے اپنے سترہ سگے بھائیوں کو قتل کروایا تھا، اس طرح اس تہذیب وتمدن میں لوگوں کی معاشی اور خاندانی حالت بھی بہت زیادہ دگرگوں تھی، مفتوحہ علاقوں پر بھاری ٹیکس عائد ہوتا، جنگ کے دوران ٹیکس میں غیر معمولی اضافہ کر دیا جاتا، عید نوروز اور مہرگان کے موقعوں پر عوام سے زبردستی نذرانے بھی وصول کیے جاتے، عوام کے کسی باقاعدہ روزگار کا حکومتی سطح پر کوئی بندوبست نہیں تھا، خود عیاشی کے ریکارڈ توڑے جاتے تھے، ان کے "فرش بہار" کا منظر جو مورخین نے بیان کیا ہے اسے دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے، ایرانی تہذیب میں عجیب وغریب قانون تھے، ان کی مخالفت پر سزائیں بھی عجیب وغریب

تھیں، آنکھوں میں گرم سلائی پھیرنا، زندہ آدمی کی کھال کھینچنا، سولی پر لٹکا کر سنگسار کرنا، ہاتھی کے پاؤں تلے روندنا، زبان کھینچ کر باہر نکالنا، جسم کے اعضاء ایک ایک کر کے کاٹنا، نتھنوں میں سرکہ ڈالنا، زخموں پر لیموں اور نمک چھڑکنا وغیرہ عام سزائیں تھیں، عیسائی قیدیوں کو تاریک کنوؤں میں پھینکا جاتا، ان کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوتے اور وہ بیچارے تڑپ تڑپ کر مر جاتے، سب سے زیادہ ہولناک سزا ''نوموتیں'' تھی، جلاد سب سے پہلے ہاتھ کی انگلیاں، پھر پاؤں کی، پھر کلائیوں تک ہاتھ، پھر ٹخنے کاٹتا، سب سے آخر میں سر کاٹتا، مشکوک لوگوں کو اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لیے آگ پر چلنا پڑتا یا زہریلی خوراک کھانی پڑتی، اگر وہ اس آزمائش پر پورا نہ اترتے تو ان کو اور سزا دی جاتی، گویا پوری ایرانی تہذیب کا اگر من حیث القوم مطالعہ کیا جائے تو انسان کا سر شرم سے جھک جاتا ہے، اگر کسی دور میں کسی انسانی، اخلاقی اور سیاسی بہتری کا کوئی تصور پایا بھی گیا تو اس کا وجود نہ ہونے کے برابر تھا۔

رومی تہذیب:

چھٹی صدی عیسوی تک سلطنت روما کے دو حصے ہو چکے تھے، ایک حصہ مشرقی اور دوسرا مغربی سلطنت پر مبنی تھا، مشرقی حصے کو بازنطینی سلطنت کہا جاتا، اس کے سربراہ کا نام قیصر ہوتا، اس کا دارالحکومت قسطنطنیہ تھا، یہ سلطنت مغربی ایشیا اور شمالی افریقہ کے علاقوں پر مشتمل تھی، اس تہذیب میں عیسائی مذہب کا بھرپور غلبہ تھا، اس کی اعتقادی حالت نہایت دگرگوں تھی، بہت تھوڑی تعداد صحیح مسیحی تعلیمات کی وارث تھی، اکثریت نے ایک خدا کی عبادت کو چھوڑ کر گمراہی، شرک پرستی اور بداخلاقی کا راستہ اپنا رکھا تھا، اس مذہب میں مختلف فرقے نمودار ہوئے، ان کے نظریاتی تنازعات کا سلسلہ بہت طویل ہے لیکن بنیادی عقیدہ تثلیث کے متعلق چند امور مندرجہ ذیل بیان کیے جاتے ہیں:

''اس بات پر تو تقریباً سبھی عیسائی فرقے متفق الرائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بحیثیت جوہر ہونے کے واحد ہے اور بحیثیت اقانیم تین ہے، وجود، علم اور حیات کو اقانیم کہتے ہیں، وجود کو باپ، علم کو بیٹا اور حیات کو روح القدس سے تعبیر کیا جاتا ہے، ان کا اختلاف اس میں ہے کہ ان تین اقانیم کا تعلق جوہر سے کیا ہے، ایک فرقے کا مذہب ہے کہ یہ تین اقانیم اور جوہر قدیم ہیں اور الگ الگ ہیں اور ان میں ہر ایک خدا ہے، اقنوم ثانی (علم) حضرت مسیح کے جسم سے متحد ہو گیا، جیسے شراب اور پانی آپس میں ملنے کے بعد یکجا ہو جاتے ہیں اور مسیح بھی ازلی قدیم ہے اور مریم نے ازلی قدیم کو جنا ہے، دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ بیٹا (مسیح) کی دو حیثیتیں ہیں، ایک لاہوتی اور ایک ناسوتی، اس حیثیت سے کہ وہ خدا کا بیٹا ہے، خدائے کامل ہے اور اس حیثیت سے کہ اس کا ظہور اس جسد عنصری میں ہوا انسان کامل ہے، اس لیے بیک وقت یہ قدیم بھی ہے اور حادث بھی، قدیم اور حادث کا یہ اتحاد نہ قدیم کی قدامت کو متاثر کرتا ہے اور نہ حادث کے حدوث کو، تیسرے گروہ کا یہ عقیدہ ہے اقنوم ثانی گوشت اور خون میں بدل گیا اور

خدا مسیح کی شکل میں رونما ہوا، بعض کی رائے ہے کہ الٰہ قدیم کے جوہر اور انسان حادث کے جوہر میں یوں امتزاج ہوا جیسے نفس ناطقہ کا جسم کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ دونوں ایک چیز بن جاتے ہیں، اس طرح جوہر قدیم اور جوہر حادث کے مجموعے کا نام "مسیح" ہے اور وہی خدا ہے، وہ کہتے ہیں اگرچہ خدا انسان نہ بن سکا مگر انسان خدا بن گیا جیسے اگر آگ کوئلہ نہیں بن سکتی، کوئلہ تو آگ بن جاتا ہے"۔ ﴿برٹانیکا: ۵/ ۶۳۳، ضیاء القرآن: ۱/ ۴۲۷﴾

۳۲۵ء کو ۔۔۔۔ کی کونسل منعقد ہوئی جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کو تسلیم کر لیا گیا اور مشرق و مغرب کے عیسائیوں میں یہ عقیدہ عام ہو گیا، ایک طویل عرصے کے بعد کالیسڈن کی کونسل (منعقدہ ۴۵۱ء) میں یہ قرار پایا کہ ان میں الوہیت اور انسانیت دونوں یکساں طور پر موجود ہیں، گویا عیسائی عقیدہ توحید خداوندی سے ایسے اکھڑے کہ ان کے قدم نہیں لگے، تمام فرقوں نے اپنی اناجیل میں بھی ترمیم کر لی اور کلام خداوندی کے ساتھ بھی جو ناروا سلوک اختیار کیا اس کی الگ داستان ہے، یونانیوں، رومیوں کی وجہ سے ان میں بت پرستی اور مجسمہ تراشی کا نظریہ بھی پروان چڑھا، ایرانیوں کی وجہ سے نکاح محرمات کی عادت بھی جوان ہوئی، عیسائیوں میں ایک اور نظریہ مشہور ہوا جس کو "کفارہ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، ان کے نزدیک ہر انسان پیدائشی گناہ گار ہے، آدم اور حوا نے جو "گناہ" کیا وہ وراثتاً ہر شخص کی فطرت میں چلا آ رہا ہے، نیک اعمال نجات کا موجب نہیں ہو سکتے، اگر اللہ تعالیٰ اس کے گناہ صرف توبہ و استغفار سے بخش دے تو یہ اس کا رحم اس کے عدل کے خلاف ہے، گویا رحم اور عدل ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے اور بندے کی نجات کا ہونا بھی ضروری ہے، لہٰذا بندوں کو نجات دلانے کے لیے اس نے ایک صورت یہ نکالی کہ خدا کا بیٹا مسیح جو تمام گناہوں سے پاک اور معصوم ہے لوگوں کے تمام گناہوں کو اپنے اوپر لے کر جان کی قربانی دے اور سارے لوگوں کی نجات کا ذریعہ بنے، گویا عیسائی علم العقائد میں کفارہ سے مراد یسوع کی وہ قربانی ہے جس کے ذریعے ایک گناہ گار انسان یک لخت خدا کی رحمت کے قریب ہو جاتا ہے۔ ﴿ملخصاً برٹانیکا: ۳/ ۶۵۱، کارہائے نمایاں: ۴۳﴾

اس نظریہ کفارہ سے یہ ہوا کہ عیسائیت میں نیک اعمال کی تحریک و ترغیب کا خاتمہ ہونے لگا اور روحانیت اور رہبانیت کی جگہ مادیت پرستی نے لے لی (موجودہ یورپ کی صورت حال اسی کی آئینہ دار ہے) رومی سلطنت میں عورت کو نہایت گھٹیا مقام پر رکھا جاتا تھا، مذہبی راہنماؤں کے اقوال کے مطابق عورت کے ذریعے گناہ دنیا میں آیا ہے، وہ شیطان کی آمد کا دروازہ ہے، عورت شجر ممنوعہ کی طرف لے جانے والی ہے وغیرہ، جب عورت کا احترام ہی ختم ہو گیا تو اس کی عصمت اور پاکدامنی کا کون خیال رکھتا، مذہبی طبقے نے بھی اس مظلوم کے ساتھ کوئی کسر نہ چھوڑی، ان کی سیاہ کاریوں کا نقشہ ایک عیسائی نے یوں کھینچا ہے کہ کنواریاں پادریوں کے پاس اقرار گناہ کے لیے جاتیں تو کنواریاں واپس نہ آتیں، سرلی کی ایک خاتون ہلیشیا نامی تھی، ایک روز وہ اپنی درسگاہ سے واپس آ رہی تھی کہ راہبوں

کی ایک جماعت نے حملہ کر دیا، اس کو برہنہ کر کے گلی کوچوں میں پھرایا، پھر اسے کلیسا لائے اور پادری پیٹر کے گرز سے قتل کر دیا، بعد ازاں اس کو آگ میں جلا دیا۔ ﴿تاریخ گبن: ۳۰/ ۳۲۷﴾ لوگوں کو غلام بنانے کا رواج شروع دن سے ان کے مذہبی احکام میں شامل تھا، موجودہ انجیل میں بھی بہت سے مقامات پر غلاموں کو اپنے آقاؤں کی اطاعت گزاری کی تعلیم دی گئی ہے، سلطنت روما کی معاشرتی اور سماجی زندگی بھی تین طبقوں میں منقسم تھی، اعلیٰ طبقے کو ہنسٹرس (Honestiores) کہتے تھے جس میں امراء شامل تھے، بغاوت کے سوا اس طبقے کو کسی جرم میں سزائے موت نہیں ہو سکتی تھی، دوسرا طبقہ ہمولرس (Humiliores) یہ مڈل کلاس تھی، اس کو کسی غیر معمولی کام میں سزائے موت ہو سکتی تھی ورنہ قید کی سزا ہوتی تھی، تیسرا طبقہ سروی (Servi) تھا، یہ عام غریب لوگوں پر مشتمل تھا، اس کو معمولی جرم پر بھی عبرتناک سزا دی جاتی مثلاً قتل کرنا، آگ میں پھینکنا اور درندوں کے آگے ڈالنا وغیرہ، جس معاشرے اور تہذیب وتمدن میں انسانی عدل کا یہ معیار ہو اس پر کیا تبصرہ کیا جائے، پہلے طبقے کو دنیا کے تمام لذائذ و وسائل کی اجازت تھی، صرف ایک امیر شام جبلہ ایہم کی مجلس طرب کا منظر دیکھئے، حضرت حسان کہتے ہیں:

"میں نے باندیاں دیکھیں جن میں پانچ روم کی تھیں جو بربط پر گا رہی تھیں، پانچ اہل حیرہ کی دھن پر گا رہی تھی جنکو عرب سردار ایاس بن قبیصہ نے بھیجا تھا، اس کے علاوہ عرب کے علاقہ مکہ وغیرہ سے بھی گویوں کی ٹولیاں جاتی تھیں، جب جبلہ شراب نوشی کے لیے بیٹھتا تو اس کے نیچے فرش پر قسم قسم کے پھول بچھائے جاتے، سونے، چاندی کے ظروف میں مشک وعنبر لگائے جاتے، جاڑوں کے موسم میں عود جلایا جاتا، گرمیوں کے موسم میں برف بچھائی جاتی، ہم نشینوں کے لیے گرمیوں کا لباس آتا، سرد موسم میں سمور، قیمتی کھالیں اور گرم لباس حاضر کیے جاتے"۔ ﴿ملخصا تاریخ طبری، اسلام کے کارہائے نمایاں: ۱۸﴾

غریب طبقے کے لوگ اپنے بچے فروخت کر کے گزر اوقات کرنے پر مجبور تھے، ان سے نذرانے وصول کیے جاتے، پادری اور مذہبی کار پرداز بد دماغ، زر پرست اور حرص وہوس کا نمونہ تھے، عیسائیوں کی تھوڑی سی تعداد ایسی موجود تھی جس کی اچھائی اور پارسائی کا قرآن پاک میں ذکر موجود ہے، من حیث القوم پوری تہذیب وتمدن کا جنازہ نکل چکا تھا، اقتصادی نظام چار برائیوں کا مجموعہ تھا، سود خوری عام تھی، حکمران طبقے بہت زیادہ امیر تھے، رعایا پر بھاری ٹیکس لگائے جاتے تھے، محنت کش لوگوں سے جبراً کام لیا جاتا تھا، شاہی رعایا پر لازم تھا کہ ٹیکس ادا کرے اور اپنی آمدنی کا دسواں حصہ ادا کرے، ہر آدمی کے ذمے مخصوص رقم ہوتی تھی جو اس کو ادا کرنی پڑتی تھی، پھر محصولات کے افسر حق سے زیادہ وصول کرتے، لوگوں کو وسائل سے محروم کرتے اور اکثر ان کو بطور غلام فروخت بھی کر دیتے۔ ﴿خطط الشام: ۵/ ۴۷﴾ سلطنت روما میں بادشاہ کی حیثیت مطلق العنان تھی، اس کی ذات کو ظل سبحانی تصور کیا جاتا، وہ عدلیہ، انتظامیہ اور عسکریہ کا سربراہ ہوتا، تمام اختیارات اس کے پاس ہوتے اور اس کو تمام قانون سے بالاتر

سمجھا جاتا، اس پر صرف ملک گیری کا، دوسری قوموں سے مفاد اٹھانے کا اور مال و دولت لوٹنے کا خیال غالب رہتا، اس کے امرا اور روسا بھی اپنی عیش پرستی کے لیے کسی پر ظلم وستم کرنے کو کوئی گناہ نہیں سمجھتے تھے، جس رومی انصاف کا بہت شہرہ تھا وہ تو فقط رومی لوگوں کے لیے تھا، غیر قوموں سے ان کے رویے بہت شرمناک اور عبرتناک ہوتے تھے، خوشحال رومی عیش و عشرت کی زندگی بسر کیا کرتے، دیہاتوں میں اعلیٰ قسم کے مکانات تعمیر کیا کرتے، سردیوں میں گرم اور گرمیوں میں سرد ماحول بنایا جاتا، لذیذ کھانوں کے از حد شوقین ہوتے، پیٹ بھر کے کھاتے، پھر قے کر کے دوبارہ تناول کرتے، بے روزگاری عام ہوتی، کسانوں اور مزدوروں کا کوئی پرسان حال نہ ہوتا، امیروں اور غریبوں کے درمیان بڑا فاصلہ ہوتا، جنگی مقابلے اور دوڑیں شرطوں پر منعقد کی جاتیں، مفلوک الحال طبقہ بازی لگاتا اور شرط ہارنے کی صورت میں پہلا مال و متاع بھی ضائع کروالیتا، سلطنت روما میں اخلاقی حالت بھی بہت ناگفتہ تھی، ایک انگریز مورخ ول ڈیوران نے لکھا ہے:

”اخلاقی، جنسی اور کاروباری لحاظ سے رومی سلطنت کے مکینوں کی اخلاقی حالت قابل رشک نہ تھی، ایک طرف تو رقص کی مذمت کی جاتی لیکن قسطنطنیہ میں رقص گاہیں اور ناچ گھر آباد تھے، کلیسا نے اعلان کر دیا تھا کہ وہ ایکٹروں کو بپتسمہ نہیں دیں گے یعنی ان کو عیسائی مذہب قبول کرنے کی اجازت نہیں دیں گے، اس کے باوجود بازنطینی سٹیج پر ان کو بڑی پذیرائی بخشی جاتی تھی، قانونی طور پر پابندی تھی کہ وہ ایک سے زیادہ شادی نہیں کر سکتے تھے لیکن دوسری طرف ان کی جنسی خواہشات کی تسکین کا سامان کر دیا گیا تھا، پروکوپیس اپنی کتاب سیکرٹ ہسٹری میں لکھتا ہے کہ اس زمانے میں عملی طور پر تمام عورتیں بدکار تھیں، ضبط تولید کے وسائل پر بڑی مستقل مزاجی سے تحقیق جاری رہتی تھی، قحبہ خانے عام تھے، عصمت فروشی کا دھندا برسرعام ہوتا تھا، جسٹینین اور اس کی ملکہ نے یہ دھندا ختم کرنا چاہا مگر انہیں کوئی خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی“۔ ﴿دی ایج آف فیتھ: ۱۲۰، ضیاء النبی: ۱/۱۴۱﴾

عیسائی مذہب میں فرقہ بازی اور فتنہ انگیزی کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام مقدس انجیل کو تبدیل کر دیا تھا، تمام فرقے اپنی اپنی مرضی کی تاویلات و تشریحات کر کے عوام کو گمراہ کرنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک پیغمبر برحق کی اسلامی تعلیمات کو بازیچہ اطفال بنا دیا، انجیل عبرانی کا لفظ ہے، بعض علما نے کہا کہ یہ نجل سے مشتق ہے، نجل زمین سے پھوٹنے والے پانی کو کہتے ہیں، گویا انجیل احکام الٰہی کا سرچشمہ تھا، قرآن پاک نے اصل انجیل کے لیے، ھدیٰ، نور اور مصدق جیسے الفاظ استعمال کئے ہیں، ہر چند کہ اصل انجیل اب من وعن باقی نہیں ہے اور موجودہ اناجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تالیف کی گئی ہیں، انہوں نے آخری تین سالوں میں جو خطبات و کلمات ارشاد فرمائے، ان کے رفع آسمانی کے کافی عرصے بعد ان کے مختلف حواریوں اور شاگردوں نے ان

کی سیرت کو مرتب کیا تو اس میں وحی ربانی کو بھی درج کر دیا، پھر اس میں مرور زمانہ کے ساتھ تغیرات ہوتے رہے، تحریف ہوتی رہی، پھر اس کو عبرانی زبان سے زیادہ سے زیادہ زبانوں میں منتقل کیا گیا، اس وقت دنیا میں چار انجیلیں ہیں، متی کی انجیل، مرقس کی انجیل، لوقا کی انجیل اور یوحنا کی انجیل، یہ انجیلیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سیرت و تعلیمات پر مشتمل ہیں اور رسولوں کے اعمال ہیں، حواریوں کے اور پولس، پطرس، یوحنا اور یعقوب کے مکاتب ہیں، یوحنا کا مکاشفہ ہے، ان تمام چیزوں کے مجموعے کو "نیا عہد نامہ" کہتے ہیں، اس کو کتاب مقدس اور بائبل بھی کہتے ہیں، یاد رہے کہ کیتھولک بائبل کے نوشتوں کی تعداد پروٹسٹنٹ بائبل کی تعداد سے زیادہ ہے، یہ تفصیل پروٹسٹنٹ بائبل کے مطابق دی گئی ہے۔ (ملخصا تبیان القرآن: ۲/۵۲) ان اناجیل میں کچھ آیات اور تعلیمات ایسی بھی ہیں جن کی قرآن حکیم سے تصدیق ہوتی ہے اور زیادہ تر مقامات کی تکذیب اور تردید ہوتی ہے، ظاہر ہے ان مقامات کو سرے سے تبدیل کر دیا گیا ہے، ان اناجیل کے محرف اور مبدل ہونے کی گواہی بہت سے کیتھولک اور پروٹسٹنٹ اسکالر بھی دیتے ہیں، اس حقیقت کو حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "اظہار الحق" میں بہت سے دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے، ایک جگہ وہ ارقام فرماتے ہیں:

"قدما مسیحیین سب کے سب اور بے شمار متاخرین اتفاق رائے کے ساتھ کہتے ہیں کہ انجیل متی عبرانی زبان میں تھی مگر عیسائی فرقوں کی وجہ سے ناپید ہوگئی، موجودہ انجیل صرف اس کا ترجمہ ہے مگر اس ترجمہ کی اسناد بھی ان کے پاس موجود نہیں، یہاں تک کہ اس کے مترجم کا نام بھی آج تک معلوم نہیں ہو سکا، صرف اندازہ اور قیاس سے کہتے ہیں کہ شاید فلاں فلاں اشخاص نے اس کا ترجمہ کیا ہے جو مخالف کے لیے حجت نہیں ہو سکتا............ انسائیکلوپیڈیا میں انجیل متی کے بارے میں یوں کہا گیا ہے کہ یہ انجیل ۴۱ء میں عبرانی زبان میں اور اس زبان میں جو کلدانی اور سریانی زبان کے درمیان تھی لکھی گئی مگر موجود صرف یونانی ترجمہ ہے اور عبرانی زبان میں جو آج نسخہ موجود ہے وہ اسی یونانی کا ترجمہ ہے، وارڈ کیتھولک اپنی کتاب میں کہتا ہے کہ جیروم نے اپنے خط میں صاف صاف لکھا ہے کہ بعض علما متقدمین انجیل مرقس کے آخری باب میں شک کرتے تھے اور بعض متقدمین کو انجیل لوقا کے باب ۲۲ کی بعض آیات میں شک تھا، بعض متقدمین اس انجیل (لوقا) کے پہلے دو بابوں میں شک کرتے تھے، یہ دونوں ابواب فرقہ مارسیونی کے نسخہ میں موجود نہیں ہیں، اسی طرح فاسٹس جو فرقہ مانی کیز کا عالم ہے، چوتھی صدی میں پکار کر کہتا ہے کہ یہ بات محقق ہے کہ اس عہد جدید کو نہ تو مسیح علیہ السلام نے تصنیف کیا ہے اور نہ حواریوں نے بلکہ ایک گمنام شخص نے تصنیف کر کے حواریوں اور ان کے ساتھیوں کے نام منسوب کر دیا، کیتھولک ہیرلڈ میں یوں لکھا ہے کہ اسٹاولن نے اپنی کتاب میں کہا ہے

کہ بلا شک وشبہ پوری انجیل یوحنا اسکندریہ کے مدرسہ کے ایک طالب علم کی تصنیف ہے، محقق برطشیندر کہتا ہے کہ یہ ساری انجیل، اسی طرح یوحنا کے تمام رسالے اس کی تصنیف قطعی نہیں ہیں بلکہ کسی شخص نے ان کو دوسری صدی عیسوی میں لکھا ہے، محقق کوریٹس کہتا ہے کہ اس انجیل (یوحنا) میں ۲۰ ابواب تھے، افساس کے گرجے نے اکیسواں باب یوحنا کی وفات کے بعد شامل کیا ہے، دوسری صدی کے فرقہ وجین (کے لوگ) اس انجیل کے منکر تھے، اس طرح وہ یوحنا کی تمام تصانیف کا بھی انکار کرتے تھے، ڈاکٹر پلس کہتا ہے کہ تمام کتابیں یوسی بیوس کے عہد تک واجب التسلیم نہیں ہیں، وہ اس امر پر اصرار کرتا ہے کہ یعقوب کا رسالہ، پطرس کا دوسرا رسالہ، یوحنا کا رسالہ نمبر ۲، ۳ حواریوں کی تصنیفات نہیں، نیز عبرانی رسالہ عرصہ دراز تک مردود رہا، اسی طرح سریانی اور عربی گرجوں نے بھی ان رسالوں کو واجب التسلیم نہیں مانا"۔ ﴿ملخصا اظہار الحق:۱/۳۵۶﴾

یہودی تہذیب:

قرآن حکیم کے مطابق یہودیوں پر ان کی فساد انگیزی اور سرکشی کی وجہ سے دو مرتبہ بہت بڑی تباہی آئی جس کی وجہ سے اس قوم کا شیرازہ بکھر گیا، مفسرین کے مطابق پہلی مرتبہ ان پر بخت نصر قابض ہوا اور دوسری مرتبہ ۶۷ء میں روم کا ولی عہد حکومت ٹیٹس (Titus) ساٹھ ہزار کا لشکر جرار لے کر نکلا اور فلسطین پر حملہ آور ہوا، اسی سال گلیل فتح ہوا، ۷۰ء میں اس نے یروشلم پر قبضہ کر لیا اور ہیکل کے معبد کو تباہ و برباد کر دیا، اس جنگ میں ۱۰ لاکھ سے زیادہ یہودی مارے گئے اور ایک لاکھ کو غلاموں اور لونڈیوں کی حیثیت سے فروخت کر دیا گیا، اس فتح عظیم کی یادگار کے طور پر روم میں قوس ٹیٹس تعمیر کی گئی، یہ ان کی دوسری فساد انگیزی اور اس کی سزا تھی، جسکا ذکر (سورۃ بنی اسرائیل کی اس آیت کریمہ نمبر ۷) میں کیا گیا ہے۔ ﴿تفسیر ضیاء القرآن:۲/۶۴۰﴾ اس کے بعد یہودیوں کی بربادی کا طویل دور شروع ہو گیا، وہ مختلف علاقوں میں بکھر گئے، اس قوم کی تہذیب وتمدن کا مشاہدہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے، یہ قوم تمام شعبہ ہائے زندگی میں زوال وانحطاط کا شکار تھی، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب تورات کو تبدیل کر دیا، قرآن پاک میں ہے:

"پس خرابی ہو ان لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے عوض تھوڑے دام وصول کریں، تو خرابی ہے ان کے لیے ان کے ہاتھوں کے لکھے سے اور خرابی ہے ان کے لیے اس کمائی سے ○"۔ ﴿سورۃ البقرہ:۷۹﴾

ایک اور مقام پر فرمایا کہ وہ (اللہ کے) کلموں کو اپنے جگہ سے تبدیل کر دیتے ہیں، ایک اور مقام پر فرمایا کہ ان میں سے زیادہ کچھ ان پڑھ لوگ ہیں جن کو کتاب (تورات) کا علم نہیں مگر زبانی پڑھ لینا یا کچھ اپنی من گھڑت (اپنا

کہ بلا شک وشبہ پوری انجیل یوحنا اسکندریہ کے مدرسہ کے ایک طالب علم کی تصنیف ہے، محقق برطشنیدر کہتا ہے کہ یہ ساری انجیل، اسی طرح یوحنا کے تمام رسالے اس کی تصنیف قطعی نہیں ہیں بلکہ کسی شخص نے ان کو دوسری صدی عیسوی میں لکھا ہے، محقق کوریٹس کہتا ہے کہ اس انجیل (یوحنا) میں ۲۰ ابواب تھے، افساس کے گرجے نے اکیسواں باب یوحنا کی وفات کے بعد شامل کیا ہے، دوسری صدی کے فرقہ وجین (کے لوگ) اس انجیل کے منکر تھے، اس طرح وہ یوحنا کی تمام تصانیف کا بھی انکار کرتے تھے، ڈاکٹر پلس کہتا ہے کہ تمام کتابیں یوسی بیوس کے عہد تک واجب التسلیم نہیں ہیں، وہ اس امر پر اصرار کرتا ہے کہ یعقوب کا رسالہ، پطرس کا دوسرا رسالہ، یوحنا کا رسالہ نمبر ۲، ۳ حواریوں کی تصنیفات نہیں، نیز عبرانی رسالہ عرصہ دراز تک مردود رہا، اسی طرح سریانی اور عربی گرجوں نے بھی ان رسالوں کو واجب التسلیم نہیں مانا"۔ ﴿ملخصاً اظہار الحق: ۱/۳۵۶﴾

یہودی تہذیب:

قرآن حکیم کے مطابق یہودیوں پر ان کی فساد انگیزی اور سرکشی کی وجہ سے دو مرتبہ بہت بڑی تباہی آئی جس کی وجہ سے اس قوم کا شیرازہ بکھر گیا، مفسرین کے مطابق پہلی مرتبہ ان پر بخت نصر قابض ہوا اور دوسری مرتبہ ۶۷ء میں روم کا ولی عہد حکومت ٹیٹس (Titus) ساٹھ ہزار کا لشکر جرار لے کر نکلا اور فلسطین پر حملہ آور ہوا، اسی سال گلیل فتح ہوا، ۷۰ء میں اس نے یروشلم پر قبضہ کر لیا اور ہیکل کے معبد کو تباہ و برباد کر دیا، اس جنگ میں ۱۰ لاکھ سے زیادہ یہودی مارے گئے اور ایک لاکھ کو غلاموں اور لونڈیوں کی حیثیت سے فروخت کر دیا گیا، اس فتح عظیم کی یادگار کے طور پر روم میں قوس ٹیٹس تعمیر کی گئی، یہ ان کی دوسری فساد انگیزی اور اس کی سزا تھی، جسکا ذکر (سورۃ بنی اسرائیل کی اس آیت کریمہ نمبر ۷) میں کیا گیا ہے۔ ﴿تفسیر ضیاء القرآن: ۲/۶۴۰﴾ اس کے بعد یہودیوں کی بربادی کا طویل دور شروع ہو گیا، وہ مختلف علاقوں میں بکھر گئے، اس قوم کی تہذیب و تمدن کا مشاہدہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے، یہ قوم تمام شعبہ ہائے زندگی میں زوال و انحطاط کا شکار تھی، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب تورات کو تبدیل کر دیا، قرآن پاک میں ہے:

"پس خرابی ہو ان لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے عوض تھوڑے دام وصول کریں، تو خرابی ہے ان کے لیے ان کے ہاتھوں کے لکھے سے اور خرابی ہے ان کے لیے اس کمائی سے ٥"۔ ﴿سورۃ البقرہ: ۷۹﴾

ایک اور مقام پر فرمایا کہ وہ (اللہ کے) کلموں کو اپنے جگہ سے تبدیل کر دیتے ہیں، ایک اور مقام پر فرمایا کہ ان میں سے زیادہ کچھ ان پڑھ لوگ ہیں جن کو کتاب (تورات) کا علم نہیں مگر زبانی پڑھ لینا یا کچھ اپنی من گھڑت (اپنا

لینا) اور وہ نرے گمان میں ہیں، ایک اور مقام پر فرمایا کہ ان میں ایک گروہ ایسا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنتے، پھر سمجھنے کے بعد اسے دانستہ بدل دیتے، ایک اور مقام پر فرمایا کہ کتاب والوں کے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب اپنے پیٹھ پیچھے پھینک دی گویا کہ وہ اس کا علم ہی نہیں رکھتے یعنی اس کتاب کی طرف بے التفاتی کی، حضرت سفیان بن عینیہ کا قول ہے کہ یہودیوں نے تورات کو حریر و دیبا کے ریشمی غلافوں میں زر و سیم کے ساتھ مطلا اور مزین کر کے رکھ لیا اور اس کے احکام کو نہ مانا، پھر ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کے چار فرقے (زیادہ مشہور) تھے، ایک فرقہ جو تورات پر ایمان لایا اور اس کے حقوق بھی ادا کیے، یہ مومنین اہل کتاب ہیں اور ان کی تعداد بہت تھوڑی ہے، دوسرا فرقہ جس نے بالاعلان تورات کے عہد توڑے، اس کی حدود سے باہر ہوئے، سرکشی اختیار کی، تیسرا فرقہ جس نے ظاہری طور پر تو عہد مانے اور باطن میں بغاوت و عناد سے مخالفت کرتے رہے اور تصنع سے جاہل بنتے رہے۔ ﴿خزائن العرفان: ۲۸﴾ تورات کی تحریف اور تضعیف کا اعتراف یہودیوں کے اپنے اسکالرز نے بھی کیا ہے، مثلاً پادری ڈمیلو نے اپنی کتاب ”گنتی کی تفسیر“ میں لکھا ہے: ”ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ بائبل میں انسانی عنصر موجود ہے“۔

پھر قوم یہود میں تکبر اور غرور کا عنصر بہت نمایاں تھا جس کی وجہ سے انہوں نے ہمیشہ ذلت و خواری کا سامنا کیا، وہ پیغمبران برحق کی تعلیمات کو ٹھکرا کر دعویٰ کرتے رہے کہ ہم تو اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور محبوب بندے ہیں، ان کا مواخذہ نہیں ہوگا، قیامت میں ان کی عزت افزائی ہوگی، اگر آگ نے چھوا بھی تو بس گنتی کے چند روز، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ یہودی کہتے تھے کہ وہ دوزخ میں ہرگز داخل نہ ہوں گے مگر اتنی مدت کے لیے جتنا عرصہ ان کے آباؤ اجداد نے گوسالہ پوجا تھا اور وہ چالیس روز ہیں، اس کے بعد وہ عذاب سے چھوٹ جائیں گے۔ ﴿خزائن العرفان: ۲۱﴾ قرآن حکیم نے ان کے اس نظریہ باطلہ کا جواب دیا:

”فرماؤ اگر آخرت کا گھر تمام لوگوں کو چھوڑ کر صرف تمہارے ہی لیے ہے تو موت کی آرزو کیوں نہیں کرتے، اگر تم سچے ہو“۔ ﴿سورۃ البقرہ: ۹۴﴾

مراد یہ کہ اگر تمہارے گمان میں جنت تمہارے لیے خاص ہے اور آخرت کی طرف تمہیں اطمینان ہے تو جنتی نعمتوں کے مقابلے میں دنیاوی مصائب کیوں برداشت کرتے ہو، موت کی تمنا کرو تاکہ عیش و آرام والی جنت میں پہنچ جاؤ، اگر تم موت کی تمنا نہیں کرتے تو یہ تمہارے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے۔ ﴿بحر محیط: ۱/ ۴۷۸﴾ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر یہودی موت کی تمنا کرتے تو سب ہلاک ہو جاتے اور روئے زمین پر کوئی یہودی باقی نہ رہتا۔ ﴿تفسیر بغوی: ۱/ ۶۰﴾ موت کی محبت اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا شوق مقبول بندوں کا طریقہ ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دعا فرماتے: یارب! مجھے اپنی راہ میں شہادت اور اپنے رسول کے شہر میں وفات نصیب فرما۔ ﴿صحیح بخاری: ۱/ ۶۲۲، صراط الجنان: ۱/ ۱۷۰﴾ بلکہ

خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں پسند کرتا ہوں کہ راہ خدا میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں ...... ﴿صحیح بخاری: ۱/۲۵۴﴾ اور فرمایا: جو آدمی اللہ تعالیٰ سے ملنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا چاہتا ہے، جو ملنا نہیں چاہتا اللہ بھی ملنا نہیں چاہتا۔ ﴿صحیح بخاری: ۲/۳۴۳﴾ اسلام یہ کہتا ہے کہ موت کی دعا نہ کی جائے، ہاں مطلقاً موت سے محبت کی جائے کہ اللہ کے راستے میں شہید ہونا ہزاروں زندگیوں سے بہتر اور مقدم ہوتا ہے۔

یہودی آپس میں جنگ وجدل کا بازار گرم رکھتے، باہمی آویزش نے ان کی تہذیبی اور تمدنی صلاحیتوں کو بالکل تباہ کر دیا، ان کی غارت گری سے تو انبیا کرام علیہم السلام کا مقدس گروہ بھی محفوظ نہیں رہا بلکہ ان کے معصوم خون سے اپنے ہاتھ رنگنا ان کا پسندیدہ مشغلہ تھا، قرآن حکیم نے ان کی اس عادت بد فرما کا ذکر کیا ہے:

"اور جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ اپنوں کا خون نہ بہانا اور اپنوں کو اپنی بستیوں سے نہ نکالنا، پھر تم نے اس کا اقرار کیا اور (اس پر) تم گواہ ہو، پھر جو تم اپنوں کو قتل کرنے لگے اور اپنے ایک گروہ کو وطن سے نکالتے رہے ہو، ان پر مدد دیتے رہے ہو (مخالف کو) گناہ اور زیادتی میں اور اگر وہ قیدی ہو کر تمہارے پاس آئے تو بدلہ دے کر چھڑا لیتے ہو اور ان کا نکالنا تم پر حرام ہے تو کیا اللہ کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ حکموں سے انکار کرتے ہو، تو جو تم میں ایسا کرے اسکا بدلہ کیا ہے مگر یہ کہ دنیا میں رسوا ہو اور قیامت کے دن وہ سخت تر عذاب کی طرف پھیرے جائیں گے اور اللہ تمہارے برے عملوں سے بے خبر نہیں ہے"۔ ﴿سورۃ البقرہ: ۸۴......﴾

مختلف قوموں کے ہاتھوں جب یہودی تہذیب وتمدن کا سقوط ہوا اور ان کو اپنے علاقوں سے نکلنا پڑا تو ان کے کچھ افراد تورات کی پیش گوئی کے مطابق حضرت پیغمبر آخر الزمان ﷺ کی ہجرت گاہ (یثرب) میں آگئے، وہاں ان کے قبائل بنو نضیر، بنو قریظہ، بنو قینقاع وغیرہ کو خاصا فروغ نصیب ہوا، وہ حضور اکرم ﷺ کی بعثت مبارکہ کا انتظار کرتے اور ان کے وسیلے سے دعا مانگتے اور اپنے دشمنوں پر فتح یاب ہوتے، وہاں ان کی محدودسی تہذیب پروان چڑھتی رہی، وہاں اوس اور خزرج کے دو مشرک قبیلے بھی آباد تھے، یہودی اہل کتاب ہونے کی وجہ سے ایک امتیازی مقام کے حامل تھے لیکن انہوں نے اپنی حرکتوں سے کبھی اپنے مقام کا لحاظ نہیں رکھا، وہ اپنی شرارت طبعی سے مجبور ہو کر ان دونوں قبیلوں کی جنگ کرواتے اور خود بھی ان کے حلیف بن کر ایک دوسرے کی گردن مارتے، پھر اپنے جنگی قیدی معاوضے دے کر چھڑا لیتے، مذکورۃ الصدر آیات میں ان کی اسی شرارت طبعی کا ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں تورات کے ذریعے بہت سمجھایا اور تم سے عہدِ صمیم لیا کہ تم آپس میں جنگ وقتال نہیں کرو گے، ایک دوسرے کو وطن سے نہیں نکالو گے، اس نے تمہیں باہمی امن وامان اور تہذیب وتمدن اور عمرانی اسالیب کا پیغام دیا تھا، تم

سب کچھ فراموش کر کے انہی امور پر عمل پیرا ہو گئے جن کو تمہارے لیے حرام ٹھہرایا گیا تھا، پھر ارض مقدس میں بھی اس قوم کا یہی حال تھا، یہ قوم یہودیت اور عیسائیت کے گروہوں میں اور پھر اپنے ذیلی گروہوں میں بٹ گئی اور ایک دوسرے کا خون بہانے لگی۔

قوم اسرائیل طمع، حرص، جلب زر اور طلب منفعت کا شکار تھی، تجارت، معاملات اور اقتدار میں دیانتداری کا مظاہرہ کرنا ان کے لیے سوہانِ روح تھا، ان میں کچھ لوگ تو امانت دار تھے لیکن کچھ ایسے بھی تھے جن کے پاس ایک اشرفی بطور امانت رکھی جاتی تو اسے واپس نہ کرتے، جب تک کوئی ان کے سر پر کھڑا نہ رہتا بلکہ الٹا کہتے کہ ان پڑھوں کے متعلق ہم سے پوچھ گچھ نہیں ہوگی اور وہ اللہ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھتے، یعنی اپنی منفعت اور مفاد کے لیے خود ہی احکام گھڑتے اور ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ منسوب کر دیتے، بلکہ ان میں ایک گروہ زبان مروڑ کر کتاب پڑھتا تا کہ لوگ سمجھ لیں کہ یہ بھی کتاب کا حصہ ہے حالانکہ وہ کتاب کا حصہ نہیں ہوتا اور کہتے یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوتا، یہودیوں کا معاشی نظام سود خوری پر مبنی تھا، ارشاد خداوندی ہے:

"اور وہ (یہود) سود لیتے حالانکہ وہ اس سے منع کیے گئے تھے حالانکہ وہ لوگوں کا مال ناحق کھاتے اور ان میں جو کافر ہوئے ہم نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے"۔ ﴿سورۃ النساء: ۱۶۱﴾

"اور ان (یہود) میں تم بہت سے لوگوں کو دیکھو گے کہ گناہ، زیادتی اور حرام خوری پر دوڑتے ہیں، بے شک وہ بہت ہی برے کام کرتے ہیں اور انہیں کیوں نہیں روکتے ان کے پادری اور درویش گناہ کی بات کرنے اور حرام کھانے سے بے شک وہ بہت ہی غلط کام کرتے ہیں"۔ ﴿سورۃ المائدہ: ۶۳﴾

یہودی قوم نے اپنی تہذیب وتمدن کی روحِ رواں عقیدہ توحید کو بھی فراموش کر دیا، اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا یہ ہے کہ آدمی اس کی ذات اور جملہ صفات وتنزیہات کو مانے اور جو اس شان کے لائق نہ ہو اس کی طرف نسبت نہ کرے، یہودی اور عیسائی اگرچہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے مدعی ہیں لیکن ان کا یہ دعویٰ باطل ہے، یہودی اللہ تعالیٰ کے تجسیم اور تشبیہ کے قائل ہیں جبکہ عیسائی حلول کے معتقد ہیں، پھر اسی طرح یہودیوں نے کہا کہ حضرت عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے فرزند ہیں اور عیسائیوں نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے فرزند ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"یہ باتیں وہ اپنے مونہوں سے کہتے ہیں (اور) اگلے کافروں کی سی بات بناتے ہیں، اللہ ان کو مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں اور انہوں نے اپنے پادریوں اور جوگیوں کو اللہ کے سوا معبود بنا لیا اور مسیح ابن مریم کو (معبود) بنا لیا اور ان کو حکم نہیں تھا مگر یہ کہ ایک اللہ کی عبادت کریں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسے ہی پاکی ہے ان کے شرک سے"۔ ﴿سورۃ التوبہ: ۳۰......﴾

یاد رہے کہ توحید باری تعالیٰ کا عقیدہ ہی تمام نیکیوں اور اچھے کاموں کی بنیاد ہے، اگر بنیاد ہی کی مخالفت

شروع ہو جائے تو دین کی اگلی عمارت کا کیا بنے گا، بابلی تالمود کی وجہ سے تورات کی تلاوت پر پابندی تھی، راہب اپنی قوم کو برکت تقسیم کرتے وقت بھی اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لے سکتے تھے، یہی وجہ ہے کہ قوم یہود کو اس خدائے بزرگ و برتر کا پاکیزہ نام بھی بھول گیا، اس لیے ان کے ہاں اللہ تعالیٰ کے صحیح نام کے تلفظ میں خاصا اختلاف پایا جاتا ہے، یہودی تہذیب میں شوہر کو بیوی کا حکمران سمجھا گیا، شوہر کی موت کے بعد بیوی کو دوسری شادی کا حق نہیں تھا، ایک عبرانی دوسرے عبرانی کو غلام بھی بنا سکتا تھا، والدین کو حق حاصل تھا کہ اپنی اولاد کو فروخت کر سکتے تھے، ان تمام احکام کو موجودہ تورات کی کتاب پیدائش باب ۳، سفر الاولین اور سفر الخروج میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

یہودی قوم میں حسد، بغض، عناد اور مکر و فریب کے امراض قلبی بھی بکثرت موجود تھے، انہوں نے انہی امراض کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عظمتوں کا انکار کیا، شام و فلسطین کا علاقہ قیصر روم کے ماتحت تھا مگر یہودیوں کا اثر و نفوذ بھی بہت زیادہ تھا، انہوں نے رومی گورنر پیلاطس کو اکسایا کہ وہ ان کی زندگی کا چراغ بجھا دے، پھر ان کے خلاف ہر قسم کا پروپیگنڈا کیا، ان کے رفع آسمانی کے بعد ان کے پیروکاروں کے خلاف حسد و عناد کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کر دیا، چنانچہ ۶۴ عیسوی میں بادشاہ نیرو نے روم میں خود آگ لگوا کر عیسائیوں کو مورد الزام ٹھہرایا اور ان کو شدید سزائیں دیں، ان پر درندے چھوڑے، کتے چھوڑے اور صلیبوں پر باندھ کر آگ لگائی تاکہ رات کے وقت چراغوں کا کام دے سکیں۔ ﴿تاریخ تہذیب: ۱/۱۸۲، ضیاء النبی: ۱/۱۲۶﴾ پھر تھوڑے عرصے کے بعد ان کی اپنی شامت آگئی اور انہیں یروشلم سے دربدر ہونا پڑا آل یہود کا حسد اور عناد حضور پیغمبر آخر الزمان ﷺ کے ساتھ بھی بہت زیادہ تھا، تورات، زبور اور انجیل میں ان کا ذکر مبارک موجود تھا لیکن انہوں نے دو وجوہات کی بنا پر تسلیم نہیں کیا، ایک تو حضور اقدس ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کرتے تھے اور دوسرا بنو اسماعیل سے تعلق رکھتے تھے، یہودی چاہتے تھے کہ رسول موعود ﷺ ان کی قوم اسرائیل سے ہونا چاہیے، ابن ابی نملہ سے منقول ہے کہ یہودی اپنی کتابوں میں حضور اکرم ﷺ کا ذکر مبارک پڑھا کرتے اور اپنی اولاد کو ان کے خصائل سے آگاہ کیا کرتے، ان کی ہجرت گاہ کے متعلق بھی بتایا کرتے مگر جب وہ مبعوث ہو گئے تو حسد و عناد کی وجہ سے منکر ہو گئے۔ ﴿کتاب الوفا: ۴۳﴾

مصری تہذیب:

شمال مشرقی افریقہ میں مصر کی سرزمین بحر روم اور بحر قلزم سے متصل ہے اور اس کے جنوب کی طرف واقع ہے، اس خطے میں مصر (یا مصرائم) بن حام بن نوح علیہ السلام کی اولاد آباد ہوئی، اس سرزمین کے تین حصے کیے گئے، بالائی مصر، وسطی مصر اور زیریں مصر، زیریں مصر میں دریائے نیل کی سات شاخیں بن کر چھ مثلث بناتی ہیں، اس ملک کی زیادہ تر آبادی وادی نیل میں مرتکز رہی، پانچ ہزار سال کے طویل عرصے سے انسانی تاریخ میں مصر کی تہذیب اور تمدن کو بہت اہمیت حاصل ہے، وہاں کے باشندوں نے دیگر قوموں کی نسبت بہت پہلے ترقی و عروج کی منزلیں طے

کیں، انہوں نے عالی شان گھر بنائے، دریائے نیل کے پانی کو زیر استعمال لانے کے لیے نہریں نکالیں، کھالے تیار کیے، زراعت کو فروغ دیا، ریاضی کے اصول وضع کیے، ابتداء میں تو ہو سکتا ہے کسی پیغمبر برحق کی تعلیمات کی بدولت وہاں خدائے واحد کا تصور پایا جاتا ہو جیسا کہ منقول ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام بھی اس "ارض بابلیون" میں تشریف فرما ہوئے مگر بعد کی قوموں نے اس تصور کو ختم کر کے سورج دیوتا کی پرستش شروع کر دی، پھر تین لوگوں نے خدا اوسیرس، آئسس اور ہورس بنالیے، پھر ان کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا رہا حتیٰ کہ حشرات وحیوانات کی پوجا شروع ہو گئی، ہر قبیلے کا الگ خدا ہوا کرتا تھا، جب حضرت یوسف علیہ السلام کی وجہ سے بنو اسرائیل مصر میں داخل ہوئے تو انہوں نے توحید باری کا اعلان کیا لیکن زیادہ تر یہ تصور ان کے اپنے خاندان میں رہا، فرعونی اور قبطی اس سے بیگانہ رہے اور توحید پرستوں پر ظلم وتشدد کرتے رہے، پھر وقت کی بے رحم موجوں کی وجہ سے بنو اسرائیل کے اس عقیدے میں بھی کافی حد تک کمزوری نظر آنے لگی، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کو لے کر ارض مقدس کی طرف روانہ ہوئے، بعد ازاں مصر کے باشندوں میں وہی دیرینہ شرک پوری طرح موجزن رہا، وہ زیادہ تر سورج کو تمام دیوتاؤں پر غالب دیوتا سمجھتے اور باقی دیوتاؤں کو اسکا مددگار تصور کرتے، تقریباً ۴۰۰ ق م میں مصریوں کے تیس خاندانوں کا اقتدار ختم ہوا، پھر سکندر اعظم نے مصر پر قبضہ کر لیا اور یونانی اقتدار کا آغاز ہو گیا، پھر قلوپطرہ نے شکست کھائی تو رومی برسر اقتدار ہو گئے، اس وقت رومی خود بت پرستی کا شکار تھے، رومی اور مصری اپنے دیوتاؤں کی عبادت کرتے رہے، جب قسطنطین رومی نے عیسائیت قبول کی تو تمام رومی مقبوضات میں عیسائی مشنری سرگرم ہو گئے، ان میں مصر بھی شامل تھا، مصر میں عیسائی مذہب کو کافی پذیرائی ملی، لیکن حکمرانوں اور محکوموں کے باہمی اختلافات بدستور قائم رہے، جب کالیسڈن کی کونسل نے یہ فیصلہ دیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی ذات کی دو جہتیں ہیں، ایک الوہی اور دوسری انسانی تو مصری عیسائیوں نے اس فیصلے سے انکار کیا اور وہ فرقہ نسطوریہ سے ہی وابستہ رہے جس میں صرف الوہی جہت کو تسلیم کیا جاتا تھا، ان فرقوں میں بہت شدید اختلاف تھا، اس اختلاف نے جنگ وجدل کا روپ دھار لیا اور انسانی خون کی ندیاں بہنے لگیں، اسکندریہ کے اسقف اعظم نے نسطوری فرقے کے قتل عام کا فتویٰ دیا تو اس کے ملکانی فرقے نے ایک گرجے کی عمارت میں نسطوری فرقے کے پیروکار مصریوں قبطیوں کی لاشیں گرانا شروع کر دیں، ان کے خون سے گرجے کی عمارت رنگین ہو گئی۔ (ملخصاً ضیاء النبی: ۱/۱۵۰) پھر ایک وقت آیا کہ کسریٰ ایران نے یہودیوں کے اکسانے پر شام وفلسطین پر قبضہ کر لیا، بعد ازاں اسکندریہ پر حملہ کیا اور یہودی پیٹر کی غداری کی وجہ سے اس تاریخی شہر پر بھی ایرانی لشکر قابض ہو گئے، پھر وہاں عیسائیوں کا خوب قتل عام کیا گیا، بے شمار لوگ مارے گئے، بے شمار قیدی بن گئے، گرجوں کو مسمار کر دیا گیا، ایک دفعہ تو ایرانیوں نے پوری سلطنت روما کو زیر وزبر کر کے رکھ دیا لیکن بعد ازاں ہرقل نے بھرپور محنت کر کے عیسائی قوتوں کو مجتمع کیا اور تابڑ توڑ حملوں سے اپنے مقبوضہ علاقے واگزار کروائے، جس وقت عیسائیوں کو ایرانی مجوسیوں پر فتح حاصل ہوئی

انہی ایام میں جنگ بدر کے موقع پر مسلمانوں کو عربی مشرکوں پر کامیابی ملی اور قرآن حکیم کی سورہ روم کی پیش گوئی برحق ثابت ہوئی، پھر جب اسلام کو غلبہ ملا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد ہمایوں میں مصر پر مسلمانوں کا تسلط قائم ہو گیا، مجموعی طور پر مصری تہذیب میں انسانیت سوز مظالم کی کوئی انتہا نظر نہیں آتی، حکمرانوں اور ان کے مددگار امرا اور روساء عالی شان عمارات تعمیر کرتے تو عوام الناس کو جبراً مزدوری پر لگاتے، ان کے معاشی حقوق سلب کرتے، مصری منڈیوں میں انسانوں کی خرید و فروخت ہوتی، رومیوں نے تقریباً چھ سو سال تک مصری عوام کا وہ خون چوسا کہ تاریخ عالم میں اس کی مثال نہیں ملتی، ٹیکسوں کی بھرمار کی وجہ سے مصر کی معاشی حالت عمومی انحطاط کا شکار تھی، کاروبار کے گھٹ جانے، زراعت کو پس پشت ڈالنے اور مصری آبادی کے رفتہ رفتہ کم ہونے کے باعث بڑے بڑے شہر کھنڈروں میں تبدیل ہو گئے تھے، وہ پھر کبھی نہ سنبھل سکے اور ان کی سابقہ خوشحالی کبھی واپس نہ لائی جا سکی۔ (ایضاً:۱/۱۵۹، بحوالہ ہسٹورین ہسٹری:۱/۵/۷۱) اخلاقی پستی کا یہ عالم تھا کہ پرانے مصر میں محرم رشتوں سے شادی کا عام رواج تھا، بالخصوص شاہی خاندان اس قبیح عادت کا ارتکاب کرتے تاکہ دوسرے لوگوں اور قوموں کا خون ان کے خاندان میں سرایت نہ کر جائے، یہ سلسلہ دوسری صدی عیسوی تک بھی جاری تھا، ارسینوئی کے دو تہائی باشندے اسی طریقے پر عمل پیرا تھے، مصری تہذیب میں بادشاہوں کو مرکزیت حاصل تھی، وہ اپنی رعایا کے ساتھ بہت ظالمانہ رویہ اختیار کرتے، فراعنہ کے زمانے میں فرعونوں کے لیے اہرام تعمیر کیے جاتے، جب وہ مرجاتے تو ان کے ساتھ خورد و نوش کی چیزیں، زیورات، جواہرات اور دیگر ضروریات کا سامان رکھا جاتا، ساتھ زندہ غلام اور خدام اور کنیزیں بھی اہرام میں داخل کی جاتیں، ان کا عقیدہ تھا کہ اہرام میں داخل ہوتے ہی بادشاہ زندہ ہو جائے گا اور اسے ان تمام چیزوں کی ضرورت پڑے گی، پھر اہرام کا دروازہ بڑی چٹانوں اور پتھروں سے ہمیشہ کے لیے بند کر دیا جاتا، اس طرح اس مردہ بادشاہ کے ساتھ زندہ غلاموں، خادموں اور کنیزوں کا کیا حشر ہوتا ہوگا، وہ کس طرح تڑپ تڑپ کر جان قربان کرتے ہوں گے، اس تصور سے ہی انسانیت خون کے آنسو بہاتی ہے، اس جدید دور میں ان اہرام اور مقابر کی کھدائی سے جہاں زیورات اور جواہرات حاصل ہوئے ہیں وہاں ان مجبور اور مظلوم انسانوں کے ڈھانچے بھی حاصل ہوئے ہیں جو اس دور کی سیاہ بختی پر نوحہ سرا ہیں، مصری تہذیب میں عورتوں کو قحبہ گری پر بھی مجبور کیا جاتا تھا، بادشاہوں کے حرم میں ہزاروں عورتیں دادِ عیش دیتی تھیں، معاشرہ کے تین طبقے تھے، حکمران، مذہبی افراد، عوام، پہلے دو طبقے تیسرے طبقے کا ہر لحظہ استحصال کرتے رہتے تھے، عوام کو غلام بنانا اور اپنے جائز و ناجائز مقاصد کے لیے استعمال کرنا معمول کا کام تھا۔

یونانی تہذیب:

یونان کی سرزمین بحر روم کے شمالی ساحل پر واقع ہے، وہاں مختلف پہاڑ ہیں، وادیاں ہیں، ندی نالے ہیں، دریا ہیں، موسم برسات میں وہاں بہت طغیانیاں بھی آتی ہیں، وادیوں میں کاشتکاری کی جاتی ہے، قدیم زمانے

میں دشوار گزار راستوں کی وجہ سے الگ الگ ریاستیں قائم تھیں، سکندر اعظم مقدونیہ کا بادشاہ بنا تو اس نے باقی ریاستوں کو ساتھ ملا کر ایک عظیم ملک کی بنیاد رکھی اور ایک زبردست فوج تیار کی، اس فوج نے ایران کو روندتے ہوئے ہندوستان کی سرزمین پر قدم رکھے اور پنجاب تک کے علاقے فتح کر لیے، اس زمانے میں باقی یورپ تو ہم پرستی کے اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا اور یونان کے فلاسفر علم و حکمت کے میدان میں طبع آزمائی کر رہے تھے، ان کی تعلیمات میں سیاسیات اور عمرانیات پر کافی مباحث موجود ہیں جنہوں نے بعد کی قوموں اور ان کے دانش وروں کو متاثر کیا، اس علم و حکمت کے باوجود سقراط، بقراط، افلاطون اور ارسطو جیسے فلاسفر اپنی قوم کو خدائے واحد کا صحیح تصور فراہم نہیں کر سکے، مذہب کے میدان میں وہی شرک کی تاریکی اور خام خیالی غالب رہی، یونانی مختلف دیوتاؤں کے پجاری تھے، دیوتاؤں کے خاندان کی حکومت زیوس اور اس کی ملکہ ہیرا کے ہاتھ تھی، ان کے ماتحت سمندروں کا دیوتا پوسیڈن، جنگی ہتھیاروں کا دیوتا ہیفا اسٹس، سورج کی حرکتوں کا دیوتا اپولو، حکمتوں کی دیوی ایتھینا اور محبتوں کی دیوی ایفروڈایٹ تھی، مشہور شہر ایتھنز کے قرب و جوار میں زراعت کی دیوی "دمتر" کا مندر اور دربار تھا جہاں مختلف قسم کی رسمیں ادا کی جاتی تھیں، پوری سرزمین، فصلات و ثمرات کا دارومدار اس دیوی کے رحم و کرم پر سمجھا جاتا تھا، یوں تو پورے یونان کی مختلف آبادیوں میں بہت سے جشن منائے جاتے، تہوار منعقد کیے جاتے لیکن چار سال کے بعد اولمپیا کے مقام پر بہت بڑے جشن اور تہوار کا انعقاد کیا جاتا، وہاں زیوس دیوتا کا مندر تھا، اس جشن اور تہوار میں کھیلوں کے مقابلے ہوتے، موسیقی، شاعری اور شراب نوشی اور فحاشی کے ریکارڈ توڑے جاتے، یہ سلسلہ صدیوں کے بعد آج بھی اولمپکس کی صورت میں مختلف ممالک میں جاری ہے، معاشرتی طور پر یونان تین طبقات میں بٹا ہوا تھا، بادشاہ، امرا اور عوام، غلامی کا عام رواج تھا، ارسطو جیسے فلاسفر کا قول ہے کہ غلام ایک آلہ ہے مگر ذی روح ایک کھلونا ہے مگر جاندار، ان غلاموں کو انسانیت سوز سزاؤں سے تڑپایا جاتا تھا، صرف ایتھنز کی ریاست میں ایک لاکھ پندرہ ہزار غلام تھے، ارسطو کے نزدیک یونانی پیدائشی طور پر سردار ہیں اور باقی تمام ملکوں کے باشندے غلام ہیں، اس فلسفے کی تکمیل کے لیے سکندر اعظم نے آدھی دنیا کو اپنی ترک و تاز کا نشانہ بنایا، لاکھوں انسانوں کو مارا اور لاکھوں انسانوں کو غلام بنایا، عورت کی عصمت اور پاکدامنی کا کوئی تصور نہیں تھا، افلاطون کا مشہور فلسفہ ہے کہ آزادی کے ساتھ باہمی اختلاط کرنے والے مرد اور عورت میں دوسروں کی نسبت زیادہ صلاحیت ہوگی اور ان کی اولاد بھی زیادہ صلاحیت والی ہوگی، یونانی فلاسفروں کی تعلیم میں بوڑھے، کمزور بچے اور ناقص الاعضاء آدمی کی کوئی گنجائش نہیں، وہ ان قابلِ رحم انسانوں کو قتل کرنے کا مشورہ دیتے ہیں تاکہ معاشرے پر بوجھ نہ بنے رہیں، بچوں کی تعداد میں اضافہ ہو جائے تو اضافی بچوں کو بھی تلف کر دیا جائے، اس افلاطونی فلسفے سے انسانیت کی چولیں ہل جاتی ہیں، پھر وہ بہترین توانا اور جوان نسل پیدا کرنے کے لیے جوان اور صحت مند مردوں اور عورتوں کو کھلے عام میل ملاپ کی

اجازت دیتا ہے، تفصیل کے لیے "کتاب الجمع" کا مطالعہ کیا جائے۔ ان لوگوں کے قانون سیاست میں حکمران طبقے کے لیے کوئی اصول اور ضابطہ نہیں، یہی وجہ ہے کہ یونان میں سردار اور حکمران مطلق العنان ہوتے، اپنی معمولی سی خواہش پر انسانوں کی فصل کاٹ دیتے، ارسطو نے لکھا ہے کہ کسی عام سے آدمی کے بدلے میں کسی سردار کو قتل کرنا یا جلاوطن کرنا یا عام جگہ پر کھڑا کرنا عدل وانصاف کے خلاف ہے، اس نظریے کو ثابت کرنے کے لیے مثال دی کہ خرگوشوں نے جلسہ کیا اور قرارداد پاس کی کہ تمام جانوروں میں برابری ہونی چاہیے، یہ قرارداد سن کر شیروں نے کہا کہ اگر اس برابری کا مطالبہ کرنا چاہتے ہو تو پہلے ہمارے جیسے تیز پنجے اور نوکیلے دانت لے کر آؤ۔ ﴿کتاب السیاسہ: ۲۱۷﴾ یونان کی اقتصادی سرگرمیوں کا انحصار زراعت پر تھا، اس کے ساتھ لوٹ کھسوٹ اور بحری قزاقی کے سلسلے بھی چلتے تھے، یونانی بہت سخت جان ہوتے، ان کو فوجی تربیت دی جاتی، یہی وجہ ہے کہ ان کے لشکروں نے ایرانی اور رومی سرزمینوں کو پامال کیا اور قوموں کو اپنا باجگزار بنایا، بالخصوص شام وفلسطین پر قبضہ کر کے یہود ونصاریٰ کو بھی اپنی شرک آلود تعلیمات سے متاثر کیا۔

ہم تو سمجھے تھے تجھے عشق کی دولت دے گی
عقل بھی چھین لی تجھ سے تیری دانائی نے

عراقی تہذیب:

دریائے دجلہ اور فرات کے وسیع میدانوں میں جوان ہونے والی عراقی تہذیب کو کیسے فراموش کیا جاسکتا ہے، اس کی قدیم تہذیب کو "سمیری تہذیب" کے نام سے موسوم کیا گیا، بعض محققین کے مطابق چونکہ اس تہذیب کی زبان قدرے منگول زبان سے ملتی جلتی تھی اس لیے قرین قیاس یہ ہے کہ یہاں کے لوگ منگول نسل سے تعلق رکھتے تھے جو ۴۵۰۰ ق م کے لگ بھگ کوہ قاف، وسطی ایشیا اور آرمینیا کے پہاڑی علاقے سے ہجرت کر کے آئے تھے، یہاں آ کر انہوں نے کش، نفر، اُر، اُروخ اور لفاش جیسے شہر آباد کیے، یہاں کے بادشاہ مطلق العنان ہوا کرتے اور ان کو تمام عیوب ونقائص سے منزہ تصور کیا جاتا، ان کے دربار بڑے پرشکوہ ہوا کرتے، شاہانہ لباس اور آرائش و زیبائش کا پورا خیال رکھا جاتا، عام لوگ ان کو خداؤں کا نمائندہ سمجھتے اور ان کی غلامی پر فخر کرتے، پھر ۲۰۰۰ ق م کے لگ بھگ "بابل" کی تہذیب پروان چڑھی جس کا حکمران نمرود تھا، اس کے اقتدار میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پروان چڑھے اور اس کی باطل خدائی کو للکارا اور کیفر کردار تک پہنچایا، بابل کا تاریخی شہر دریائے فرات کے مشرقی کنارے پر آباد تھا، یہ لفظ باب اور ایل کا مرکب ہے یعنی خدا کا دروازہ، یہ دونوں الفاظ سامی یا عبرانی زبان کے ہیں، گویا پورے

وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ اس شہر کو آباد کرنے والے سامی النسل لوگ تھے، شہر بابل کا اقتدار دور دراز کے علاقوں پر پھیلا ہوا تھا، وہاں ۱۱۷۰ ق م میں ایک عظیم بادشاہ حمورابی کا اقتدار شروع ہوا جو تقریباً بیالیس سال تک برقرار رہا، اس نے تاریخ میں پہلے باقاعدہ آئین کا تعارف کروایا، نظام سیاست میں موروثی اور مطلق العنانی عناصر شامل تھے، دجلہ و فرات کی وسیع وادیوں میں آشوری تہذیب بھی پروان چڑھی، اس کا بانی ایک سامی النسل قبیلہ تھا، وہ ایک بت ''آشور'' کا پجاری تھا، اس قبیلے نے شہر بابل کی شمالی جانب تقریباً تین سو میل کے فاصلے پر ایک شہر ''آشور'' آباد کیا اور اسے اپنا پایۂ تخت بنایا، ۱۱۰۰ ق م کے دورانیے میں اس ریاست کو بہت ترقی نصیب ہوئی، اس کا مشہور بادشاہ آشور ناصر پال تھا، جس نے ۸۸۴ ق م کے لگ بھگ اقتدار سنبھالا اور ریاست آشوریہ کو مزید وسعت دی، پھر اس کا بیٹا شلما ناصر ۸۵۹ ق م میں برسر اقتدار آیا، ایک روایت کے مطابق اس کے زمانے میں حضرت یونس علیہ السلام تبلیغ دین ہدایت کے لیے نینوا تشریف لائے اور ان کو گرفتار بھی کر لیا گیا، اس کے سو سال بعد ''بلاسر آشور'' نے شہر بابل کو فتح کیا اور دنیا کی بڑی بڑی ریاستوں کے تقریباً بیالیس فیصد علاقے پر حکومت قائم کی، مشاہِ مذکور کے بعد اس کا بیٹا تخت نشین ہوا اور چند سال حکمران رہا، پھر ایک بہادر سپہ سالار ''سارگن'' نے قبضہ کر لیا، اس نے بنو اسرائیل پر حملہ کیا اور اس کے دس قبائل کو جلاوطن کر دیا، پھر اس تہذیب کے ایک اور جابر حکمران ''آشور بنی پال'' نے ۶۶۸ ق م کے دورانیے میں اقتدار سنبھالا اور شام، مصر، فلسطین سے لے کر ایران تک اور آرمینیا سے لے کر شمالی عرب تک اپنے پرچم لہرائے، اس نے لوہے کے ہتھیار استعمال کیے، نینوا میں کتب خانہ بنوایا، اس جدید دور میں کھدائی کے دوران وہاں دس ہزار اینٹیں برآمد ہوئی ہیں جن پر اس زمانے کی تحریریں رقم ہیں، یہ اینٹیں اس تہذیب و تمدن کی عکاسی کرتی ہیں، آشوری بادشاہ بھی جملہ اختیارات کا مرکز ہوتے، آشور دیوتا کے مظہر کامل سمجھے جاتے، اس دیوتا کے نام پر جنگیں لڑی جاتیں اور عوام پر محصولات لگائے جاتے، اس تہذیب کے بعد ایک مرتبہ پھر ''بابل'' کو عروج نصیب ہوا، ۶۶۲ تا ۵۳۹ ق م کے دورانیے میں کلدانی سلطنت قائم ہوئی جس کا مشہور حکمران بخت نصر تھا، وہ سخاریب آشوری کے بعد برسر اقتدار ہوا اور طوفان کی طرح چھا گیا، اس نے ہیکل سلیمانی مسمار کیا، یہودیوں کو قتل کیا اور غلام بنایا، شام و فلسطین پر گرفت مضبوط کی، بخت نصر نے بابل میں معلق باغات تعمیر کیے اور اس کو عجوبہ روزگار بنا دیا، پھر اس شہر پر شاہ فارس سائرس اعظم یا کوروش اعظم (ذوالقرنین) نے ۵۳۹ ق م کو تغلب اور تسلط حاصل کیا اور یہودیوں کی گردنیں طوق غلامی سے آزاد کروائیں، بعد ازاں ۳۳۱ ق م کو سکندر یونانی نے اس شہر کو فتح کیا، مشہور روایت کے مطابق اس

کی وفات بھی اسی شہر میں ۱۰ جون ۳۲۳ ق م کو شدید بخار کی وجہ سے واقع ہوئی اور اس کو بحر روم کے کنارے اس کے اپنے بنائے ہوئے مشہور شہر اسکندریہ میں دفن کیا گیا (سکندر ۲۰ جولائی ۳۵۶ ق م کو پیلا میں پیدا ہوا، اس کے باپ کا نام فلپ دوم مقدونی تھا، والدہ کا نام اولمپیاس تھا، استاد کا نام ارسطو تھا، وہ بائیس سال کی عمر میں دنیا فتح کرنے نکلا، اس کی بیوی کا نام رخسانہ تھا، اس نے شاہ فارس دارا کو اور مہاراجہ ہندوستان پورس کو شکست دی، جب وہ مقدونیہ سے نکلا تو اس کی فوج کی تعداد ۳۵ ہزار تھی) تیسری صدی سے چھٹی صدی تک کے دورانیے میں اس تہذیب پر ایرانی بادشاہوں کا قبضہ رہا اور ایرانی تہذیب کے اثرات غالب آتے رہے جن میں مظاہر پرستی بالخصوص آتش پرستی عام ہوئی، انسانوں کے وہی تین طبقات تھے یعنی حکمران، امرا اور رعایا، یہ سلسلہ چلتا رہا آخر اس ساری زمین پر اہل اسلام نے اپنی فتح و کامرانی کے پرچم لہرا دیئے اور ہزاروں سالوں سے شرک آلود خطے کو توحید کی اذانوں سے سرشار کر دیا۔

ہندی تہذیب:

مشہور روایات کے مطابق حضرت انسان نے سب سے پہلے سرزمین ہند پر قدم رکھا اور یہاں سے اس کی دنیاوی زندگی کا آغاز ہوا، سندھ میں موہنجوداڑو اور پنجاب میں ہڑپہ کے آثار قدیمہ کو دیکھ کر ماہرین تاریخ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ہندوستان میں ۵۰۰۰ ق م کے دورانیے میں ایک زبردست تہذیب موجود تھی، یہ تہذیب مصر اور نینوا کی ہم عصر تھی، وہاں کنوئیں ہوتے، غسل خانے ہوتے، پانی کے اخراج کے لیے نالیاں ہوتیں، برتن ہوتے، سونے چاندی اور جواہرات کے زیور ہوتے، دو پہیوں والی گاڑیاں ہوتیں، شطرنج ہوتی، آبپاشی کا بہترین بندوبست ہوتا، موسیقی ہوتی، تفریح کے سامان ہوتے، زراعت ہوتی، اس تہذیب کے بیرونی تہذیبوں کے ساتھ روابط قائم تھے، ہندوستان کے قدیم باشندوں کو "دراوڑ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، ان لوگوں کا دیویوں اور دیوتاؤں پر ایمان تھا، پھر آریہ آئے، آریہ قوم ۲۰۰۰ ق م سے ۱۴۰۰ ق م کے دورانیے میں ایران سے نکلی اور افغانستان کا علاقہ عبور کر کے ہندوستان کے وسطی علاقوں پر قابض ہو گئی، انہوں نے جمنا گنگا دوآبے پر تسلط جما لیا، پھر بہار کی طرف نقل مکانی کی، اس قوم نے قدیم باشندوں کو جنوبی ہندوستان کی طرف بھگا دیا یا باقی ماندہ کو اپنی غلامی کے لیے اپنے اندر مدغم کر لیا، سنسکرت زبان کو زیادہ فروغ ہوا، جو آریہ قوم کی زبان تھی، ۱۴۰۰ تا ۱۰۰۰ ق م کے دورانیے میں کوروں اور پانڈوں کی جنگیں مشہور ہوئیں، ۱۰۰۰ تا ۳۰۰ ق م کے دورانیے میں علم، ہنر، ریاضی اور فلسفے میں اہل ہند نے کمال حاصل کیا، ۴۰۰ تا ۳۰۰ ق م کے دورانیے میں "چندر گپتا موریا" نے پندرہ ریاستوں کو

ملا کر ایک بڑی ریاست قائم کی، پھر اس کے پوتے اشوکا نے مزید بہت سے علاقوں کو شامل کیا، ''گپتا موریا'' خاندان کے بادشاہ دوسو سال تک حکمران رہے، ادھر بدھ مذہب کا آغاز ہو چکا تھا، اس مذہب نے ۲۵۰ ق م سے لے کر ۵۰۰ء تک بہت عروج حاصل کیا، آگے پرانگ کا زمانہ شروع ہوا، جو مسلمانوں کی فتوحات تک جاری رہا، آریہ قوم کی مذہبی کتاب ''وید'' تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اصنام پرست تھے، دیوتاؤں کے پجاری تھے، ان کے نام پر قربانیاں دیتے تھے، پھر آہستہ آہستہ ان دیوتاؤں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا حتیٰ کہ انہوں نے گائے اور ناگ تک کی پوجا شروع کر دی، ''وید'' کا معنیٰ علم اور عقل ہے، آریہ قوم کے مطابق یہ کتاب دیوتاؤں کا کلام ہے جو انہوں نے اپنے رشیوں نام لیواؤں پر نازل کیا تھا، اس کتاب میں گیت بھی ہیں، جادو منتر بھی ہیں، دیوتاؤں کی تعریف بھی ہے، ہندومت کے بنیادی عقائد بھی ہیں، ''وید'' کے علاوہ ان کے پاس رامائن اور مہابھارت کے نام سے دو طویل نظمیں بھی ہیں، پہلی میں رام اور سیتا کی کہانی ہے، دوسری میں کوروں اور پانڈوں کی جنگوں کا ذکر ہے، ان کی ایک اور کتاب ''بھگوت گیتا'' کے نام سے مشہور ہوئی، اس میں ارجونا کے ساتھ کرشنا کا کلام مندرج ہے، ہندومت میں وشنو دیوتا، شیوا دیوتا اور برہما دیوتا، اگنی دیوتا، اندر دیوتا، متر دیوتا، ورن دیوتا کا بہت تذکرہ ملتا ہے، ان کی مختلف شکلیں ہیں، بت ہیں، مندر ہیں، کروڑوں ہندو ان کی عبادت کرتے ہیں اور مرادیں مانگتے ہیں، البرونی کی تحقیق کے مطابق قدیم آریہ کے ہاں خدائے واحد کی کبریائی کا تصور پایا جاتا تھا، اس کو وہ ''ایشور'' کے نام سے پکارتے، بعد میں ان کی وحدت پرستی، کثرت پرستی میں تبدیل ہو گئی، ہندی تہذیب میں انسانوں کے چار طبقات بنائے گئے، سب سے اعلیٰ برہمن، اس سے کم تر کھشتری، اس سے کم تر ویش اور اس سے کم تر شودر، ہر طبقے کے ذمے مختلف کام لگائے گئے، برہمن کے ذمے وید کی تعلیم دینا اور دیگر مذہبی رسومات ادا کرنا، کھشتری کا کام تھا مخلوق خدا کی حفاظت کرنا، ویش کا کام تھا کھیتی باڑی کرنا، سود لینا، جانوروں کی پرورش کرنا اور شودر کا کام تھا بالخصوص برہمن کی غلامی کرنا اور بالعموم سب طبقوں کی خدمت کرنا، رگ وید کے مطابق برہمن پرماتما کے سر اور منہ سے، کھشتری بازوؤں سے، ویش رانوں سے اور شودر قدموں سے پیدا ہوئے، اس طبقاتی نظام میں شودر کو جانوروں سے بھی زیادہ حقیر اور ذلیل سمجھا جاتا تھا، یہ تقسیم ان کے مذہب میں سکھائی گئی تھی، شودر دراصل ہندوستان کے اصلی باشندے تھے جن کو آریائی نسل نے بری طرح دبا کر رکھا ہوا تھا، اس کے متعلق وید کا حکم ہے کہ اس کو صرف اس لیے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ ان تینوں طبقات کی

خدمت سرانجام دے، عورت کی حالت بھی بہت ناگفتہ بہ تھی، ستی کی رسم عام تھی، جس میں شوہر فوت ہو جاتا تو اس کی بیوی کو اس کے ساتھ زندہ جلا دیا جاتا، ایک عورت چار چار مردوں کے ساتھ بیاہی جاتی، عورت مال و جائیداد سے محروم رکھی جاتی، اس کی خرید و فروخت ہوتی، اس کو جوئے وغیرہ میں داؤ پر لگایا جاتا، شاک مت جیسے فرقوں میں ماں، بہن اور بیٹی کے تقدس کا کوئی رواج نہیں تھا، راجے بہت زیادہ عورتیں رکھ سکتے تھے، ویدک دھرم سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت دھوکے باز ہے، عورت نہایت ہلکی چیز ہے، عورت کی عصمت مشکوک ہے، عورت سے پکی محبت نہیں ہو سکتی، عورت کا دل بھیڑیوں کا بھٹ ہے، عورت وید کا مطالعہ نہیں کر سکتی، عورت اور شودر گناہ کے قالب ہیں، برہمنوں کے پاس دیوداسیاں ہوتیں جن کی وہ عزت و آبرو کو نیلام کرتے، اس میں شک نہیں کہ تمام مندروں میں پیشہ ور عورتیں ناچنے کے لیے اپنی زندگی کو وقف کرتیں، خاص کو شیواجی کے مندروں میں یہ رسم عام تھی اور راجے ان مندروں سے خاص آمدنی حاصل کرتے تھے۔ ﴿مسلم ثقافت:۳۶﴾ زنا کاری کی نہ صرف عام اجازت دے دی گئی بلکہ ایک خاص موقع پر "بھیرویں چکر" پر شراب نوشی اور زنا کاری مذہباً فرض قرار دی گئی، اس موقع پر مرد و عورت سب ایک جگہ پر جمع ہوتے، مرد ایک ایک عورت کو مادرزاد برہنہ کر کے پوجا کرتے اور عورتیں کسی مرد کو ننگا کر کے پوجتیں، اس موقع پر شراب پی جاتی اور بدمست ہو کر کوئی کسی عورت کو، کوئی اپنی یا کسی دوسرے کی لڑکی کو، کوئی کسی اور کی یا اپنی ماں بہن بہو وغیرہ کو جو وہاں موجود ہوتی پکڑ لیتا اور جس کے ساتھ چاہتا بدفعلی کر سکتا تھا، اس مذہبی تقریب کے علاوہ عام طور پر زنا کاری کے لیے ایک خاص فقرہ مقرر کیا تھا، جس کو پڑھ کر ہر مرد عورت سے "سماگم" کرتے تھے اور ایسی بدکاری میں کسی رشتے کے لحاظ کی ضرورت باقی نہ رہتی تھی۔ ﴿ایضاً:۴۱﴾

ہندو مذہب میں نظریہ تناسخ کو بھی بہت اہمیت حاصل تھی، اس میں انسان کی روح مختلف جنموں میں ظاہر ہوتی رہتی ہے، اگر روح اچھی ہے تو اس کو جنم اور روپ اچھا ملے گا اور اگر بری ہے تو برا ملے گا الغرض ہندی تہذیب کی آڑ میں اس بھیانک بدتہذیبی کا دھندا جاری تھا کہ ہندوستان کے طول و عرض میں بدھ مت اور جین مت کی تحریکوں نے جنم لیا اور ایک عرصے تک ویدک دھرم کے ستائے ہوئے مجبور اور مقہور انسانوں کو سکھ کا سانس نصیب ہوا، بدھ مت کا بانی گوتم بدھ تھا جو ۵۶۳ ق م میں پیدا ہوا، اس کا والد گنگا کے شمالی کوہستانی علاقوں کی ایک ریاست کا حکمران تھا، گوتم بدھ نے شاہانہ ماحول میں آنکھ کھولی، جوان ہوا تو اس معاشرے کا گہری نظر سے مطالعہ کیا، اسے یہ دنیا دکھوں کا گھر دکھائی دی، اس نے دکھی انسانیت کی فلاح کے لیے اپنی تمام سہولتوں کو چھوڑ کر فقر و

فاقہ کی زندگی شروع کی، اس نے تھکا دینے والے مراقبے شروع کیے اور مختلف علاقوں کے سفر اختیار کیے، آخر اس کو "گیا" کے مقام پر گیان حاصل ہو گیا، اسے روشنی مل گئی، بدھ یا بدھا کا معنیٰ بھی "روشن ضمیر" ہے، اس نے بنارس کے قریب ایک شہر سارناتھ میں اپنی تعلیمات کا پہلا خطبہ دیا، اس نے لوگوں کو بتایا کہ ویدوں کے جملہ دیوتا اور دیویاں کوئی چیز نہیں، گویا قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اس نے خدائے واحد کی وحدانیت کا پرچار کیا، پھر اس نے بتایا کہ ان جھوٹے خداؤں کی قربانی ممنوع ہے، ذات پات کا فلسفہ غلط ہے، سب انسان برابر ہیں، سنسکرت کی بجائے اپنی مادری زبانوں میں تعلیم دی جا سکتی ہے، ان انقلابی اصولوں نے برہمنوں اور کھشتریوں کی اجارہ داری ختم کر دی، بعد میں بدھ مت کو اشوکا، کنشک اور ہرش جیسے عالی ہمت مہاراجوں کی سرپرستی حاصل ہو گئی اور یہ مذہب ہر طرف پھیل گیا، اشوکا نے تو بیرون ملک بھی اس کے وفود بھیجے، ان کی وجہ سے کشمیر، برما، ملایا، سماٹرا، چین اور جنوبی ہند وغیرہ میں یہ مذہب عام ہو گیا۔ اشوکا نے اپنے خزانے غریب عوام کے لیے کھول دیے، پورے ہندوستان میں اتحاد کی فضا قائم ہو گئی، ایک بڑی ریاست معرض وجود میں آ گئی، ہر کمال کو زوال ہوتا ہے، گوتم بدھ کے بعد اس کے ماننے والے تقریباً اٹھارہ فرقوں میں تبدیل ہو گئے، دو فرقے بہت مشہور ہیں مہایان اور ہنایان، پھر اسکی عبادت شروع ہو گئی، اس طرح ان کی باہمی چپقلش سے پرانے ویدک دھرم کو فائدہ ہوا، بدھ مت کو اپنے آبائی علاقے سے نکل کر چین، جاپان اور سری لنکا وغیرہ میں پناہ لینا پڑی، اس طرح مہاویر نے جین مت شروع کیا، اس کے اصول بھی بدھ مت کے ساتھ ملتے تھے مگر اس کی وفات کے بعد اس کے ماننے والوں نے بھی اس کے سارے اصول وضوابط ویدک دھرم کی بھینٹ چڑھا دیے، ایران کے زرتشت، ہند کے گوتم بدھ اور چین کے کنفیوشس کا زمانہ قریب قریب ہے، ان تینوں مصلحین نے اپنی قوموں کو جس دلدل سے نکالنے کی کوشش کی ان کے پیروکاروں نے ان کو دوبارہ اسی دلدل میں یا اس سے بدترین دلدل میں دھکیل دیا، گپتا خاندان کے آخری حکمران ہرش کے مرنے کے بعد ہی برہمن پرانا نظام لے کر باہر آ گئے اور دبا ہوا طبقاتی نظام پھر غالب آ گیا، اس ساری ہندی تہذیب میں لوگوں کی اقتصادی حالت عمومی طور پر بہت قابل رحم تھی، بادشاہ اور ان کے امرا عیش وعشرت کی زندگی بسر کرتے، اونچے محلات بنواتے، اعلیٰ لباس زیب تن کرتے، اپنی عیاشی کے جملہ سامان حاصل کرنے کے لیے عوام کا خون نچوڑتے، غریب اور نادار لوگوں کو رہنے کے لیے جھونپڑیاں بھی میسر نہیں تھیں، ان کی زندگی جانوروں سے بدترین تھی، برہمنوں کے بیاج نے لوگوں کو تباہ حال بنا رکھا تھا، گویا پھر وہی شودر اور ظلم وتشدد کی طویل اور

تاریک رات، آخر اس تاریک رات کو اسلام کی تابناک کرنوں نے شکست فاش دی۔

چینی تہذیب:

ایک بہت بڑے رقبے پر محیط ملک چین اپنی آبادی اور قدامت تہذیبی کی بدولت دنیا کے اہم ترین ممالک میں شمار ہوتا تھا اور ہوتا ہے، مشہور روایات کے مطابق چین تاتار، جاپان، کوریا، انڈونیشیا اور ملائشیا کے انسانوں کا سلسلہ نسب حضرت یافث بن نوح علیہ السلام تک پہنچتا ہے، بالخصوص چین کے لوگوں نے شروع دن سے ہی اپنی عقل ودانش اور محنت وکارکردگی سے پوری دنیا کو متاثر کیا، انہوں نے دیوار چین تعمیر کی جس کی لمبائی تقریباً ڈیڑھ ہزار میل ہے، یہ عظیم دیوار، پہاڑوں، وادیوں، صحراؤں اور میدانوں سے گزرتی ہے، اس زمانے میں اس کی تعمیر کا مقصد شمال میں رہنے والے غیر مہذب اور وحشی قبائل سے عوام چین کو محفوظ بنانا تھا، یہ دیوار آج بھی عجائبات عالم میں شامل ہے، فن تعمیر کے اس نادر نمونے کے ساتھ اہل چین نے اور بھی بہت سی ایجادات اور اکتشافات سے دنیا کو حیران کیا، مثلاً انہوں نے کوئلے کو ایندھن کے طور پر استعمال کرنے کا فن ایجاد کیا، انہوں نے خبیث ارواح کو ڈرانے کے لیے بارود پٹاخے تیار کیے، انہوں درختوں کی چھالوں اور پٹ سن کے ریشوں سے کاغذ بنایا، گویا جب دنیا کے اکثر علاقے ظلمات جہالت میں غرق تھے، یہاں علم اور ہنر کی قندیلیں روشن تھیں، مذہبی طور پر چینی تہذیب بھی دیگر تہذیبوں کی طرح اسلاف پرستی اور اصنام پرستی اور اوہام پرستی کا شکار تھی، زمین، پہاڑ، دریا، صحرا، درخت الغرض سب کی پوجا ہوتی، ان کے دیوتا ہوتے، ان کے قدموں پر انسانوں کی قربانیاں ہوتیں، چینی حکمران اپنی فوجیں باہر کے علاقوں میں بھیجتے تاکہ وہاں سے غلام اور کنیزوں کو لا کر ان کو اپنے دیوتاؤں پر قربان کیا جائے، ان کے بڑے دیوتا کا نام ''شانگ ٹی'' تھا، اہل مصر کی طرح اہل چین بھی اپنے بادشاہوں کے مقبرے تعمیر کرتے، ان کے تہہ خانوں میں بادشاہوں کی لاشیں رکھتے، ان کے قرب وجوار میں قیمتی ساز وسامان رکھتے، ان کے مرنے کے بعد ان کی پوجا بھی شروع ہو جاتی، ۶۰۴ ق م میں ایک مصلح لاوزے صوبہ ٹشو (Tehu) میں پیدا ہوا، اس کا اصلی نام ''لی پہ یانگ'' تھا، اس نے ایک کتاب لکھوائی جس کا نام رکھا ''تاؤتی چنگ'' یعنی صراط مستقیم، اس میں اہم ترین لفظ ''تاؤ'' استعمال ہوا ہے، تاؤ سے مراد خدا ہے، اس نے ''تاؤ'' کے اوصاف بیان کیے کہ اس کا وجود ہمیشہ سے ہے، وہ ہر جگہ موجود ہے، اس کا جسم نہیں، وہ لطیف ہے، جس نے تمام اشیاء کو پیدا کیا ہے، ''تاؤ'' ناقابل تقسیم ہے، گویا اس نے چین کے شرک آلودہ ماحول میں توحید خداوندی کی مشعل روشن کی لیکن بعد میں اہل چین نے اس کو

خدا بنا کر پوجنا شروع کر دیا، اس کے "تاؤازم" میں ایک پیروکار "چنگ تاؤلنگ" پیدا ہوا، جس نے شربت حیات جاودانی تیار کرنے کا دعویٰ کیا، پھر لوگوں نے اس کی بھی عبادت شروع کر دی، ۵۵۱ ق م میں چین کا بہت بڑا دانش مند انسان کنفیوشس ریاست لو کے موضع کوفو میں پیدا ہوا، اس نے جوان ہو کر چین کے طول و عرض کی سیر کی اور لوگوں کو توحید باری کا درس دیا، اس کے ساتھ انسان کے باہمی معاملات اور اخلاقیات کو بیان کیا، اس نے اپنے پیغمبر ہونے کا دعویٰ تو نہیں کیا لیکن اس کی تعلیمات میں فطرت سلیم کی نمایاں جھلکیاں دکھائی دیتی ہیں، اس نے پہلے اپنی ذات کو، پھر گھر بار کو اور پھر معاشرے کو ٹھیک کرنے کے لیے اصول عطا کیے، بعد ازاں اس کی تعلیمات کو بادشاہوں نے قبول کیا اور چینی معاشرے پر نافذ کیا لیکن اہل چین کی اسلاف پرستی کی عادت نے اسے بھی "معبود" بنا لیا، اُدھر چین میں بدھ مت مذہب کے اثرات بھی داخل ہو گئے، ان دونوں شخصیات کی تعلیمات میں کچھ زیادہ تفاوت نظر نہیں آتی، کچھ اہل چین میں ثنویت کا عقیدہ بھی پایا جاتا تھا، ان کے نزدیک خیر وشر کی دو قوتیں موجود ہیں، چینی لوگ "یانگ" کو خیر کی قوت اور "ییین" کو شر کی قوت سمجھتے، "یانگ" میں مثبت، مذکر، سفید، گرم اور متحرک ہونے کے جبکہ "ییین" میں منفی، مونث، سیاہ، سرد اور غیر متحرک ہونے کے اوصاف پائے جاتے، اس طرح آسمان، آگ اور دھوپ کو یانگ سمجھا جاتا، زمین، سایہ اور پانی کو ییین سمجھا جاتا، ان دو قوتوں کے باہمی عمل سے یہ کائنات وجود میں آئی، چینی تہذیب کی معاشرتی اور سماجی حالت بھی دوسری تہذیبوں کی طرح تین طبقات پر مبنی تھی، حاکم، امراء اور عوام، عوام میں زیادہ غلام اور لونڈیاں موجود تھیں، وہ ملکی دستور کے مطابق غلاموں اور لونڈیوں پر مکمل تسلط رکھتے تھے لیکن اتنا ضرور تھا کہ ان کے رویے میں باقی تہذیبوں کی نسبت فرق نمایاں تھا، بلکہ انہوں نے پہلی صدی عیسوی میں کچھ قوانین تیار کیے جن میں غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تلقین کی گئی تھی، چین کے وسیع و عریض رقبوں میں تاؤازم، کنفیوشس ازم اور بدھ ازم کے نقوش و اثرات تھے، ان تینوں مذہبوں میں انسان کی قدر و منزلت کا احساس دلایا گیا تھا لہٰذا اس احساس کی جھلک نظر آیا کرتی تھی۔

عربی تہذیب:

دنیا کے نقشے پر جزیرہ نما عرب کو ہر اعتبار سے ایک خاص مقام حاصل تھا اور آج بھی حاصل ہے، لفظ عرب کی وجہ تسمیہ کے متعلق دو قسم کی آرا پائی جاتی ہیں، بعض کا خیال ہے کہ عرب اور اعراب کا معنیٰ ہے فصاحت و بلاغت، زبان دانی اور زبان آوری، چونکہ یہاں کے باشندے اپنے آپ کو بہت فصیح اور زبان آور سمجھتے تھے اس لیے

انہوں نے اپنے آپ کو"عرب" اور دوسری قوموں کو "عجم" یعنی گونگا اور ژولیدہ بیان کہنا شروع کر دیا، بعض کا خیال ہے پرانے کلام عرب میں لفظ "عرب" کو دشت و بیابان کے معانی میں استعمال کیا گیا تھا اور اس کا بہت بڑا حصہ بھی دشت و بیابان پر مشتمل ہے تو اس وجہ سے اس کو "عرب" کا نام دیا گیا، اس خطہ سرزمین کے مغرب میں بحر قلزم، مشرق میں خلیج فارس اور خلیج عمان (بحیرہ عرب) اور جنوب میں بحر ہند واقع ہے، اس کے شمال کی حدود مختلف فیہ ہیں، بعض مملکت شام تک اس کی حدود کو وسعت دیتے ہیں اور جزیرہ نمائے سینا یعنی میدان تیہ کو بھی اس کا حصہ تصور کرتے ہیں، اس کا رقبہ ۱۰ لاکھ مربع میل ہے، سب سے طویل سرحد بحر قلزم (احمر) کے ساتھ جو تقریباً پندرہ سو میل ہے اور اس کا عرض یمن سے عمان تک ہے جو تقریباً بارہ سو میل ہے، اس کا کل رقبہ جرمنی اور فرانس سے چوگنا زیادہ ہے، انگریزی استعمار نے اس سرزمین کو سعودی عرب، یمن، عمان، مسقط دوبئی، ابوظہبی، قطر، بحرین وغیرہ میں تقسیم کر دیا ہے، ان سب ریاستوں کو ملا کر تمام جزیرۃ العرب کا رقبہ ۳،۱۳۹،۰۴۸ مربع کلومیٹر ہے۔ ﴿اطلس السیرۃ: ۲۸﴾ جغرافیے کے اعتبار سے اس سرزمین کے پانچ حصے ہیں، تہامہ، حجاز مقدس، نجد، عروض، یمن، حجاز مقدس نجد کے مغرب میں بحر احمر پر واقع ہے، یہ شمال میں خلیج عقبہ سے لے کر جنوب میں صوبہ عسیر تک پھیلا ہوا ہے، اس کا رقبہ چار لاکھ مربع کلومیٹر ہے، مکہ، مدینہ، تبوک، جدہ اور طائف اس کے بڑے شہر ہیں۔ ﴿اطلس السیرۃ: ۳۲﴾ ملک کا بڑا حصہ ریگستان ہے، پہاڑوں کا جال تمام ملک میں پھیلا ہوا ہے، سب سے طویل سلسلہ کوہ "جبل السراۃ" ہے، جو جنوب میں یمن سے شروع ہو کر شمال میں شام تک چلا گیا ہے، اس کی سب سے اونچی چوٹی آٹھ ہزار فٹ بلند ہے، اس کے بعض حصے زرخیز اور شاداب ہیں، اس میں سونے اور چاندی کی کانیں بھی بکثرت ہیں، عربوں کا زیادہ تر مال تجارت چاندی کی صورت میں ہوتا تھا، عرب کو اقوام اور قبائل کے اعتبار سے تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے، عرب بائدہ، یعنی عرب کی قدیم قومیں جو ظہور اسلام سے بہت پہلے ماضی بعید میں ہلاک ہو گئیں، ان میں قوم عاد، قوم ثمود، قوم طسم، قوم جدیس اور قوم جرہم الاولیٰ وغیرہ شامل تھیں، بعض تاریخ دانوں کا خیال ہے کہ یہ قدیم قومیں بالکل ہی ختم نہیں ہو گئی تھیں بلکہ ان کی نسل عمالقہ کی صورت میں موجود رہی، پھر عمالقہ کے بھی دو حصے ہوئے، عراقی عمالقہ اور مصری عمالقہ، عرب مورخین نے اس کا انکار کیا ہے۔ ﴿العرب قبل الاسلام: ۳۴﴾ دوسرا حصہ عرب عاربہ کہلاتا ہے، یہ بنو قحطان تھے جو عرب بائدہ کے بعد عرب کے باشندے بنے، ان کا اصل مسکن ملک یمن تھا، بنو قحطان کے دو قبیلے ہوئے، بنو جرہم اور بنو یعرب، یعرب کی اولاد میں کہلان اور حمیر ہوئے، بنو جرہم نے مکہ مکرمہ میں رہائش اختیار کی، عرب اقوام و قبائل کا تیسرا حصہ عرب مستعربہ کہلاتا ہے، یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد تھی، بعد ازاں کچھ علاقوں میں یہودی بھی آ کر آباد ہوئے، عرب کے بعض حصوں پر تہذیب و تمدن کے عروج کے

آثار ملتے ہیں مثلاً ایران اور شام سے متصل علاقوں میں تہذیب وتمدن پایا جاتا تھا، اس کی مثال آل نعمان کا پایہ تخت حیرہ اور بنو غسان کا دارالحکومت حوارن ہے، اس طرح ایک زمانے میں یمن نے اس قدر ترقی کر لی کہ وہاں کے بادشاہوں نے ایران تک کو فتح کر لیا، یمن کے ایک حکمران ''شمر'' نے سمر قند کا علاقہ تباہ وبرباد کیا، ایرانی اس علاقے کو ''شمر کند'' کہنے لگے جو بعد میں معرب ہو کر ''سمرقند'' بن گیا، یمن میں عظیم الشان قلعوں اور عمارتوں کے نشانات اس کے اعلیٰ تمدن کے عکاس ہیں، پروفیسر نولا یکی نے لکھا ہے:

''ولادت مسیح سے ہزار سال قبل جنوبی وغربی عرب یعنی یمن میں حمیر اور سبا کا ملک تھا اور جو اپنی بارش گرما کے باعث زراعت کے لیے نہایت موزوں تھا اور تمدن کے اس رتبہ تک پہنچ چکا تھا کہ اس کے کثیر التعداد کتبات اور شاندار عمارات کے آثار سے آج بھی ہمارے جذبات مدح وستائش کو تحریک ہوتی ہے اور اہل روم وایران نے اس کو دولت مند عرب کا جو لقب دیا تھا وہ بے جا نہ تھا، تورات میں متعدد عبارتیں ہیں جو سبا کی عظمت وشوکت کی شہادت دیتی ہیں چنانچہ ملکہ سبا کا سلیمان علیہ السلام سے ملاقات کا قصہ خاص طرح پر قابل ذکر ہے''۔ ﴿تاریخ عالم: ۵/۸، سیرت شبلی: ۱/۸۱﴾

اس طرح فاسٹر نے لکھا ہے:

''زمانہ قدیم میں نابت کا نام اور اثر نہ صرف ریگستانی اور صحرائی عرب پر مستولی تھا بلکہ حجاز ونجد کے صوبہ ہائے عظیم پر بھی حاوی تھا، نابتی جہاں ایک طرف منافع تجارت سے بہرہ ور ہونے میں کمال رکھتے تھے وہاں دوسری طرف بطور سچے بنو اسماعیل کے خطرات جنگ کے لیے بالکل مستعد رہتے تھے''۔ ﴿جغرافیہ عرب: ۱/۲۲۸﴾

سرزمین عرب کی اصل اور اندرونی تہذیب وتمدن کی حالت اسقدر ترقی پذیر نہیں تھی، وہ لوگ خانہ بدوشوں کی زندگی بسر کرتے، لوٹ مار کرتے، شراب نوشی کرتے، جہاں پانی مل جاتا قیام کر لیتے، بے حیائی عام تھی، ہر قبیلے کا الگ بت ہوتا، اس پر انسانوں کی قربانی چڑھاتے، دو حقیقی بہنوں سے ایک ساتھ شادی کر لیتے، بیویوں کی کوئی حد نہیں تھی، بدکاری کرتے اور اس کا بہت مزے سے ذکر کرتے، مشہور عرب شاعر امراء القیس نے اپنے قصیدے میں اپنی پھوپھی کی بیٹی سے بدکاری کا واقعہ بیان کیا اور اسکو کعبہ مشرفہ کے دروازے پر لٹکایا، قمار بازی، سود خوری، غارت گری کے عادی تھے، قبیلوں کے درمیان جنگیں معمول کا حصہ تھیں، ان کی خانہ جنگیاں ایام عرب کے نام سے تاریخ کا مستقل باب ہیں، جنگ بسوس بنو بکر اور بنو تغلب کے درمیان لڑی گئی، جس کی وجہ ایک اونٹنی تھی، یہ جنگ پورے چالیس سال جاری رہی، اس طرح جنگ داحس وغیرہ ایک گھڑ دوڑ سے شروع ہوئی، بنو عبس اور بنو ذبیان پچاس سال تک لڑتے رہے، انتقام کا جذبہ بہت غالب تھا، عرب کے ریگستان اکثر ناحق

خون سے رنگین ہوتے رہتے تھے، سارا علاقہ شرک آلود تھا، خدائے واحد کا نام لیتے بھی تو اس کے ساتھ عزیٰ، لات، منات، سواع، ہبل، اساف، نائلہ جیسے اصنام واوثان کو شریک بناتے، ان کے نام کا حج وعمرہ کرتے، ان کی نذریں مانتے اور ان کے نام پر مختلف قسم کے جانور چھوڑتے، عرب میں ظلم وتشدد کا رواج تھا، جنگ میں اپنے دشمنوں کو تڑپا تڑپا کر مارتے، لوگوں کو زندہ جلا دیتے، مستورات کا پیٹ چاک کر کے بچوں کو نکالتے اور انہیں قتل کر دیتے، بیٹی ہوتی تو زندہ درگور کر دیتے، غلاموں اور لونڈیوں کو خریدنا اور فروخت کرنا، کنیزوں کی عصمت بیچنا، ان کو رقص وسرود پر مجبور کرنا عام تھا، عرب بہت زیادہ توہم پرست تھے، جادو ٹونے پر بہت یقین رکھتے، کہانت عام تھی، شاعر، کاہن اور قصہ گو ان کی آنکھوں کے تارے تھے، میلے ٹھیلے کرواتے، ان میں اہم چیزوں کے ساتھ انسانوں کی تجارت بھی ہوتی، حج جیسے مقدس فریضے کو بھی انہوں نے اپنی بداعمالیوں کا ذریعہ بنالیا تھا، عرب کے کچھ قبائل میں عیسائیت پھیل چکی تھی، مثلاً نجران میں بنو حارث، یمامہ میں بنو حنیفہ اور کچھ بنو طے میں اس کے اثرات غالب تھے، یثرب اور خیبر کے علاقوں میں یہودیت کے قبائل بنو نضیر، بنو قریظہ اور بنو قینقاع کا اثر ونفوذ تھا، یہودیوں کے کل قبائل کی تعداد بیس سے زیادہ تھی۔ ﴿وفاء الوفا:۱۱۶﴾ مگر پورے عرب میں بت پرستی اور ضعیف الاعتقادی کے گہرے اندھیرے چھائے ہوئے تھے، اس کی وجہ کچھ یہ بھی تھی کہ اہل کتاب (یہودی اور عیسائی) لوگوں کا کردار کچھ ایسا تیرہ وتاریک تھا کہ بت پرستوں کو ان میں کوئی خیر وعافیت نظر نہ آئی، اہل کتاب کے علاوہ مجوسی مذہب کے ساتھ تعلق رکھنے والے لوگ بھی موجود تھے، جو ایران کے قریبی علاقے عراق، بحرین، حجر اور خلیج عرب کے ساحلی حصے پر آباد تھے، اس طرح صابی مذہب کے لوگوں کی کچھ نہ کچھ تعداد بھی مجوسیوں کے ساتھ موجود تھی۔ ﴿ملخصا ارض القرآن:۲/۲۰۸﴾ بہر حال یہ سارے مذاہب وادیان شکست وریخت کا شکار تھے، مشرکوں کا دعویٰ تھا کہ وہ دین ابراہیمی کے پیروکار ہیں لیکن ان کا اس دین حنیف کے اوامر ونواہی سے دور کا واسطہ بھی نہیں تھا، انہوں نے جن بدعات وخرافات اور رسوم وعادات کا اجراء کیا تھا ان کی وجہ سے ان کی مذہبی، سیاسی، معاشرتی اور اقتصادی زندگی تبدیل ہو گئی تھی، یہودی مذہب محض ریا کاری، بدمزاجی اور بداعتقادی کا نمونہ تھا، دین وایمان کے بدلے اگر اموال واسباب کے خزانے ہاتھ آجائیں تو ان کے لیے یہ سودا بہت قابل قبول ہوتا تھا، عیسائی مذہب نے بھی ناقابل فہم بت پرستی کو اختیار کر رکھا تھا، باقی مذاہب کے افراد بھی اپنی رسوم ورواجات میں مشرکوں سے ہم آہنگ تھے۔

عمدہ اخلاق وعادات:

عرب کے طول وعرض میں بہت کم تعداد میں کچھ ایسے لوگ بھی موجود تھے جن کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر پورا یقین تھا، وہ بتوں سے شدید متنفر اور برگشتہ تھے، ان میں زید بن عمرو، ورقہ بن نوفل، عبداللہ بن جحش، عثمان بن حویرث، امیہ بن ابی الصلت، قیس بن نشبہ اور قس بن ساعدہ کے نام زیادہ معروف ہیں، حضور اقدس ﷺ کے

آباواجداد بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں مسلسل چلنے والی امت مسلمہ کے مبارک افراد تھے، ان کے کردار پر جاہلی رسوم ورواجات کا کوئی اثر دکھائی نہیں دیتا، عربی تہذیب وتمدن میں لوگوں کی اقتصادیات کا دارومدار زیادہ تر تجارت پر تھا، ان کے تجارتی قافلے سردیوں اور گرمیوں میں شام اور یمن کا سفر کرتے، ان کی تجارت کے آثار چین وہندوستان تک کی ریاستوں میں پائے جاتے ہیں، حرمت والے مہینوں میں عکاظ، ذوالمجاز اور مجنہ کی منڈیاں بہت مشہور ہوتی تھیں، یمن، حیرہ اور شام سے متصل علاقوں میں کپڑا بننے اور چمڑا دباغنے کی صنعت پائی جاتی تھی، اندرون عرب میں کھیتی باڑی، گلہ بانی کا رواج تھا، عرب کی عورتیں سوت کاتنے میں مہارت رکھتی تھیں، ان کا زیادہ سرمایہ جنگوں پر خرچ ہو جاتا، بھوک اور افلاس عام تھا، ضروری کپڑوں کی بھی شدید کمی محسوس ہوتی تھی، سرداری نظام میں غریبوں اور مفلوک الحال لوگوں کو دبا کر رکھا جاتا تھا، اہل عرب کی بے شمار خامیوں کے باوجود کچھ خوبیاں بھی حیرت انگیز حد تک نمایاں تھیں، مثلاً وہ بلا کے سخاوت پسند تھے، مہمان نواز تھے، ایک بکری یا اونٹنی جو پورے گھر کی دودھ کی ضرورت کو پورا کرتی تھی، اس کو بھی مہمان کی قدر افزائی کے لیے ذبح کرنے سے فرق نہیں کرتے تھے، وعدہ پورا کرنے کے لیے بڑے نقصان کا سامنا کر لیتے حتیٰ کہ جان سے بھی گزر جاتے، جھوٹ سے نفرت کرتے، خودی اور خودداری کو اپناتے، ان کی شراب نوشی کی ایک یہ بھی وجہ تھی کہ وہ نشے کے عالم میں بہت زیادہ سخاوت کرتے تھے، اس لیے شراب کو ”بنت الکرم“ کہتے تھے، غترہ عبسی اپنے معلقہ میں کہتا ہے کہ جب میں شراب پیتا ہوں تو اپنی دولت لٹا دیتا ہوں، اس طرح میری عزت وناموس برقرار رہتی ہے، عرب اپنے عزائم کی تکمیل کے لیے ہر حد کو عبور کر جاتے، خوراک، لباس، رہائش اور گفتگو میں سادگی اختیار کرتے، دیگر تہذیبوں کی نمود ونمائش سے ان کو کوئی سروکار نہیں تھا، ان میں حلم، سنجیدگی اور بردباری کے اوصاف بھی موجود تھے، جزیرۃ العرب کی جغرافیائی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ انہی اخلاق فاضلہ کی بنا پر بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے سرزمین عرب کا انتخاب کیا گیا، پھر تاریخ نے دیکھا کہ ان اخلاق فاضلہ نے بالخصوص شجاعت اور مردانگی نے فروغ اسلام میں ایک اہم کردار ادا کیا، جب انہیں اسلام کی صورت میں روشنی مل گئی تو دشت وبیابان سے نکل کر بحرِ ظلمات میں بھی گھوڑے دوڑانے کے لیے کمربستہ ہو گئے، عرب کے لوگ بہت زیادہ قوی الحافظہ ہوا کرتے تھے، ان کے ہاں شہد کے اسی، سانپ کے دوسو، شیر کے پانچ سو، اونٹ کے ایک ہزار، تلوار کے ایک ہزار، مصائب کی تعبیر وتشریح کے لیے چار ہزار نام ہیں۔ ﴿بلوغ الارب: ۳۹/۱﴾ یہی خداداد حافظہ بعد میں قرآن وحدیث کو محفوظ کرنے کے کام آیا اور اشاعت علوم دین کا ذریعہ بنا۔

............☆☆☆............

تاریخ الاسلام

11

غلام مصطفیٰ مجددی نوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مصر کو جانے والا قافلہ آ گیا:

خدا تعالیٰ کی قدرت وحکمت کے قربان جائیے، ایک تجارتی قافلہ مدین سے مصر جا رہا تھا کہ راستہ بھول کر اس علاقے میں نکل آیا، یہ کنواں آبادی سے ہٹ کر تھا، اس کا پانی کڑوا تھا، روایات میں آتا ہے کہ اب حضرت یوسف علیہ السلام کی برکت سے اس کا پانی میٹھا ہو چکا تھا، بہر حال اہل قافلہ کو پانی کی حاجت محسوس ہوئی، تلاش بسیار کے بعد اس کنویں تک پہنچے، ایک شخص نے پانی حاصل کرنے کے لیے ڈول لٹکایا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کو پکڑ لیا، اس شخص نے آپ علیہ السلام کا نورانی چہرہ دیکھا تو پکار اٹھا: یا بشری ھذا غلام، بشارت ہو، یہ تو حسین لڑکا ہے، اہل قافلہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی زیارت کی، پھر انہوں نے آپ علیہ السلام کو چھپا لیا کہ یہ تو ہمارا بیش قیمت سرمایہ ثابت ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کے ہر عمل سے آگاہ تھا لیکن اس نے اس صورت حال کو تبدیل نہ کیا کیونکہ اسمیں اس کی حکمت عظیم پوشیدہ تھی، اہل مصر کے مقدر جاگنے والے تھے، ادھر آپ علیہ السلام کے سنگدل بھائی تین دن کے بعد کنوئیں پر آئے کہ آپ علیہ السلام کے حالات معلوم کریں تو انہوں نے کسی قافلے کے نشانات اور آثار ملاحظہ کیے، پھر حضرت یوسف علیہ السلام بھی کنوئیں میں نظر نہ آئے تو انہوں نے اہل قافلہ سے ملاقات کی، وہاں انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ لیا اور بولے: یہ تو ہمارا غلام ہے، اسے ہمارے حوالے کر دو، چونکہ وہ سب بہت زور آور تھے اس لیے اہل قافلہ نے جنگ وجدل کی بجائے مذاکرات میں عافیت محسوس کی اور کہا: ہم یہ غلام خریدنا چاہتے ہیں، بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو عبرانی زبان میں کہا کہ اگر تم نے ہمارا راز فاش کیا اور یہ بتایا کہ ہم تمہارے بھائی ہیں اور تم حضرت یعقوب علیہ السلام کے لخت جگر ہو تو ہم تمہیں قتل کر دیں گے، پھر کیا ہوا، انسانیت کی دھجیاں اڑ گئیں، مقدس رشتوں پر اعتبار اٹھ گیا، ارشاد خداوندی ہے:

✿ ...... وشروہ بثمن بخس دراھم معدودۃ وکانوا فیہ من الزاھدین، اور انہوں نے اس کو چند حقیر سے درہموں کے عوض فروخت کر دیا اور وہ پہلے ہی اس میں کوئی رغبت نہیں رکھتے تھے۔ ﴿سورۃ یوسف: ۲۰﴾

حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عطیہ اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ ان حقیر اور کھوٹے سکوں کی تعداد بیس تھی، حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ چالیس تھی، گویا بھائیوں کے نزدیک آپ علیہ السلام کی قدر و قیمت چند حقیر درہموں جتنی بھی نہیں تھی، واقعی جب آنکھیں بند ہو جائیں تو آفتاب کی روشنی بھی نظر نہیں آتی، یہاں حقیر درہموں کے عوض فروختگی کی وجہ اس قسم کا واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت یوسف علیہ السلام نے آئینہ دیکھا تو اپنے حسن پر فریفتہ ہو گئے، خدا تعالیٰ کو یہ انداز پسند نہ آیا تو اس حسن بے پایاں کو حقیر درہموں کے عوض فروخت کروایا، ایسے واقعات شان نبوت کے خلاف ہیں، ان سے احتراز کرنا چاہیے، یہاں یہ بھی سوال اٹھتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کی آمد سے پہلے ہی اہل قافلہ کو اپنے حالات سے آگاہ کیوں نہ کیا، ہو سکتا ہے حالات سے آگاہ کیا ہو اور اہل قافلہ بھی تو دنیا دار تھے، ان پر کوئی اثر نہ ہوا ہو، پھر ہو سکتا ہے کہ آپ علیہ السلام پر وحی الٰہی نے پابندی عائد کر دی ہو کہ آپ علیہ السلام اپنے حالات سے کسی کو آگاہ نہیں کریں گے اور اپنے آپ کو تقدیر خداوندی کے سپرد کریں گے کیونکہ مقام رفیع کے حصول کے لیے امتحانات بھی شدید ہوتے ہیں اور ان سے گزرنا بندہ مومن کی معراج ہوتا ہے، پھر آپ علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو اپنے اوپر نازل ہونے والی وحی الٰہی سے بھی آگاہ نہ کیا کہ اس طرح ان کا حسد اور بڑھ جاتا کہ اس کو نبوت بھی نصیب ہو چکی ہے تو اس طرح وہ آپ علیہ السلام کو نہایت جبر و استبداد کے ساتھ قتل کر دیتے اور روشن مستقبل کے اشارات جو توفیق ایزدی سے میسر آ رہے تھے ان کا خاتمہ ہو جاتا، اس وحی الٰہی کے متعلق اسی وقت اظہار کرنا مناسب تھا جب وہ تمام بھائی مغلوب اور سرنگوں ہو کر آتے اور ان پر آپ علیہ السلام کو مکمل اختیار حاصل ہوتا اور ان کی زندگی کے جملہ اسباب آپ علیہ السلام کے مرہونِ منت ہوتے، تو اس وقتِ سربلندی کو ابھی مدت درکار تھی، جس کے لیے آپ علیہ السلام کو انتظار بھی کرنا تھا اور دشواریوں سے بھی گزرنا تھا۔

ماہ کنعان مصر کے بازار میں:

تجارتی قافلے کے سردار کا نام مالک بن دعر تھا، وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے مدین (مدیان) یا بروایت دیگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے تھا، اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں سے دستاویز وصول کی جس میں لکھا تھا کہ اس نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے فلاں فلاں بیٹے سے یہ غلام بیس درہم میں خریدا ہے نیز یہ بھی شرط طے ہوئی کہ اسے زنجیروں سے باندھ کر رکھا جائے تا کہ یہ راہ فرار نہ اختیار کر سکے، اس پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بنایا گیا، جب قافلہ ارض کنعان سے روانہ ہوا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے حق میں دعا فرمائی:

"اللہ تمہاری حفاظت فرمائے حالانکہ تم نے مجھے ضائع کر دیا ہے، اللہ تمہاری امداد کرے حالانکہ تم نے مجھے رسوا کیا ہے، اللہ تم پر رحم کرے حالانکہ تم نے مجھ پر سختی کی ہے"

آپ علیہ السلام کو زنجیروں میں جکڑ کر اونٹ کے پالان پر بٹھایا گیا اور اوپر سخت گیر حبشی مسلط کیا گیا، قافلہ مصر کی شاہراہ پر گامزن ہوا تو راستے میں آل ابراہیم علیہ السلام کا قبرستان آیا، آپ علیہ السلام کو اپنی مادر مہربان کی قبر دکھائی دی، آپ علیہ السلام نے نہایت کرب وابتلا کے عالم میں ان کو یاد کیا، اے میری ماں: ذرا دیکھو تو آپکا لخت جگر کس حال زار میں ہے، زنجیروں میں گرفتار ہے، اس کے بھائیوں نے اسکو والد کریم سے جدا کر دیا ہے، ایک روایت میں ہے کہ آپ علیہ السلام اپنی والدہ کی قبر پر گر گئے اور گریہ زن ہوئے، سخت گیر حبشی نے آپ علیہ السلام کو زدوکوب کیا، آپ علیہ السلام نے کہا: خدا گواہ ہے کہ میں دوڑا ہوا غلام نہیں ہوں، اس نے کہا: تم نے اپنے مالکوں کے سامنے تو زبان نہیں ہلائی، اب اپنی ماں اور باپ کو یاد کرتے ہو، آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی کہ مولا: اگر میرے یہ عمل تیری بارگاہ میں خطا ہیں تو مجھے حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کے تصدق سے معاف فرمادے، اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا: اے یوسف اپنی آواز کو پست رکھیں، تمہاری آہ وفغاں نے تو فرشتوں کو رلا دیا ہے، پھر انہوں نے اپنا پر زمین پر مارا تو اندھیرا چھا گیا، قافلے کے سردار نے کہا: ضرور اہل قافلہ سے کوئی کام سرزد ہوا ہے جس کی وجہ سے یہ سزا ملی ہے، سخت گیر حبشی نے ساری بات بتائی تو اس نے حضرت یوسف علیہ السلام سے معذرت کی، آپ علیہ السلام نے معذرت قبول فرمائی، سورج نمودار ہو گیا، مشرق ومغرب میں روشنی پھیل گئی۔ ﴿ملخصاً تفسیر معالم التنزیل: ۳۵۱/۲، تفسیر روح المعانی: ۳۱۴/۲﴾

اس طرح اہل قافلہ آپ علیہ السلام کے گرویدہ ہو گئے، پھر طویل سفر کر کے اہل قافلہ مصر کی حدود میں داخل ہوئے، مصر میں اس زمانے میں پندرھویں (بروایت دیگر سولھویں) خاندان کی حکومت تھی جو مصری تاریخ میں چرواہے بادشاہوں کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، یہ لوگ عربی النسل تھے اور فلسطین وشام سے مصر جا کر دو ہزار برس قبل مسیح کے لگ بھگ سلطنت مصر پر قابض ہو گئے تھے، عرب مورخین ان کے لیے عمالیق کا نام استعمال کرتے ہیں۔ ﴿تفہیم القرآن﴾ یہ قوم دریائے نیل کے ڈیلٹا میں آباد ہو گئی اور اس نے اپنے جبر واستبداد سے اصل باشندگان مصر کو نکال دیا، لفظ ہکسوس (Hyksos) یونانی زبان کے لفظ (Huksos) سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں "چرواہے بادشاہ" لیکن ایک توجیہ اس طرح ہے کہ یہ نام قدیم مصری الفاظ (Heqa Khoswe)

سے مرکب ہے اور اس کے معنی ہیں غیر ملکی حکمران ۔﴿اطلس القرآن:۱۲۰﴾

یہ فرعون مصر ابابی الاول (۱۶۰۰ق م) کا زمانہ تھا، بائبل کے علما کی تحقیق کے مطابق حضرت یوسف علیہ السلام ۱۹۰۶ق م کے لگ بھگ پیدا ہوئے اور ۱۸۹۰ق م کے قریب خواب دیکھنے اور کنوئیں میں پھینکے جانے کا واقعہ پیش آیا، فرعون مصر کے وزیر با تدبیر کا نام فوطیفار تھا جسکو "عزیز مصر" کے لقب سے بلایا جاتا تھا، مصر کے شاہی خزانے اس کی دسترس میں تھے، امام سہیلی کا قول ہے کہ مصر کے بادشاہ کا لقب "عزیز مصر" تھا اور اصل نام قطفیر تھا، امام ابن اسحاق کا قول ہے کہ نام اطفیر تھا، ایک قول ہے کہ نام اپوفیس تھا اور اس نے بنی اسرائیل کو اعمیس کا زرخیز علاقہ دیا جو دمیاط اور قاہرہ کے درمیان واقع تھا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے نام ریان بن ولید تھا اور اس کے وزیر کا نام قطفیر تھا اور بعض کا قول ہے کہ اس کا نام ولید بن ریان تھا اور اس کو ترجیح حاصل ہے، ایک قول ہے کہ ولید بن ریان ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے تک منصبِ فرعون پر فائز رہا کیونکہ اس کی عمر چار سو سال (سے بھی زیادہ) ہوئی تھی، اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے فرمایا: اور اس سے قبل تمہارے پاس یوسف علیہ السلام نشانیوں کے ساتھ آئے ۔﴿سورۃ المومن:۳۴﴾ ایک قول یہ ہے کہ دور موسیٰ کا فرعون دور یوسف کے فرعون کی نسل سے تھا، اور "لقد جاءکم یوسف" (تمہارے پاس یوسف آئے) سے ساری قوم فرعون مراد ہے، بہر حال فرعون مصر پورے جاہ جلال کے ساتھ برسر اقتدار تھا، بعض مفسرین کی تحقیق کے مطابق اس کے پایہ تخت کا نام منف یا منفس تھا، یاقوت حموی نے لکھا ہے:

"عین شمس فرعون کا دار الحکومت تھا، یہ شہر فسطاط سے ۳ فرسخ (یعنی ۹ میل) کے فاصلے پر واقع تھا، یہیں حضرت زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص چاک کی، عین شمس کو ہیلیو پولس یعنی سورج کا شہر بھی کہتے ہیں کیونکہ وہاں "سورج دیوتا" کی پوجا ہوتی تھی، بعد میں یہاں دو ستون نصب کیے گئے جنھیں مشہور ملکہ قلوپطرہ کی سوئیاں کہا گیا، یہ ستون تھموس (۱۴۷۵ق م) نے نصب کروائے، (یہ علاقہ موجودہ دار الحکومت قاہرہ سے آٹھ کلو میٹر دور تھا) یاقوت حموی کے بقول عین شمس حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام دونوں کے زمانے میں مصر کا دار الحکومت تھا مگر جدید تحقیق کے مطابق حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں مصر کا دار الحکومت نیل کے ڈیلٹا میں تانیس (صان الحجر) نامی شہر تھا جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد سے پہلے دار الحکومت بالائی مصر میں تھیبس یا طیبہ کے مقام پر منتقل ہو گیا جسے اب "الاقصر" کہا جاتا ہے ۔﴿ملخصا اطلس القرآن:۱۲۰﴾

مصر کا بازار اپنی تجارتی سرگرمیوں کی وجہ سے ضرب المثل بن چکا تھا، دور دراز کے علاقوں سے قافلے آتے اور اس بازار کی رونق کو دوبالا کرتے تھے، لیکن یہ کیسے ایام آگئے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اہل قافلہ کے ہمراہ مصر کی سرزمین پر پہنچ گئے، دریائے نیل کے آب خوشگوار سے غسل کیا، اللہ تعالیٰ نے سفر کی صعوبت اور تھکاوٹ اتار دی، آپ علیہ السلام کے حسن و جمال میں وہ تازگی نمودار ہوئی کہ ہر دیکھنے والی آنکھ آئینہ حیران بن گئی، پھر ماہ کنعان کا قافلہ مصر کے پایہ تخت میں پہنچا تو قافلہ والوں نے دوسرے سامان تجارت کے ساتھ آپ علیہ السلام کو بھی فروختگی کے لیے پیش کیا، گلشن خلیل کا مہکتا ہوا پھول جب بازار مصر میں لایا گیا ہوگا تو ساری فضا معطر ہوگئی ہوگی، حسن و جمال کا ایسا مرقع نہ آنکھوں نے آج تک دیکھا اور نہ کانوں نے آج تک سنا، ایسے غلام کی آمد کی خبر آن واحد میں شاہی ایوانوں میں گھومنے لگی ہوگی اور دیکھتے ہی دیکھتے خریداروں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگ گئے ہوں گے۔ ﴿ضیاء القرآن: ۲/ ۳۱۸﴾ تورات میں ہے کہ آپ علیہ السلام کو شاہی دربار کے اعلیٰ افسر نے خریدا اور اس کا نام فوطیفار تھا۔ ﴿پیدائش باب: ۳۷﴾

عزیز مصر نے آپ علیہ السلام کی لوح جبین پر سعادت و نجابت کے نقوش دیکھ لیے، وہ بڑی محبت سے گھر لایا اور اپنی بیوی سے کہا کہ بڑا پیارا بچہ مل گیا ہے، اس کے آرام و آسائش کا ہر وقت خیال رکھنا، اس کی کسی طرح دل آزاری نہ ہو، اس کی شکل و صورت کسی شاندار مستقبل کی غمازی کر رہی ہے، ہوسکتا ہے یہ ہمارے لیے کسی دن مفید ثابت ہو یا ہم اسے اپنا بیٹا ہی بنالیں، اس عورت کا نام ایک روایت میں راعیل ہے اور تلمود میں اس کا نام زلیخا ہے، شاید اسی روایت سے ہماری کتابوں میں وہ زلیخا کے نام سے مشہور ہوئی، اسمہا راعیل وقیل زلیخا مثوی، اسم ظرف ہے ٹھہرنے کی جگہ۔ ﴿ضیاء القرآن: ۲/ ۳۱۹﴾

بازار مصر کے متعلق بہت سی روایات اور حکایات مشہور ہیں، مثلاً آپ علیہ السلام دن کے وقت شہر میں داخل ہوئے تو آپ علیہ السلام کے چہرے کا نور دیواروں پر پڑ رہا تھا، سارا شہر آپ علیہ السلام کو دیکھنے اور خریدنے کے لیے امڈ آیا، ایک عورت سوت کی "اٹی" لے کر آئی تو لوگوں نے تمسخر اڑایا کہ یہاں تو خزانوں کی کوئی حیثیت نہیں، تمہاری اس حقیر سی "اٹی" کو کون دیکھے گا، اس نے کہا: ہاں! مجھے معلوم ہے اس حقیر سی "اٹی" سے یوسف کو خریدا نہیں جاسکتا، میں اس نیت سے آئی ہوں کہ محشر کے روز میرا شمار بھی یوسف کے خریداروں میں ہو جائے، پھر یہ روایت کہ امیر قافلہ مالک بن دعر آوازیں لگا رہا تھا:

ہے کوئی جو ایسے غلام کو خریدے جس کے حسن و جمال کی کوئی مثال نہیں، حضرت یوسف علیہ السلام نے کمال عجز و انکسار سے فرمایا: یہ آواز لگاؤ کہ ہے کوئی جو ایسے غلام کو خریدے جس کی غریبی اور مسکینی کی کوئی مثال نہیں، پھر یہ حکایت کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قیمت ان کے وزن کے برابر سونا چاندی، ہیرے جواہرات وغیرہ مقرر کی گئی تھی، یا بولی کے ذریعے جو زیادہ سے زیادہ قیمت ادا کر سکتا تھا وہی خرید سکتا تھا، عزیز مصر کی اہلیہ زلیخا بھی آپ علیہ السلام کی خریدار بن کر آئی، یہاں یہ بھی روایت ہے کہ وہ کسی بادشاہ طیموس کی شہزادی تھی، اسے خواب میں آپ علیہ السلام کی شکل دکھائی گئی تھی کہ تمہاری اس عزیز مصر سے شادی ہوگی، وہ محبت میں گرفتار ہوگئی، کوشش بسیار کے بعد جب اسکی شادی "عزیز مصر" سے ہوئی تو وہ خواب والا "عزیز مصر" نہیں تھا، اب اس کی بیقراری کا کوئی ٹھکانا نہ رہا، اس طرح عرصہ گزر گیا، بازار مصر میں ایک حسین و جمیل غلام کی آمد کی خبر گرم ہوئی تو وہ بھی دیکھنے اور خریدنے کے لیے آگئی، آپ علیہ السلام کی صورت میں اسے اپنے خواب کی تعبیر نظر آرہی تھی اور وہ آپ علیہ السلام کو ہر قیمت پر خریدنا چاہتی تھی، اس نے اپنے محل کی ساری دولت ایک پلڑے میں ڈال دی مگر ماہِ کنعان کا وزن پورا نہ ہوا، شدید پریشان ہوئی کہ اب کیا ہوگا، کیا میرے خواب کی تعبیر پوری نہیں ہوگی، وہ اس حسرت و امید کے جذبات سے دوچار تھی کہ آپ علیہ السلام کو رحم آگیا، آپ علیہ السلام نے اپنا نام مبارک "یوسف بن یعقوب" لکھ کر پلڑے میں رکھوا دیا تو وزن پورا ہوگیا، اس طرح آپ علیہ السلام زلیخا کے محل میں آگئے، اس طرح کی اور بھی روایات مروی ہیں، ان کے متعلق حضرت امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ کا قول ہے: بہر حال ایسی جملہ حکایات و روایات پر قرآن مجید دلالت نہیں کرتا اور نہ کسی صحیح اور مسند حدیث میں ان کا ذکر ہے اور نہ تفسیر قرآن ان پر موقوف ہے، لہٰذا ایسی روایات سے احتراز کرنا چاہیے۔﴿تفسیر کبیر: ۴۳۵/۶﴾ مشہور یہ ہی ہے کہ آپ علیہ السلام کو عزیز مصر نے خریدا اور اپنے محل میں لے آیا، اب قدرت خداوندی کا نظارہ کیجئے کہ جسے پابند سلاسل بنا کر مصر لایا گیا اسے مملکت کے رئیس اعظم کے محل میں عزت و آسائش عطا کردی اور ایک پردیسی غلام کو سلطنت مصر کا تاجدار بنانے کے لیے راستے ہموار کر دیئے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سب سے اچھی فراست کا اظہار تین افراد نے کیا، ایک عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کے چہرے پر سعادت دیکھ لی اور اپنے محل میں لے آیا، دوسرا شعیب علیہ السلام کی بیٹی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چہرے پر سعادت دیکھ لی اپنے والد سے کہا کہ انہیں اپنے گھر بلالیں، تیسرا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں حکمرانی کا جوہر دیکھا تو انہیں خلیفہ نامزد کر دیا۔﴿ملخصا روح المعانی: ۳۶۴/۲﴾

شان تمکین اور علم تاویل:

ارشاد خداوندی ہے:

⭘...... جس شخص نے اس (یوسف) کو خریدا تھا مصر سے (اس نے) اپنی بیوی سے کہا کہ اسے عزت سے ٹھہراؤ، شاید یہ ہمیں نفع پہنچائے یا ہم اس کو اپنا بیٹا بنالیں اور یوں ہم نے قرار بخشا یوسف کو (مصر کی) زمین میں اور تاکہ ہم سکھادیں اسے خوابوں کی تعبیر اور اللہ غالب ہے اپنے ہر کام پر لیکن اکثر لوگ (اس حقیقت کو) نہیں جانتے، اور جب وہ پہنچا اپنے پورے جوبن کو تو ہم نے عطا فرمایا اسے حکم اور علم اور یوں ہی ہم نیک جزا دیتے ہیں نیکو کاروں کو۔ ﴿سورۃ یوسف:۲۱،۲۲﴾

ان آیات مبارکہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی شان تمکین اور علم تاویل کا ذکر ہے، حکما کے نزدیک عمر انسانی جب تیس اور چالیس سال کے درمیانی عرصے میں داخل ہوتی ہے تو صلاحیتوں پر پورا نکھار آجاتا ہے، انسان کی جسمانی، روحانی اور عقلی قوتیں مکمل طور پر نشوونما پالیتی ہیں، قرآن پاک نے اس مقام کو "ولما بلغ اشدہ" (اور جب وہ پہنچا اپنے پورے جوبن کو) کے کلمات میں بیان کیا ہے، شدت بلوغ کے متعلق بھی علما کا اختلاف ہے، حضرت سعید بن جبیر کا قول ہے ۱۸ سال کو عمر بلوغ اشد سے تعبیر کیا گیا ہے، حضرت ضحاک نے کہا: ۲۰ سال، حضرت عکرمہ نے کہا ۲۵ سال، حضرت مجاہد، حضرت ابن عباس اور حضرت قتادہ نے کہا ۳۳ سال اور حضرت حسن بصری نے کہا ۴۰ سال، حضرت سدی نے کہا ۳۰ سال، ویسے ۴۰ سال کی تائید قرآن مجید سے ہوتی ہے، فرمایا: حتیٰ اذا بلغ اشدہ و بلغ اربعین سنۃ، یہاں تک کہ وہ اپنی پوری قوت کو پہنچا اور چالیس برس کا ہو گیا۔ ﴿سورۃ الاحقاف﴾ یاد رہے یہاں شدت بلوغت کا ذکر ہو رہا ہے محض بلوغت کا نہیں، پھر اسی عمر میں عموماً انبیا کرام علیہم السلام نے نبوت کا اعلان فرمایا ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ "اتینہ حکماً و علماً" میں حکما سے مراد نبوت ہے اور علم سے مراد شرعی احکام اور تاویل احادیث یعنی خوابوں کی تعبیر ہے اور عظمت و منزلت کے اظہار کے لیے دونوں کو بطور نکرہ استعمال کیا گیا ہے۔ ﴿تفسیر روح المعانی﴾ حضرت مجاہد نے فرمایا کہ حکم سے مراد فقہ اور عقل ہے، حضرت ابن السائب نے فرمایا کہ حکم سے مراد نبوت ہے، حضرت زجاج نے فرمایا حکم سے مراد حکمت ہے، حضرت ثعلبی نے فرمایا کہ حکم سے مراد درست اور صحیح بات کرنا ہے اہل لغت نے کہا کہ حکم سے مراد وہ بات ہے جس میں جہالت اور ضلالت کی گنجائش نہ ہو۔ ﴿تفسیر زاد المسیر:۲۰۱/۴﴾ حضرت امام رازی نے فرمایا: کیونکہ نبی مخلوق پر حاکم بن کر آتا ہے اور علم سے مراد علم دین و شریعت ہے یا پھر حکم سے مراد نفس مطمئنہ کا نفس امارہ پر حکمران بننا ہے، یہاں تک کہ شہوانی قوت بالکل مغلوب ہو جائے۔ ﴿ملخصاً تفسیر

کبیر:۶/۲۲۷﴾ حضرت امام نیشاپوری نے فرمایا: حکم سے مراد یہ ہے کہ آپ کے نفس مطمئنہ کو نفس امارہ پر حاکم بنا دیا کیونکہ عالم قدس سے جوہرِ نفس پر انوار الٰہی اور تجلیات ربانی کا فیضان فقط اسی وقت ہوتا ہے۔ ﴿تفسیر نیشاپوری ضیاء القرآن:۲/۴۲۰﴾ پہلے گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو چاہ تاریک میں وحی سے سرفراز فرمادیا تھا لیکن اس آیت مبارکہ میں فرمایا جارہا ہے ''کہ ہم نے عطا فرمایا اسے حکم وعلم'' اس کی تطبیق حضرت امام قرطبی نے اس طرح فرمائی ہے: اگر ان کو بچپن میں نبوت دی گئی تھی تو اس (حکم وعلم) سے مراد ہے کہ ان کے علم وفہم میں زیادتی فرمائی۔ ﴿احکام القرآن:۹/۱۴۶،تبیان القرآن:۵/۷۳۰﴾ یہاں یہ بھی مراد ہوسکتا ہے کہ نبوت کے اعلان واظہار کا حکم دیا گیا کیونکہ آپ علیہ السلام قوم مصر کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ (واللہ اعلم بالصواب) علم تاویل کا حصول دراصل اس وعدے اور مژدے کی تکمیل ہے۔ جس کا اظہار حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

زلیخا کا ہوش رُبا انداز:

عزیز مصر کے عالی شان محل میں حضرت یوسف علیہ السلام کے قیام ناز کو کچھ عرصہ گزر گیا، اس نے حکم دے رکھا تھا کہ آپ علیہ السلام کو عمدہ لباس دیا جائے، اچھا کھانا کھلایا جائے، پورا ادب واحترام کیا جائے، حضرت ابن عباس اور حضرت اسحاق رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ وہ عورتوں کی مقاربت کے قابل نہیں تھا، اس کی اولاد نہیں تھی، اس لیے تو اس نے کہا ''ہم اس کو اپنا بیٹا بنالیں'' معلوم ہوا کہ پہلی امتوں میں بھی منہ بولے بیٹے بنانے کا رواج موجود تھا۔ ﴿تفسیر ابن کثیر:۲/۵۲۴﴾ محل کا ماحول ہی ایسا تھا کہ زلیخا آپ علیہ السلام کے حسن وجمال پر قربان ہوگئی۔

زحسن و صورت و لطف و شمائل　　اسیرش شد بیک دل نے بصد دل
بمعشوقاں چو یوسف کس نبودہ　　جمالش از ہمہ خوباں فزودہ

آپ علیہ السلام محل کے باغ میں چلے جاتے، آپ علیہ السلام نے دن کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا، ایک حصہ نماز کے لیے، ایک حصہ ذکر وفکر کے لیے اور ایک حصہ گریہ وزاری کے لیے، زلیخا نے اظہار محبت کی ہر ممکن کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوسکی، کسی ہمراز خاتون نے اسے مشورہ دیا کہ ایک خوبصورت ''بیت السرور'' تیار کروایا جائے اور اسے اچھی طرح آراستہ کر کے حضرت یوسف علیہ السلام کو بلوایا جائے اور وہاں اپنی محبت کا اظہار کیا جائے، چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا، وہ خود بھی حسن وجمال میں یکتائے روزگار تھی، بیت السرور کے سات کمرے تھے، اس نے آپ علیہ السلام کو ان کمروں سے گزار کر آخری کمرے میں پہنچا دیا اور دروازے مقفل کردیئے، ارشاد خداوندی ہے:

......جس کے گھر میں وہ قیام فرما تھا وہ عورت اسے بہلانے پھسلانے لگی کہ وہ اس سے مطلب براری کرے اور (ایک دن) اس نے تمام دروازے بند کر دیئے اور (بصد ناز) کہنے لگی: بس آ بھی جا، اس (پاکباز) نے کہا: اللہ کی پناہ (یوں نہیں ہو سکتا) وہ (تیرا خاوند) میرا مربی ہے، اس نے مجھے عزت سے ٹھہرایا ہے، بے شک ظالم لوگ فلاح نہیں پاتے اور اس عورت نے تو قصد کر لیا تھا اس کا اور وہ بھی قصد کرتا اس کا اگر نہ دیکھ لیتا اپنے رب کی (روشن) دلیل، یوں ہوا تاکہ ہم دور کر دیں یوسف سے برائی اور بے حیائی کو، بے شک وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے تھا۔ ﴿سورۃ یوسف: ۲۴﴾

اس آیت مقدسہ میں زلیخا کی تمام تر حیلہ بازی اور حضرت یوسف علیہ السلام کی تمام تر پاکبازی کا ذکر موجود ہے، راودت "رود" سے ماخوذ ہے، اس کا معنیٰ ہے نرمی اور حیلے سے کسی چیز کو بار بار طلب کرنا تو گویا وہ اپنے حیلوں، اشاروں اور بہانوں سے آپ علیہ السلام کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتی تھی، یہ اس کا آخری ہوش ربا انداز تھا، آپ علیہ السلام اس کے گھر میں تھے، زیر احسان تھے، اس کی فرمائش اور نمائش سے مکمل احتراز کرنا بہت مشکل تھا مگر آپ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کا فضل تھا اور خاندانی شرافت کا اثر تھا کہ اس آزمائش سے دامن نبوت بچا کر نکل گئے، اس کی دعوت گناہ کے ہر جملے پر آپ علیہ السلام کا جواب خوف خدا کا آئینہ دار تھا، اس نے کہا: یوسف! یہ "بیت السرور" ہے، آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ "بیت الاحزان والتبور" (غموں اور ہلاکتوں کا گھر) ہے، اس نے کہا: یوسف! تمہارے بال کتنے خوبصورت ہیں، آپ نے فرمایا: موت کے بعد سب سے پہلے بال ہی جھڑتے ہیں، اس نے کہا: تمہاری آنکھیں کتنی نازنین ہیں، آپ علیہ السلام نے فرمایا: سب سے پہلے یہ آنکھیں بہہ جاتی ہیں، اس نے کہا: تمہارا چہرہ کتنا دلربا ہے، آپ علیہ السلام نے فرمایا: آہ اسے بھی مٹی کی نذر ہونا ہے، اس نے کہا: تمہاری صورت کے کیا کہنے، آپ علیہ السلام نے فرمایا: اسے میرے رب نے رحم مادر میں بنایا ہے، اس نے کہا: تمہاری صورت میرے اندر سرایت کرتی جا رہی ہے، آپ علیہ السلام نے فرمایا: اس عمل میں شیطان تمہاری مدد کر رہا ہے، اس نے کہا: یہ ریشمی بستر ہے چلو اس طرف چلو، آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں جنت سے محروم ہو جاؤں گا، اس نے کہا: میرے ساتھ چھپ جاؤ، آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں خدائے واحد سے نہیں چھپ سکتا (ایک روایت ہے کہ اس نے وہاں موجود اپنے بت پر چادر ڈال کر کہا لو ہم اس معبود سے چھپ گئے ہیں، آپ علیہ السلام نے فرمایا: جو میرا معبود ہے ہم اس سے ہرگز نہیں چھپ سکتے) الغرض! وہ

آپ علیہ السلام کو ورغلاتی رہی اور آپ علیہ السلام اپنی عصمت بچاتے رہے۔ ﴿احکام القرآن:۹/۱۴۵، روح البیان﴾ اس طرح کی روایات اور حکایات کے الفاظ میں قدرے اختلاف ہو سکتا ہے لیکن یہ تو ظاہر ہے کہ زلیخا کی بیقراری پورے عروج پر تھی جو قرآنی کلمات ''وراودتہ التی'' (اور وہ اسے بہلانے پھسلانے لگی) سے ظاہر ہے، معاذ اللہ یعنی اللہ بچائے یا اللہ کی پناہ تو معاذ ان مصادر سے ہے جو افعال مقدرہ سے منصوب ہوتے ہیں، ان کے افعال کا اظہار جائز نہیں جیسے سبحان اللہ، غفرانك، عونك۔ ﴿روح البیان﴾ ''انہ ربی'' (وہ میرا مربی ہے) اس کی دو تفاسیر ہیں، معروف تفسیر یہ ہے کہ تیرا خاوند یعنی عزیز مصر میرا محسن و مربی ہے، میں اس کے گھر کی عزت و حرمت کو کیسے داغدار کر سکتا ہوں، کیا میں کوئی ظالم ہوں، اور دوسری تفسیر ہے کہ وہ میرا رب ہے، اس نے مجھے عزت سے پناہ گاہ دی ہے، بے شک ظالم لوگ فلاح نہیں پاتے، گویا یہاں ''انہ ربی'' سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات ہے، اس نے مجھے نعمتوں سے سرفراز کیا ہے تو میں شرم و حیا کا دامن چھوڑ کر کیوں اس کی حکم عدولی کروں اور کیوں ظالم بن کر دو جہان میں ناکام اور نامراد ہو جاؤں، دوسری تفسیر مقام نبوت کے زیادہ شایان ہے۔

اس آیت مقدسہ میں موجود کلمہ ''وہم بہا..........'' (اور وہ بھی قصد کرتا اس کا اگر نہ دیکھ لیتا اپنے رب کی روشن دلیل) کے ضمن میں بہت سے مفسرین نے ایسی بے ہودہ روایات نقل کی ہیں اور انہیں حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ان کے نامور شاگردوں کی طرف منسوب کیا ہے کہ عصمت نبوت کا دامن شکوک شبہات سے آلودہ ہو جاتا ہے، یہ روایات گھڑنے والوں کی کارستانی ہے کہ انہوں نے جھوٹی سندوں سے اکابر امت کو معاف نہیں کیا، ہمارے مفسرین کو ان روایات سے اجتناب کرنا چاہیے، قرآن پاک کا مفہوم تو بالکل واضح ہے جس سے ثابت ہوتا کہ آپ علیہ السلام گناہ کے قریب جانا تو درکنار اس کے تخیلات سے بھی منزہ رہے کیونکہ آپ علیہ السلام نے اپنے رب کی روشن دلیل کا مشاہدہ کر لیا تھا اور وہ دلیل تھی نبوت جو کائنات میں اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی برھان ہے، یہ بھی روایات میں آتا ہے کہ آپ علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام کا دیدار نصیب ہوا یا حضرت جبریل علیہ السلام آپ علیہ السلام کے مونس و غمخوار بن کر نمودار ہوئے، پھر ''ھم بہا'' کا ایک معنیٰ یہ بھی ہے کہ آپ علیہ السلام نے اس عورت سے بچنے کا قصد کیا، اگر اپنے رب کی روشن دلیل نہ دیکھتے (تو گناہ میں مبتلا ہو جاتے)، یہ مقام بہت نازک ہے لہذا حضرت امام رازی کے کچھ علمی مباحث بیان کیے جاتے ہیں:

"لولا ان را برھان ربہ" شرط موخر ہے اور ھم بھا جزا مقدم ہے، اس صورت میں آیت کا معنیٰ یہ ہوگا کہ زلیخا نے تو اس فعل کا عزم صمیم کیا اور اگر حضرت یوسف علیہ السلام برھان الٰہی کو نہ دیکھتے تو وہ بھی اس فعل کا عزم اور قصد کرتے، نتیجہ نکلا کہ آپ علیہ السلام نے کیونکہ برھان الٰہی کا مشاہدہ فرمایا اس لیے اس فعل کا عزم وقصد وقوع پذیر نہ ہوا، آؤ ان سے پوچھیں جن کا اس واقعہ کے ساتھ تعلق تھا، اور وہ یہ ہیں، خود یوسف علیہ السلام، زلیخا، اس کا خاوند، زنان مصر، گواہ اور رب العالمین، حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنا بیان ہے، ھی راودتنی عن نفسی کہ اس عورت نے مجھے طرح طرح سے پھسلانا چاہا، پھر آپ علیہ السلام کا یہ دعا فرمانا: اے اللہ! جس بری حرکت کی طرف وہ مجھے بلاتی ہیں اس سے تو قید خانہ زیادہ پسند ہے، زلیخا نے دو مرتبہ آپ علیہ السلام کے دامن کی پاکی کا اعتراف کیا، پہلی مرتبہ اس نے زنان مصر کے سامنے کہا: "ولقد راودتہ عن نفسہ فاستعصم"، اور دوسری بار جب بادشاہ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو قید خانے سے رہا کر کے اپنے دربار میں لانے کا حکم دیا تو آپ علیہ السلام نے اس کی دعوت کو قبول نہ کیا، اس وقت زلیخا نے برملا کہا: "انا راودتہ عن نفسہ و انہ لمن الصادقین"، پھر عزیز مصر نے تو اسی وقت کہہ دیا تھا: "انہ من کیدکن ان کیدکن عظیم" "یہ سب تمہارا مکر و فریب ہے، پھر گواہ نے بھی کہا تھا: اگر قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی ہے تو یہ سچا ہے، اور سب سے سچا گواہ اللہ جل مجدہ ہے، اس نے بھی فرمایا: تا کہ ہم دور کر دیں یوسف سے برائی اور بے حیائی کو، بے شک وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے ہے، اور تو اور خود ابلیس نے اقرار کیا تھا کہ مجھے تیری عزت کی قسم میں سب کو راہ راست سے بھٹکا دوں گا مگر تیرے مخلص بندوں پر میرا داؤ نہیں چل سکتا اور حضرت یوسف علیہ السلام بارشاد الٰہی مخلصین میں سے ہیں اس لیے شیطان کے فریب میں نہیں آ سکتے، ابھی ایک چیز حل طلب ہے، زجاج نے ھم بھا کو جزا مقدم بنانے سے انکار کیا ہے کہ جزا کی تقدیم شاذ ہے اور کلام فصیح میں موجود نہیں، جواباً عرض ہے کہ بیشک احسن یہی ہے کہ جزا شرط سے مقدم نہ ہو لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اگر کسی معنوی اہمیت کے پیش نظر اس کو مقدم نہ کر دیا جائے تو یہ غلط ہے، علامہ ابی حیان نے تصریح کی ہے کہ جزا کو شرط پر مقدم نہ کرنے کا قائدہ نحویوں کے نزدیک متفقہ نہیں ہے، کوفیوں نے اس تقدیم کو بالکل جائز

قرار دیا ہے اور بصریوں میں سے ابو زید انصاری اور مبرد جیسے بلند پایہ عالم اس کے جواز کے قائل ہیں۔ ﴿تفسیر کبیر، ضیاء القرآن: ۲/ ۴۲۳﴾

علامہ نجار مصری نے لکھا ہے کہ جب "لولا" دو فعلوں پر داخل ہوتا ہے تو اس وقت امتناع کے معنیٰ میں ہوتا ہے، اس لیے "لولا" یہاں تخصیص کے لیے نہیں بلکہ امتناع کے معنیٰ میں آیا ہے، اور امتناع کا مطلب یہ ہے کہ "لولا" جن دو فعلوں پر داخل ہوا ہے ان میں سے پہلے کے مفہوم کے پائے جانے کی وجہ سے دوسرے جملے کا مفہوم نہیں پایا جاتا، جسے نحوی اصطلاح میں ان الفاظ کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں، پہلے جملہ کے وجود کی وجہ دوسرا جملہ ممتنع ہے اور ایسے "لولا" کا نام حرف امتناع لوجود رکھا جاتا ہے جس میں پہلے جملے کا نام وجودیہ اور دوسرے جملے کا نام امتناعیہ ہوتا ہے، اب آیت کریمہ میں "لولا" رویت برھان پر داخل ہوا ہے، جس کا بے غبار مفہوم یہ ہے کہ برہان کے پائے جانے کی وجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کا ارادہ ممتنع ہے، اور حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس جو برہان تھی وہ آپ علیہ السلام کی رب تعالیٰ کی اطاعت پر حرص اور اپنے آباو اجداد کے پاکیزہ اخلاق کو مضبوطی سے تھامنا تھا، (یا حضرت یعقوب علیہ السلام کا دیدار تھا) لیکن یہاں پر اعتراض بھی ہوتا ہے کہ "لولا" تو ہمیشہ کلام کے شروع میں آتا ہے اور یہاں کلام کے وسط میں آیا جو عربی قوائد نحو کے خلاف ہے اور اب معنیٰ یہ ہے کہ "اور یوسف بھی گناہ کا قصد کر لیتے اگر وہ اپنے رب کی برہان کو نہ دیکھ لیتے، جواب یہ ہے کہ ہم "وھم بھا" کو "لولا" کا جواب ہی تسلیم نہیں کرتے، لہٰذا نحوی قائدہ اپنی جگہ برقرار رہا کہ "لولا" یہاں بھی صدر کلام میں ہی آیا ہے، البتہ "لولا" کا جواب محذوف ہے اور حذف کا قائدہ ہے کہ جب کوئی عبارت محذوف پر دلالت کرتی ہو حذف جائز ہوتا ہے، پس یہاں "وھم بھا" "لولا" کے جواب پر دلالت کرتا ہے اس لیے حذف کر دیا گیا ہے، چنانچہ اصل عبارت یوں ہے "لو لا ان را برھان ربہ فھم بھا"، اب چونکہ پہلا جملہ پایا گیا ہے اور وہ یوسف علیہ السلام کا برہان کو دیکھنا اس لیے دوسرا جملہ ممتنع ہے، یعنی نہیں پایا گیا یعنی چونکہ برہان پائی گئی ہے اس لیے گناہ کا ارادہ نہیں پایا گیا، قرآن کریم میں اس کی نظیر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا قول ہے:" واصبح فوادام موسیٰ فرغا ان کادت لتبدی بہ لولا ان ربطنا علی قلبھا لتکون من المومنین " اور موسیٰ کی ماں کا دل خالی ہو گیا یقیناً وہ قریب تھی کہ اسے ظاہر کر دیتی اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ہم نے اس کے دل پر بند باندھ دیا تھا تا کہ وہ ایمان والوں میں سے ہو۔ ﴿سورۃ القصص: ۱۰﴾ یہاں بھی "لولا" حرف امتناع لوجود ہے اور "لولا" صدر کلام میں ہے جس کا جواب محذوف ہے کیونکہ گزشتہ عبارت اس جواب پر

دلالت کرتی ہے "ان کادت لتبدی بہ" ہے، یعنی ام موسیٰ کے دل کو مضبوط کرنا پایا گیا ہے، اس لیے ام موسیٰ کا اپنے بیٹے سے متعلق افشاء راز نہیں پایا گیا۔ ﴿قصص الانبیاء: ۲۰۸﴾

بے گناہ بچے کی گواہی:

جب اصرار بڑھتا گیا اور زلیخا کے عشق زور آور سے بچنے کی کوئی کوشش کارگر نہ ہوئی تو حضرت یوسف علیہ السلام نے باہر کی جانب بھاگنا شروع کر دیا، اگر چہ دروازوں کی کنجیاں زلیخا کے پاس تھیں مگر حمایت الٰہی تو آپ علیہ السلام کے ساتھ تھی، آپ علیہ السلام اپنے قلب محزون میں دعا گو تھے کہ مولا! تو میری امداد فرما، پھر تالے خود بخود ٹوٹتے چلے گئے، دروازے خود بخود کھلتے چلے گئے، جب اس دروازے کی طرف پہنچے جو محل کے صحن کی طرف کھلتا تھا تو زلیخا نے پیچھے آ کر قمیص پکڑ لی اور پوری شدت سے کھینچی، یہ منظر ہی بتاتا ہے کہ آپ علیہ السلام پوری طاقت کے ساتھ دوڑ رہے تھے اور وہ پوری طاقت سے آپ علیہ السلام کو روک رہی تھی، اس کشمکش میں قمیص پھٹ گئی، جب محل کے صحن میں نکلے تو سامنے عزیز مصر نظر آ گیا، زلیخا اسے دیکھ کر گھبرا گئی اور فوراً اپنی نسوانی جبلت کا سہارا لے کر بولی: (میرے سرتاج) کیا سزا ہے اس کی جو ارادہ کرے تیری بیوی کے ساتھ برائی کا بجز اس کے کہ اسے قید کر دیا جائے یا اسے دردناک عذاب دیا جائے، آپ علیہ السلام نے فرمایا: (میں نے برائی کا ارادہ نہیں کیا) بلکہ اس نے مجھے بہلانا پھسلانا چاہا ہے۔ ﴿سورۃ یوسف: ۲۶﴾ اب عزیز مصر بہت حیران و پریشان تھا کہ کس کو صحیح سمجھے اور کس کو غلط، زلیخا کے خاندان کے ایک فرد نے گواہی دی کہ اگر یوسف کی قمیص آگے سے پھٹی ہے تو عورت نے سچ کہا اور وہ جھوٹوں میں سے ہے اور اگر قمیص پیچھے سے پھٹی ہے تو عورت نے جھوٹ بولا اور وہ سچوں میں سے ہے، پس جب اس (عزیز) نے دیکھا کہ اس (یوسف) کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہے تو بول اٹھا: یہ سب تم عورتوں کا فریب ہے، بے شک تم عورتوں کا فریب بہت عظیم ہے، اے یوسف! اس بات کو نظر انداز کر دو اور اے (زلیخا) تو اپنے گناہ کی معافی مانگ بے شک تو ہی خطا کاروں میں سے ہے۔ ﴿سورۃ یوسف: ۲۶ تا ۲۹﴾

ان آیات میں ایک گواہ کا ذکر موجود ہے، بعض کا قول ہے کہ خاندان زلیخا میں سے ایک عقلمند شخص نے گواہی دی جب عزیز مصر نے معاملہ اس کے سامنے رکھا اور حل طلب کیا، یہاں شاہد کا معنی حاکم ہے، گویا اس نے فیصلہ کن بات کی جسکو عقل کے پیمانے پر تولا جا سکتا ہے، چونکہ اس کا تعلق خاندان زلیخا سے تھا اس لیے گواہی

اور بھی مضبوط ہو گئی اور زلیخا کے لیے مجال انکار نہ رہی، بعض کا قول ہے کہ گواہ ایک شیر خوار بچہ تھا قدرت خداوندی سے یہ بھی بعید نہیں کہ اس نے ایک شیر خوار بچے کو اپنے پیغمبر برحق کی عصمت وحرمت اور پاکیزگی وپاکدامنی کی گواہی کے لیے قوت گویائی عطا فرمادی، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ چار بچوں نے پنگوڑے میں کلام کیا، حضرت عیسیٰ، صاحب جریج، شاہد یوسف، فرعون کی مشاطہ کا بیٹا، امام حسن، امام ضحاک، امام سعید بن جبیر سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ﴿تفسیر جامع البیان: ۱۲/ ۲۵۳، تفسیر تبیان القرآن: ۲۱/۵﴾ اسی طرح تالوں کا کھلنا اور شیر خوار کا گواہی دینا حضرت یوسف علیہ السلام کے معجزات کا ظہور تھا، جنھیں دیکھ کر عزیز مصر کی نگاہوں میں آپ علیہ السلام کی قدر وقیمت اور بڑھ گئی، پھر موقع پر حضرت یوسف علیہ السلام کی پارسائی کے اور بھی قرائن و شواہد موجود تھے، مثلاً زلیخا کا مبہم الفاظ میں اپنی صفائی بیان کرنا اور آپ علیہ السلام کا دوٹوک لفظوں میں یہ کہنا کہ یہ مجھے اپنی طرف بہلا پھسلا رہی تھی وغیرہ، ان تمام قرائن وشواہد نے آپ علیہ السلام کو گناہ سے معصوم ثابت کر دیا، آپ علیہ السلام کا ایسے ہوش ربا انداز اور کید عظیم کے خلاف جدوجہد کرنا بعد میں آنے والے تمام انسانوں کے لیے مشعل راہ ہے اور اس پاکبازی کا بہت بڑا اجر وثواب ہے، حضور پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سات آدمی اللہ کے سایہ رحمت میں پناہ گزین ہوں گے حالانکہ اس دن کسی کا سایہ نہ ہوگا، امام عادل، جوان عبادت گزار، مسجد میں دل لگانے والا، اللہ کی محبت کے لیے دوسرے سے ملنے والا، کسی خوبصورت اور منصبدار عورت کی دعوت گناہ پر کہنے والا میں اللہ سے ڈرتا ہوں، چھپ کر صدقہ کرنے والا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتا نہ چلے، تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والا۔ ﴿صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک، مسند احمد: ۴۳۹/۲﴾ حضرت یوسف علیہ السلام سات متقیوں کے سردار ہیں۔ ﴿قصص الانبیا: ۲۹۵﴾ پھر عزیز مصر نے زلیخا سے توبہ واستغفار کے متعلق کہا تو معلوم ہوا کہ اگرچہ اہل مصر بتوں کی پرستش کرتے تھے لیکن جانتے تھے کہ جو ذات گناہ معاف کرتی ہے یا گناہوں پر مواخذہ کرتی ہے وہ اللہ وحدہ لاشریک ہے، اور بعض وجہ سے اسے معذور خیال کیا کیونکہ اس نے وہ حسن بے نقاب دیکھا تھا جس کی تاب لانا کسی کے بس میں نہیں تھا۔ ﴿قصص الانبیا: ۲۹۷﴾

عورتوں نے ہاتھ کاٹ لیے:

عزیز مصر کے محل میں رونما ہونے والا یہ واقعہ چھپا نہ رہا، اس کے چرچے زنان مصر کے گھروں اور مجلسوں میں ہونے لگے، زیادہ باتیں کرنے والی چار یا پانچ عورتیں تھیں، ساقی میکدہ کی بیوی، وزیر کی بیوی، دراوغہ کی بیوی،

باورچی کی بیوی (یا بقول مقاتل) نقیب کی بیوی۔ ﴿تفسیر زاد المسیر: ۴/ ۲۱۴﴾ مصر کی یہ آزاد خیال عورتیں کہنے لگیں: عزیز مصر کی بیوی تو اپنے غلام کو مطلب براری کے لیے بہلاتی پھسلاتی ہے، اس کے دل میں (اس) غلام کی محبت بس گئی ہے، بے شک ہم اسکو کھلی گمراہی میں دیکھ رہی ہیں۔ ﴿یوسف: ۳۰﴾ "قد شغفها حباً" میں شدید محبت کا ذکر ہے، محبت کا معنیٰ ہے اچھی شے کی طرف میلان دل اور جب یہ حد سے زائد ہو تو اسے عشق سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس میں بھی افراط ہو تو اسے سکر اور ہیجان کہا جاتا ہے، جب زلیخا کو معلوم ہوا کہ مصر کی امیر زادیاں اس کے عشق خود سر کی دہائی دے رہی ہیں تو اس نے ان کی زبان بندی کے لیے ایک عالی شان محفل نشاط و انبساط کا انعقاد کیا، مسندیں سجائیں، دستر خوان بچھائے، انواع و اقسام کے کھانے رکھے، پھلوں کا انتظام کیا، ساتھ تیز دھار چھریاں بھی رکھ دیں تاکہ پھل کاٹ کر تناول کر سکیں، پھر چالیس ماہ جبینوں کو دعوت دی، جب تمام عورتیں تیز چھریوں سے پھل کاٹنے لگیں تو اس نے ماہ کنعان کو جلوہ ریزی کے لیے طلب کیا، آپ علیہ السلام اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ جلوہ گر ہوئے تو طعن و تشنیع کی سنگباری کرنے والی عورتیں نقش حیرت بن گئیں، مصور حقیقی کا یہ شہکار حسن انہوں نے اس انداز میں کب دیکھا تھا، پھر کیا ہوا؟ ارشاد خداوندی ہے:

✿ ......"وقطعن ايديهن وقلن حاش لله ماهذا بشراً ان هذا الاملك كريم"، اور (وارفتگی میں) اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھیں اور بولیں: سبحان اللہ! یہ ہرگز کوئی بشر نہیں بلکہ یہ تو کوئی عزت والا فرشتہ ہے۔ ﴿سورۃ یوسف: ۳۱﴾

ہاتھ کٹنے کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے ہاتھ بازوؤں سے الگ ہو گئے تھے بلکہ یہ مطلب ہے کہ ہاتھ زخمی ہو گئے اور خون نکلنے لگا، انہیں اپنے زخموں کی کوئی تکلیف نہ ہوئی، آنکھوں میں ماہ کنعانی کا جلوہ جو روشن تھا، گویا وہ آپ علیہ السلام کے حسن و جمال کی قائل ہو گئیں تو زلیخا نے فاتحانہ انداز سے کہا: یہ ہے وہ (پیکر زیبائی) جس کے متعلق تم مجھے ملامت کرتی تھیں اور بے شک میں نے اسے بہت بہلایا پھسلایا مگر یہ پاکباز رہا اور اگر اس نے میری حکم عدولی کی تو اسے قید میں ڈال دیا جائے گا اور یہ بے آبرو لوگوں میں سے ہو جائے گا۔ ﴿سورۃ یوسف: ۳۲﴾

زلیخا اپنے حسن و جمال اور دولت و ثروت پر نازاں تھی، اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی شان بے نیازی کو اپنی توہین سمجھا اور انتقام پر اتر آئی، ادھر اس آزاد معاشرے کی عورتیں بھی ماہ کنعان کے اعجاز حسن کے سامنے

زیر وزبر ہو چکی تھیں، حضور پیغمبر آخر الزمان ﷺ نے حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال خوب بیان کیا ہے، فرمایا: معراج کے دوران حضرت یوسف علیہ السلام سے تیسرے آسمان پر ملاقات ہوئی، ان کو لوگوں کا آدھا حسن عطا کیا گیا ہے۔ ﴿صحیح مسلم کتاب الایمان﴾ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آدھا حسن حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کی والدہ کو عطا کیا گیا۔ ﴿مستدرک حاکم: ۲/۵۷۰﴾ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کا چہرہ بجلی کی مانند چمکدار تھا، وہ چہرے پر نقاب رکھتے کہ کوئی عورت آزمائش میں نہ پڑ جائے۔ ﴿تفسیر در منثور: ۴/۵۳۲﴾ آپ علیہ السلام مصر کے بازار میں نکلتے تو حسن کا جلوہ دیواروں پر پڑتا جسطرح سورج کا جلوہ پڑتا ہے۔ ﴿ایضاً﴾ یہاں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا شعر یاد آرہا ہے۔

لوامی زلیخا لو رائن جبینہ

لآثرن بالقطع القلوب علی الایدی

یعنی اگر زلیخا کی سہیلیاں میرے محبوب نامدار کا چہرہ دیکھ لیتیں تو اپنے ہاتھوں کی بجائے دلوں کے ٹکڑے کر لیتیں، گویا اللہ تعالیٰ نے حضور پیغمبر آخر الزمان ﷺ کو ایسا حسن ملیح عطا فرمایا جس پر حسن ماہ کنعان بھی دم بخود ہے۔

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں

سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردان عرب

اللہ اکبر! ادھر حسن یوسف ہے، ادھر صرف نام محمد ہے، ادھر زنانِ مصر کی انگلیاں ہیں، ادھر مردان عرب کے سر ہیں، ادھر بس "کٹیں" یہ واقعہ ایک مرتبہ رونما ہوا، ادھر "کٹاتے ہیں" یعنی آج بھی اس فداکاری کا سلسلہ جاری ہے، ادھر بغیر ارادہ کے کٹیں، ادھر سر کٹانے میں ارادہ پایا جاتا ہے، ادھر لطافت مزاج عورتیں ہیں، ادھر جفاکش مرد ہیں، بے شک ایک مرتبہ حسن یوسف کو اچانک دیکھنے سے بے اختیار زنان مصر کی انگلیوں کا کٹ جانا کمال ہے لیکن صرف نام محمدی کو سن کر جفاکش مردان عرب کا پورے اختیار اور اشتیاق کے ساتھ اپنے سروں کو کٹوانا اس سے بھی بڑا کمال ہے۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

پھر جنہوں نے حسن یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو زخم محسوس نہ ہوئے، عقلیں مغلوب ہو گئیں، حواس اڑ گئے تو جنہوں نے حسن محمدی کو دیکھا انہیں دنیا کے غم و آلام کیسے محسوس ہو سکتے ہیں، اسی لیے ایک خاتون صحابیہ نے غزوہ احد کے موقع پر کہا تھا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ موجود ہیں تو ہمیں کسی چیز کا کوئی غم نہیں۔ ﴿سیرت ابن ہشام﴾

زنان مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر کہا کہ یہ تو کوئی عزت والا فرشتہ ہے، آزاد خیال عورتیں ماہ کنعانی کو اپنے جیسا بشر نہیں سمجھتی تھیں، افسوس ہے اس پر جو حضور سرور کائنات ﷺ کو اپنے جیسا بشر سمجھتا ہے، پھر ان عورتوں نے فرشتہ کیوں کہا، ان کو احساس تھا کہ فرشتے گناہوں سے پاک ہوتے ہیں تو یہ بھی گناہوں سے پاک ہے گویا کوئی فرشتہ ہے، اس میں زلیخا کے اس الزام کی تکذیب ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے نام کی تقدیس ہے، نیز ان کو احساس تھا کہ فرشتے حسن و جمال کے پیکر ہوتے ہیں تو یہ بھی حسن و جمال کا پیکر ہے گویا کوئی فرشتہ ہے، نیز ان کو احساس تھا کہ فرشتے عورتوں کی رغبت سے منزہ ہوتے ہیں، یہ بھی نہایت بے نیازی سے گزر گیا ہے، کسی رغبت کا اظہار نہیں کیا گویا کوئی فرشتہ ہے، بہر حال جب زنان مصر کے ہوش ٹھکانے آئے تو انہوں نے آپ علیہ السلام سے مقاربت چاہی اور زلیخا کی سفارش کی اور انعام و اکرام کے وعدے کیے تو آپ علیہ السلام ان کی ہوس انگیزی سے شدید بیزار اور کبیدہ خاطر ہوئے اور ان کے شر سے بچنے کا راستہ سوچنے لگے، یہاں یہ بھی خیال رہے کہ شیطان کے فتنے سے ایسی عورتوں کا فتنہ زیادہ خطرناک ہوتا ہے، شیطان کے فتنے کے متعلق ارشاد ربانی ہے: ”ان کید الشیطان کان ضعیفا“، جبکہ عورتوں کے فتنے کے متعلق فرمایا: ”ان کیدکن عظیم“، اب جو فرق ضعیف اور عظیم میں ہے وہی فرق ان دونوں فتنوں میں ہے۔ ﴿ملخصاً تفسیر روح البیان: ۳۷۵/۵﴾

☆☆☆

ہم سب کا عقیدہ ختم نبوت

تاجدار ختم نبوت زندہ باد

اَلْمُنْتَہیٰ رجسٹرڈ

زیر سایہ
پیر طریقت رہبر شریعت
یادگار اسلاف متوکل علی اللہ
حضرت علامہ حافظ
محمد قاسم علی ساقی
آستانہ چشتیہ خیریہ
جلالپور درس
شکر گڑھ

مدیر اعلیٰ
مجاہد ختم نبوت
حضرت خواجہ
غلام دستگیر فاروقی
آستانہ چشتیہ خیریہ
جلالپور درس شکر گڑھ
دارالعلوم
جامعہ رحمت
ٹاؤن شپ
لاہور

آئیے
عقیدۂ ختمِ نبوت و
ردِّ قادیانیت پر تحقیقی و فکری
میگزین "اَلْمُنْتَہیٰ" کا ممبر بنیئے!

اہداف و مقاصد!

- اکابرین اہلسنت کی خدمات کو اجاگر کرنا
- قادیانوں کو دعوتِ اسلام
- منکرین ختم نبوت کے دلائل کا علمی و تحقیقی جواب
- امت میں فتنہ قادیانیت سے پڑنے والی دراڑ کا شعور اجاگر کرنا
- پوری دنیا میں ختم نبوت کے پیغام کو علمی و فکری اور عوامی سطح تک عام کرنا
- جذبہ عشق رسول ﷺ کی بیداری

خواجہ غلام دستگیر فاروقی عقیدۂ ختمِ نبوت و ردِّ قادیانیت پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ آپ کم و بیش نصف دہائی سے اس موضوع پر عرق ریزی اور تدبر و تفکر کر رہے ہیں تا کہ سنجیدہ اذہان کو اس فتنہ کے خلاف علمی و فکری اسلحہ سے لیس کر کے میدانِ عمل میں اتارا جائے۔ درس و تدریس کے علاوہ تقریری و تحریری و فکری صلاحیتوں کو مکمل طور پر اسی موضوع پر صرف کئے ہوئے ہیں آئیے آپ بھی اس قافلۂ عشق و محبت اور احیائے عقائدِ قرآنی میں شامل ہو کر داعیانِ ختمِ نبوت میں اپنا نام لکھوائیے "اَلْمُنْتَہیٰ" کے رکن بنئے اور عقیدۂ ختمِ نبوت کا پیغام عام کرنے میں ممد و معاون بن جائیے

ناشر

مرکزی آفس
آستانہ عالیہ چشتیہ خیریہ جلالپور درس
چک امرو روڈ شکر گڑھ

اِدارہ اَلْمُنْتَہیٰ رجسٹرڈ
0306-4373145
0342-5428102
0303-5238504

زونل آفس
دارالعلوم جامعہ رحمت
صادق چوک ٹاؤن شپ لاہور
زیر انتظام چوہدری رحمت علی ٹرسٹ

PEGHAM-E-NOOR

